#من_تصویر#

#نور_فروا#

قسط_1

بھرے مجمع میں اس وقت موت کا سا سناٹا چھایا ہوا تھا۔

جرگے میں موجود سبھی افراد کی نظریں سامنے بیٹھے اس مغرور شخص پر ٹکی تھیں

جو سفید لباس پہنے ان کے سامنے بیٹھا تھا

سرخ وسفید رنگت مغرور کھڑی ستواں ناک کشادہ پیشانی گہری سیاہ آنکھیں

گھنی مونچھیں تلے عنابی لب آپس میں پیوست تھے۔۔

آج صرف جرگے کا فیصلہ ہی اسکے ہاتھ میں نہیں تھا بلکہ کسی کی زندگی کا فیصلہ بھی آج اسے ہی کرنا تھا۔

"کہیں مہمند خانزادہ کیا ہے آپ کا فیصلہ ؟" سرپنچ صاحب کی جانب سے پوچھے جانے والے سوال پر وہاں موجود سبھی لوگ دم سادھ کر اب فیصلے کے منتظر تھے۔۔

ایک نظر سبھی پر ڈالتا وہ اپنی جگہ سے اٹھا تھا۔

"مجھے خون کے بدلے خون نہیں چاہئے "سناٹے کو چیرتی اسکی آواز گونجی تو اسکے لفظوں پر سامنے سر جھکائے افراد کی آنکھیں چمکی تھیں,

"بلکہ مجھے خون کے بدلے اوزے گل خون بہا میں چاہیے "اسکی اگلی بات نے اچکزئی خاندان کے لوگوں کی سانسیں کھینچیں تھیں۔

"یہ ناممکن ہے وہ کسی کی منگ ہے "

اسکا بھائی چیخا تو کشادہ پیشانی پر بلوں کا اضافہ ہوا تھا

"تو پھر خون دے دیں مجھے اعتراض نہیں "اسکی اگلی بات پر سب کو سانپ سونگھ گیا تھا

لال حویلی میں اس وقت ایک عجیب سا شور تھا۔

"کیا ہوا ہے کشمالہ؟" بڑی اماں گھبرائے ہوئے لہجے میں اپنے کمرے سے باہر آئی تھیں

صبح سے وہ جائے نماز بچھائے بیٹھی تھیں

"پنچائیت کا فیصلہ آگیا ہے بڑی اماں۔۔۔"

کشمالہ کی آنکھوں میں آنسو دیکھ بڑی اماں کا دل کانپ اٹھا

"کیا فیصلہ آیا ہے مالا بول نا"

ان کا دل پھٹے جا رہا تھا

"خانزادوں نے خون کے بدلے خون لینے سے منع کر دیا ہے"

کشمالہ کے بتانے پر پلر کی اوٹ سے جھانکتے وہ سبز نین پر سکون ہوئے تھے۔

"تو پھر فیصلہ کیا ہوا؟"

بڑی اماں کو بے چینی نے اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا

"اوزے گل کو خون بہا میں مانگا ہے انہوں نے" فیصلہ سناتی وہ پلر کی اوٹ میں کھڑی اوزے گل کو جامد کر گئی تھی۔۔

"یا میرے اللہ یہ کیا بول رہی ہے کشمالہ ہماری اوزے نانانا۔۔وہ سہیل خاناں کی منگ ہے اسکا خون بہا کیسے ؟""

ان کا دل تڑپ اٹھا تھا

"مہمند خانزادہ یہ یہی شرط رکھی ہے بڑی اماں یا تو لالہ کا خون یا اوزے گل "

مہمند خانزادہ کا نام سنتے سبز نگینوں میں پانی بھرنے لگا تھا بے یقین سی ہوتے وہ قدم الٹے لیتی بھاگ کر اپنے کمرے میں بند ہوئی تھی۔

سرخ لب کپکپا رہے تھے

آنسو اسکے عارض بھگوتے چلے جا رہے تھے

"ہمیں اتنی بڑی سزا مت دیں مہمند ہم مر جائیں گے"

اپنی سسکیوں کا گلا گھونٹتے وہ بیڈ پر گری تھی۔۔۔

"یہ کیا فیصلہ کیا ہے آپ نے مہمند خانزادہ" آغا جان نے غصے سے اسے دیکھا جو ٹانگ پر ٹانگ چڑھائے صوفے پر مطمئن انداز میں بیٹھا تھا۔

"آپ وہاں موجود تھے کیا آپ نے فیصلہ سنا نہیں تھا؟"

اسکے اطمینان میں ابھی کمی نہیں آئی تھی

"وہ کسی کی منگ ہے مہمند خانزادہ"

"مگر اب وہ میری بیوی بننے والی ہے"

"بیوی یا خون بہا میں آئی ایک غلام"

ان کی بات پر اس نے مٹھیاں بھینچی تھیں۔

"جو آپ کو سمجھنا ہیں سمجھ لیں میں اپنا فیصلہ نہیں بدلوں گا کیونکہ خون تو میرے اپنے کا ضائع ہوا ہے نا میرے سگے ماموں کا" ان کی آنکھوں میں آنکھیں گاڑ کر کہتے وہ لمبے ڈاگ بھرتا وہاں سے نکلتا چلا گیا۔

"مہمند رک۔۔۔ مہمند بات تو سن یار"

اسکے پیچھے تیزی سے بھاگتے اس کے ہم قدم ہوا تھا۔

"کیوں بھاگ رہا ہے ہاں؟" اسکے سامنے آتے قمر عباس نے اسکا راستہ روکا تھا۔

"اگر تو بھی مجھے لیکچر دینے آیا ہے تو بہتر ہے مجھ سے دور رہے"

"اچھا واقعی اور تیرا کیا۔۔۔؟"

"میرا کیا قمر میرا کیا" وہ ایک غصے سے چیختے اس سے دور ہوا تو قمر نے بے بسی سے اسے دیکھا

"وہ محبت ہے تیری"

"محبت؟" محبت لفظ پر وہ استہزا یہ انداز میں ہنسا۔۔

"ایسے کسی لفظ کی مجھ سے شناسائی نہیں ہے اور ہاں اس فیصلے کو غلط انداز میں مت لینا میرے بھائی کا خون اتنا آزارہ نہیں کہ میں معاف کر دوں۔۔ وہ بھی اس محبت کے نام پر۔۔ یہ لفظ صرف ایک دھوکہ ہے ایک فریب ہے اس سے زیادہ کچھ نہیں"

قمر کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہتے وہ اسکے سارے شک وشبہ کو ختم کرتا جیپ میں سوار ہوا تھا۔

"مت کر ایسے مہمند خدا کے لئے مت کر"

قمر اسے کسی صورت اس حال میں دیکھ سکتا تھا وہ اسکے دل کی حالت سے اچھے سے واقف تھا مگر جو کچھ ہوا تھا وہ چاہ کر بھی اسے بدل نہیں سکے گا یہ بات وہ جانتا تھا۔

"بڑی اماں اب کیسی ہے اوزے؟" بڑی اماں اسکے کمرے سے نکلیں تو کمال سب سے پہلے آگے آیا تھا۔

"بخار میں بھنک رہی ہے"

"اماں اسے تیار کریں جرگے میں جانے کا وقت ہو گیا ہے"

"ایسا غضب نا کرو میری بچی پر خدا کے لئے"

"تو کیا چاہتی ہیں آپ ایک بار پھر جوان جنازہ اٹھاوں کندھوں پر" بڑی اماں کی بات پر عبد الرحمن اچکزئی چلائے تھے

"سالوں پہلے اٹھایا تھا نا ایک جنازہ پھر دے دوں میں کمال کو ان کے اگے ؟"

ان کے چلانے پر بڑی اماں کشمالا بیگم کے سینے سے لگتیں پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔۔۔۔

"لے کر آؤ اوزے کو" حکم صادر کرتے وہ وہاں سے نکلتے چلے تھے۔

بے بسی سے کمال نے لب بھینچے تھے۔۔

تھوڑی دیر بعد کشمالہ اسکے نحیف وجود کو تھامے باہر آئی تھیں۔

جس کی آنکھوں میں ویرانی تھی خشک آنکھیں جس سے ایک آنسو نہیں نکلا تھا۔۔

"ہمیں معاف کر دینا بیٹا"

اسکے سر پر دشت شفقت رکھتے وہ بھرائی آواز میں بولے مگر اسکی چپ نہیں ٹوٹی۔۔اس نے جیسے خود کو پتھر کا کر لیا تھا۔

احساس سے عاری پتھر۔۔۔

کشمالہ اسے تھامے باہر آئی تھیں اور اسے گاڑی میں بیٹھایا تھا۔

"بڑے ابا اور اماں کا خیال رکھنا چچی۔۔۔ کہہ دینا اگر اپنی اوزے کی زندگی چاہتے ہیں تو اپنا خیال رکھیں لالہ کو کہنا اداس نا ہوں اپنے لالہ پر تو اوزے کی جان قربان ہے"

گاڑی میں بیٹھتے اس نے کشمالہ سے کہا تھا۔

جانتی تھی اسکے جانے کے بعد اسکے گھر والے خوش نہیں ہونگے۔۔"

کشمالہ کے گاڑی میں بیٹھتے ہی گاڑی اسٹارٹ ہوئی تھی اور اسکا رخ اب جرگے والی جگہ پر تھا۔

اوزے نے پلٹ کر اپنی حویلی کو دیکھا تھا جہاں اسکا بچپن گزرا تھا اپنی زندگی کا ہر ایک حسین لمحہ اسی حویلی میں تو گزرا تھا۔۔

"مہمند خانزادہ میں تمہیں کبھی معاف نہیں کروں گی کبھی نہیں" سر سیٹ سے لگاتے اس نے خود سے کہتے آنکھیں موندی تھیں۔۔

کالی چادر میں چھپا وہ شخص حویلی کی پچھلی دیوار کود کر اندر داخل ہوا تھا۔اور اب اسکا رخ پچھلے باغ کی جانب تھا۔

دوسری طرف وہ تیزی سے سیڑھیاں اترتے وہ محتاط قدموں سے ادھر ادھر دیکھتے حویلی کی دہلیز پار کر پچھلے باغ میں آئی تھی اسے سکون سے جھولے پر بیٹھے دیکھ اس کے ماتھے پر بل پڑے تھے۔

"خان یہ بہت غلط بات ہے آپ کو ہزار بار کہا ہے یوں نا آیا کریں اگر کسی نے دیکھ لیا تو پہلے آپ کی ٹانگیں ٹوٹیں گی اور پھر ہماری"

غصے سے کہتے اس نے گھور کر اس ڈھیٹ انسان کو دیکھا۔۔

"کل واپس جارہاہوں یہ صورت نہیں دیکھتا تو وہاں اتنا وقت کیسے گزار تا میں" اس ماہ جبیں کے حسین چہرے کو نہارتے وہ محبت پاش لہجے میں بولا جبکہ مقابل تو اسکے جانے کا سن ساکت ہوئی۔۔

"واپس جارہے ہیں خان۔۔۔" اسکے جانے کی بات پر اس نے بے یقینی سے سامنے کھڑے اس شخص کو دیکھا تھا جو کب اسکے دل کی مستند پر بیٹھا اسے پتا تک نہیں چلا۔۔۔ اور اب جب وہ اسے اپنا سب کچھ مان چکی تھی تو وہ جانے کی بات کر رہا تھا۔۔

"ہاں جانا ضروری ہے مگر میں آجاؤ گا جلد پھر میں باباسائیں کو بھیجوں گا تمہارے گھر" اسکا ہاتھ تھامے وہ اسے یقین دلا رہا تھا۔

"مت جائیں خدا کے لئے ایسے ہمیں چھوڑ کر ہمارا دل بہت ڈرتا ہے ہم۔۔"

"ڈرنا کس بات سے؟ میں ہوں ہر قدم پر ساتھ"

"آپ جانتے ہیں ناہمارے خاندانوں میں موجود دشمنی ہماری محبت میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے؟"

اسکی بات پر سامنے موجود ارمغان خان کے کشادہ ماتھے پر بل پڑے تھے۔

"جو میرا ہوتا ہے اسے میں ہر حال میں میرے پاس آنا ہوتا ہے حورے۔۔۔اور تم میری ہو اس بات کو ہمیشہ دماغ میں رکھنا میں واپس آؤ گا صرف تمہارے لئے" اسکے ہاتھ پر اپنے ہاتھ کا دباؤ بڑھاتے وہ اسے ساکت کر گیا تھا۔

اور پھر اس سے ڈھیروں وعدے کرتے وہ وہاں سے چلے گیا۔۔۔۔

اسے انتظار کی سولی پر لٹکا کر اور یہ انتظار کب ختم ہونا تھا یہ بات کوئی نہیں جانتا تھا۔۔

جرگے میں لوگوں کا ہجوم جمع تھا آخر کو دو طاقتور خاندانوں کے درمیان اتنا بڑا فیصلہ ہوا تھا لوگ آگے کی کاروائی کے منتظر تھے۔

جب کئی گاڑیاں ایک ساتھ جرگے کی حدود میں داخل ہوئیں۔

ہجوم میں سرگوشیوں کی آواز بڑھنے لگی۔

کمال عبدالرحمن اچکزئی تیمور اچکزئی کے ساتھ گاڑی سے باہر نکلے تھے۔

سب کی نظریں اسے ڈھونڈ رہی تھیں جس کی زندگی کا فیصلہ ہوا تھا مگر اسے گاڑی سے باہر نہیں نکالا گیا تھا۔

دوسری طرف خانزادہ خاندان کی کئی گاڑیاں اندر داخل ہوئیں۔۔۔

جس میں سے وہ بڑے کروفر سے گاڑی سے نکالا تھا۔

مغرور چال چلتے وہ اپنی جگہ پر آکر بیٹھا۔

"نکاح کی کاروائی شروع کی جائے"

سرپنچ کے کہنے پر کمال نے گاڑی میں سے اوزے کو نکالا۔

جس کا سر سیاہ چادر سے ڈھکا ہوا تھا کمال اور کشمالہ نے اسے عبدالرحمن اچکزئی کے برابر میں بیٹھایا۔

مہمند خانزادہ نے نظریں اٹھا کر سامنے دیکھا تو دل پر ایک گھونسا پڑا تھا۔

سر تا پیر سیاہ لباس میں مقید وہ خالی کلائیوں کے ساتھ اسکے سامنے بیٹھی تھی۔

رگوں میں ابال سا اٹھنے لگا تھا۔

یہ بس ایسے ہو گا ایسا تو اس نے کبھی نہیں چاہا تھا۔

نکاح کی کاروائی شروع ہوئی تو اس نے سر جھٹکتے نکاحِ نامے پر دستخط کئے تھے۔

لمحوں کا کھیل تھا وزے گل اچکزئی مہمند خانزادہ کے نکاح میں آئی تھی مگر خون بہا کی صورت۔۔۔

"لڑکی کو گاڑی بیٹھاؤ"

کئی عورتوں نے آگے بڑھ کر اسے تھاما تھا اور پھر اسے گاڑی میں بیٹھایا تھا۔۔

"ہم نے ہمیشہ خود کو سنبھال کر رکھا تھا مگر آپ نے ہماری زندگی کو تباہ کر دیا مہمند خانزادہ۔۔

کاش آپ ہماری زندگی میں نا آئے ہوتے کاش۔

نفرت ہے ہمیں آپ سے شدید نفرت۔۔۔"

یہاں شروع ہوئی تھی مہمند اور اوزے گل کی نفرت بھری زندگی کی نئی کہانی۔۔۔"

#تصویر_من

#فروا_نور

#قسط2

🔥🔥🔥🔥

حویلی میں داخل ہوتے اسکا دل کانپا تھا وہ نہیں جانتی تھی کہ اسکے ساتھ کیا سلوک ہونے والا ہے۔

سب لوگ اس لاونج میں جمع تھے۔۔۔

یہ حویلی اس گاؤں کی سب سے خوبصورت حویلی۔۔

اس حویلی کے لوگ بھی اسکے نام کی طرح سنہرے تھے۔۔

سلیمان خانزادہ اس حویلی کے مالک رحم دل انسان تھے۔

خدا نے انہیں دو بیٹوں سے نوازہ تھا۔

جبران اور علی یار۔۔۔

جبران خانزادہ کی شادی خاندان میں ہوئی ثوبیہ بیگم کی آمد نے حویلی میں رونقیں بکھیر دیں ان کے تین بچے تھے صبور خانزادہ، اصغر اور پشمینہ۔۔

جبکہ علی یار نے سب کی مخالفت کے باوجود عزرہ سے شادی کی جو کہ بیوہ اور ایک بیٹے التمش کی ماں تھیں۔

علی یار سے شادی کے بعد ان کی گود میں مہند آیا تھا۔

سب ٹھیک تھا ہر شخص خوش تھا مگر پھر وہ ہوا جس نے سب کو ہلا کر رکھ دیا۔۔

علی یار کا جنازہ گھر میں آیا تو وہیں بڑی حویلی سے بھی ایک جنازہ اٹھا تھا۔

عبدالرحمن اچکزئی کا جوان سالہ بیٹا اوزے گل کا واحد سہارا۔۔

عبدالرحمن اچکزئی کے تین بیٹے تیمور سیلم اور حسین۔۔۔

سالوں پہلے ڈیرے پر کیا ہوا تھا کوئی نہیں جانتا تھا کوئی کہتا کہ حسین نے علی یار کو مارا تو کوئی کہتا حملہ علی یار نے پہلے کیا تھا۔

گناہ گار جو بھی تھا مگر خون دونوں حویلی والوں کا بہا تھا۔

سالوں کی کدورت کم ہونے لگی تھی کہ اچانک کمال شکار پر گیا اور اسکی گولی مہمند خانزادہ کے پیارے ماموں اسکے ماں سے جڑے رشتے کو اس سے جدا کر گئی۔۔

سالوں لگے تھے دلوں کو صاف کرنے میں کہ مہمند خانزادہ نے آج پھر سب کے زخم ادھیڑ دیئے تھے۔۔۔

"جاؤبچی کو اوپر کمرے میں چھوڑ کر آؤ"ثوبیہ بیگم نے ملازمہ کو کہا تو وہ اسکا ہاتھ تھامے آگے بڑھی جب مہمند کی آواز نے اسے روکا تھا۔

"خون بہا میں آنے والی کب سے کمروں میں رہنے لگی تائی امی کیا آپ ساری روایات بھول گئی ہیں اگر بھول گئی ہیں تو میں آپ کو یاد کروادوں گی کہ خون بہا میں آنے والی کو گھر کے باہر بنے اس اندھیرے کمرے میں رکھا جاتا ہے"

"مہمند"ثوبیہ بیگم نے اسے پکارا مگر وہ اپنے نام کا پکا تھا۔

"میرے اپنے کے قاتل کی بہن کو اس حویلی میں بالکل بھی نہیں ہونا چاہیئے"ملازمہ کے ہاتھ سے اوزے گل کا ہاتھ چھینتے وہ اسے لئے وہاں سے نکلا تو ثوبیہ بیگم اس کے پیچھے بھاگی تھی۔

"ہمیں تکلیف ہو رہی ہے ہاتھ چھوڑیں ہمارا۔۔۔" اسکی گرفت میں تڑپتی وہ چیخی تھی مگر مقابل بے رحم تھا۔۔

اسے گھسیٹتے وہ حویلی کے پچھلے حصے میں بنے اس چھوٹے میں کمرے میں لایا تھا اسے پلنگ پر پٹختے اس نے دروازہ بند کیا تھا۔

"اگر تمہیں لگتا ہے کہ تمہیں یہاں اچھے سے رکھا جائے گا تو اپنی یہ غلط فہمی دور کر لو اوزے گل"

"اوزے گل کو آپ سے لے کر کوئی غلط فہمی نہیں ہے جو شخص اپنی محبت کو بھری محفل میں رسوا کر سکتا ہے اسکی عزت کے پرخچے اڑا سکتا ہے اس سے کوئی امید میں نے رکھنی ہی نہیں ہے"

"محبت۔۔۔کون سی محبت کی بات کررہی ہیں آپ اوزے گل؟میری محبت تو ایک فریب لگتی تھی نا کبھی کسی اور کے نام کی انگوٹھی اپنی انگلی میں سجالی"

مہمند کے طنز پر اوزے نے تڑپ کر اسے دیکھا۔

"مجھے نفرت ہے آپ سے مہمند خانزادہ نفرت۔۔۔افسوس ہے مجھے کہ میں نے آپ جیسے بے حس کو جانتی ہوں"اسکی آنکھوں میں آنکھیں گاڑ کر کہتی وہ اسکا خون کھلا گئی۔

"نفرت کرتی ہو نا مجھ سے نفرت میں تمہیں بتاتا ہوں تمہیں نفرت کیا ہوتی ہے"اسے کھینچ کر اپنے قریب کرتا وہ اسکے چہرے پر جھکتا اسکی سانسیں روک گیا تھا۔۔

اسکے سلگتے لمس پر تڑپتے وہ اس گرفت سے نکلنے کے لئے پاگل ہوئی تھی مگر وہ سب بھول گیا تھا اسے یاد تھا تو بس یہ کہ اس سے محبت کی دعویدار نے اس سے نفرت کا اظہار کیا تھا۔

وہ اپنا غصہ آہستہ آہستہ اسکے اندر انڈیل رہا تھا۔۔

"یہ ہے میری نفرت جو تم ہر روز سہوں گی" اسکے لبوں پر انگوٹھا پھیرتے وہ اپنے لفظوں پر زور دیتے بولا۔

"پھر بھی میں بس نفرت ہی کروں گی تم سے آئی سمجھ"

اس سے پہلے وہ ہوئی جواب دیتا دروازہ بجنے لگا تھا۔

خون کے گھونٹ بھرتے اس نے اوزے گل کو دیکھا تھا اور پھر وہ وہ کمرے سے نکلتا چلا گیا۔۔

اسکے جاتے ہی زمین پر گرتی وہ پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔۔

ماضی کو یاد کر اسکا دل رویا تھا مگر اب وقت کبھی واپس نہیں آ سکتا تھا۔۔

"کیا سوچ رہا ہے؟" وہ ماضی کی یادوں میں کھویا ہوا تھا جب قمر کی آواز نے اسے چونکایا۔

"کچھ نہیں تو یہاں کیا کر رہا ہے؟"

ڈیرے کے چاروں طرف اندھیرا چھایا ہوا تھا اسکی یہاں موجودگی قمر کو پریشان کر رہی تھی۔

"پھپو نے بتایا کہ تو غصے میں گھر سے نکلا ہے اس لئے میں یہاں چلا آیا تھا جانتا تھا تو مجھے یہیں ملے گا"

"ہمم "اسے مبہم سا جواب دیتے مہمند نے سگریٹ سلگایا تو قمر کے چہرے کے زاویے بگڑے تھے۔

"اس زہر کو تو چھوڑ دے مہمند"

"تو جانتا ہے میرے اندر لگی آگ کوئی نہیں بجھا سکتا شاید یہ کچھ کام کر دے" دھواں ہوا میں چھوڑتے وہ تخت پر آکر بیٹھا تھا۔

"یہ آگ کبھی نہیں بجھا سکے گی کیونکہ نفرت کی آگ کو کوئی کم نہیں کر سکتا سوائے محبت کے اور تو نے تو محبت چھوڑ دی۔۔"

قمر اس سے سخت خفا تھا۔

"گھر جا اور سو جا شاید تیرے جلتے دل کو آرام ملے "

اسے زبردستی کھڑا کرتے وہ اپنے ساتھ اسے لئے

حویلی آیا تھا اسکی ساری مزاحمت بیکار گئی تھی۔

حویلی میں قدم رکھتے ہی بے اختیار اسکی نظریں حویلی کے پچھلے حصے کی جانب گئی تھیں جہاں وہ موجود تھی۔

دل میں درد کی ایک تیز لہر اٹھی تھی۔۔

اپنا ہاتھ قمر کی گرفت سے نکالتا وہ اپنے کمرے میں آیا اور دھاڑ سے دروازہ بند کرتے وہ بیڈ پر گرا تھا۔

"نہیں ہے مجھے اس سے محبت وہ ایک بے وفا لڑکی ہے اور اسکی میری زندگی میں کوئی گنجائش نہیں نفرت کرتا ہوں میں اس سے۔۔۔"غصے سے پاگل ہوتے اس نے سائیڈ لیمپ زمین بوس کیا تھا۔

"یا اللہ ہم آج پھر لیٹ ہو گئے"۔

تیز تیز قدموں سے روڈ پر چلتے وہ مسلسل ڈرائیور کو کال کرنے کی کوشش کر رہی تھی مگر وہاں سے کوئی جواب موصول نہیں ہو رہا تھا۔

وہ صبح ڈرائیور کے ساتھ ہی کالج آئی تھی مگر اب کلاسس جلد ختم ہونے کے باعث اسے گھر جانا تھا مگر ڈرائیور صاحب کال ریسیو کرنے کے لئے تیار ہی نہیں تھے۔۔

مجبوراًاسے باہر آنا پڑا تھا وہ یونہی خالی کالج میں اکیلے نہیں کھڑی رہ سکتی تھی مگر اب باہر آکر بھی اسے پچھتاوا ہو رہا تھا۔

اپنی سوچوں میں وہ اتنی مگن تھی اسے کچھ ہوش نہیں تھا جب اچانک ہی کسی نے بازو سے تھام کر اسے اپنی اور کھینچا تھا وہ سیدھا ذ مقابل کے سینے سے لگی تھی۔

بھاری وجود سے اسکا سر ٹکرایا تو ایسا لگا ساری دنیا اسکے گرد گھوم گئی ہو۔۔

"دھیان سے "مردانہ آواز پر مہر گل نے جھٹکے سے سر اٹھا کر اس اجنبی کو دیکھا تھا۔

وہ مغرور سا شخص اسے اپنے حصار میں لئے کھڑا تھا۔

ایک جھٹکے سے وہ اسکی گرفت سے نکلی تھی۔

دل تھا کہ بے قابو ہوا جارہا تھا۔

وہ کبھی غیر مردوں سے بات تک نہیں کرتی تھی کجا کے ان کے اتنے قریب جانا۔۔

"دھیان سے چلنا چاہیے روڈ پر ابھی وہ گاڑی آپ کو اڑا کر لے جاسکتی تھی"

اس اجنبی شخص کی بات پر اس نے دہل کر اسے دیکھا تھا بڑی بڑی آنکھوں میں خوف سمٹ آیا تھا جو کہ سامنے کھڑے شخص کو نا جانے کیوں سخت ناگوار گزرا تھا۔

"ان آنکھوں میں یہ خوف اچھا نہیں لگتا آئی سمجھ "

اس نے لہجے میں اپنی ٹون چینج کی تھی۔۔

مہر گل نے گھبرا کر اس سر پھرے شخص کو دیکھا تھا۔

بنا وقت ضائع کئے وہ فوراً سے پہلے اسکے برابر سے نکلی تھی جب اسکا نازک ہاتھ اس شخص کی سخت گرفت میں آیا۔

"چھونے کا فلحال حق تو نہیں رکھتا ہوں مگر ابھی یہی رہو ڈرائیور آنے والا ہو گا کہاں کہاں ڈھونڈے گا اور یہاں باہر کھڑے ہونے کی ضرورت نہیں اس شیلٹر کے نیچے بیٹھو" بارعب لہجے میں ہدایت دیتا وہ اسے لئے شیلٹر تک آیا تھا۔۔

"آپ یہاں کیوں کھڑے ہیں پلیز جائیں یہاں" خوفزدہ ہو کر اس نے اس شخص سے کہا کو اسکے سر پر ہی سوار ہو گیا تھا۔

التتمش خانزادہ نے ایک نظر اسے دیکھا اور پھر خود تھوڑے فاصلے پر جا کر کھڑا ہو گیا۔۔

مہر گل کو خوف کے ساتھ اب اس سے کوفت ہونے لگی تھی۔۔

مگر اس نے مدد کی تھی تو اسے سنا تو ہرگز نہیں سکتی تھی اس کی شخصیت کسی شہزادے جیسی تھی اور مہرگل کو یہ شہزادہ فلحال کسی دیو جیسا لگ رہا تھا جو اسے قابض کرنا چاہتا ہو۔

تھوڑی دیر بھی نہیں گزری تھی جب گاڑی مہرگل کے سامنے آکر رکی ڈرائیور کو دیکھ اسکی جان میں جان آئی تھی۔

فوراً سے پہلے وہ گاڑی میں بیٹھی تھی اس نے نظر اٹھا کر سامنے دیکھا تو التتمش کو خود کو دیکھتا پاکر اس کا دل بے اختیار دھڑکا تھا اور ایسا دھڑکا تھا کہ پھر رکنا بھول گیا تھا

گاڑی اپنے سفر پر روانہ ہوئی تب بھی اس کی نظریں اس پر سے نہیں ہٹی تھیں۔۔

اس نے گردن موڑ کر اس شخص کو دیکھا جو ایک لمحے میں اس پر اپنا سحر پھونک چکا تھا اور اس نرم دل کی مالک مہرگل پر اپنی ملکیت بیٹھا گیا تھا۔۔

یہ جانے بغیر کے آنے والا وقت کیا کچھ ان دونوں کے لئے لانے والا تھا۔۔۔

پینٹ کی جیبوں میں ہاتھ ڈالے اس نے دور جاتی گاڑی کو دیکھا اسکے وجیہہ چہرے پر مسکراہٹ آئی تھی۔۔

"یو آر مائن"

زیر لب کہتے وہ اپنی گاڑی کی طرف بڑھا تھا۔۔

#تصویر من

#فروا_نور

#قسط_03

آج کی صبح اسکے لئے بہت اجنبی سی تھی کبھی وہ بے صبری سے صبح کا انتظار کیا کرتی تھی ایک ایک دن گن کر گزارتی تھی اور آج۔۔۔

آج کا دن اسکی زندگی کا سب سے برا دن تھا۔

اسکا دل کیا خود کو ختم کر لے۔۔

اس اندھیرے کمرے میں پوری رات اس نے روتے ہوئے گزاری تھی اور اسکے پاس رونے کی کئی وجوہات تھیں۔۔

اپنوں سے دوری محبت میں ٹھوکر اور اب اتنی ذلت۔۔

"بی بی جی سب ناشتے پر آپ کا انتظار کر رہے ہیں" ملازمہ کی آواز پر وہ سیدھی ہو کر بیٹھی تھی۔

تھوڑی دیر بعد وہ فریش ہوتی حویلی کے اندر آئی تو سب کی نظریں اسکی طرف اٹھی تھیں۔

ایک ہی رات میں وہ کیا سے کیا ہو گئی تھی۔

اسے دیکھ آغا جان کا دل دکھا تھا۔

اوزے گڑیا آجاؤں "ثوبیہ بیگم نے اسے دروازے پر کھڑے دیکھا تو وہ فوراً پکارا مگر وہ اپنی جگہ سے ہلی تک نہیں تھی۔

اسکا رویہ دیکھ انہوں نے پشمینہ کو اشارہ کیا تھا وہ فوراً سے اٹھ کر اسکے پاس آئی۔۔

بھابھی پلیز آکر بیٹھیں اور ہمارے ساتھ ناشتہ کریں۔۔۔"

"کون بھابھی پشمینہ ؟"سیڑھیاں اترتے مہمند نے سوال کرتے پشمینہ کو دیکھا جو اپنے بھائی کا کوئی اور ساہی روپ دیکھ رہی تھی۔۔

"مہمند"

"خون بہامیں آنے والی کو کب سے دستر خوان پر جگہ ملنے لگ گئی آغا جان لگتا ہے حویلی کے اصول بدل گئے ہیں" اسکے پاس سے گزرتے وہ نفرت سے کہتے اپنی جگہ پر بیٹھا جبکہ احساس توہین سے اوزے کا چہرہ سرخ ہوا تھا۔

"جائیں محترمہ ناشتہ لے کر آئیں کیا کھڑی کھڑی منہ تک رہی ہیں؟"

مہمند کی کاٹ دار آواز پر سر جھکائے آنسو پیتی اوزے نے بے بسی سے لب کاٹے وہ تو یہ بھی نہین جانتی تھی کہ یہاں کچن ہے کہاں ہے۔۔۔

"ابھی تک کھڑی ہو کیا کان خراب ہیں تمہارے ؟"

"مہمند بس کریں بہت ہو گیا ہے"

جبران خانزادہ نے اسے ٹوکا جس پر اسکے کشادہ ماتھے پر پڑے بلوں میں اضافہ ہوا تھا۔

اس نے ایک کاٹ دار نظر سر جھکائے کھڑی اوزے کر ڈالی۔

اور پھر بنا کسی کی طرف دیکھے وہ غصے سے اٹھتے وہاں سے نکلتا چلا گیا۔

"اوزے گل"

ثوبیہ بیگم نے اسے روکنا چاہا مگر وہ بنا سنے بھاگ کر اپنے کمرے میں جانب بڑھ گئی۔

"آغا جان یہ بہت غلط ہو رہا ہے آپ مہمند سے بات کیوں نہین کرتے"

ثوبیہ بیگم کی بات پر سلیمان خانزادہ کچھ کہہ نا سکے۔۔

"تم سب ناشتہ کرو اور صبور میرے ساتھ ڈیرے پر چلنا وہاں کا کام تم دیکھو آج سے"

جبران خانزادہ بات کا رخ بدلتے ناشتے کی جانب متوجہ ہو گئے۔۔۔

آغا جان نے ایک نظر سب کو دیکھا اور پھر واپس سے ناشتے کی جانب متوجہ ہو گئے۔۔

وہیں دوسری جانب اپنے کمرے میں آتے ہی پلنگ پر گرتے پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔۔زندگی کیسے دوراہے پر لے آئی تھی۔۔

جو کچھ کچھ وقت میں ہوا تھا اس نے اسکی پوری زندگی بدل کر رکھ دی تھی۔۔

"کاش میں آپ سے نا ملی ہوتی مہمند۔۔۔کاش آپ نے مجھ سے محبت کا دعویٰ نا کیا ہوا تو آج آپ کی نفرت دیکھنا آسان ہوتا میرے لئے" ہاتھ کی پشت سے آنسو صاف کرتے اس نے تکیے میں منہ دیا تھا۔

"میں آپ سے محبت کا دعویٰ ضرور کرتا ہوں مگر اظہار میں تب کروں گا جب آپ کے تمام حقوق میرے نام ہو جائیں گے اوزے گل"

کہیں دور سے اس شخص کے الفاظ سرگوشی کی صورت کانوں میں گونجے تو آنکھیں پھر بھر آئیں۔

آنسوؤں پر باندھا بند ٹوٹا تو آنسو اسکے عارضوں پر بہتے چلے گئے۔۔

اسکا جسم ہولے ہولے لرز رہا تھا۔

دکھ حد سے زیادہ تھا رونا تو بنتا تھا۔۔۔

"ارے زبیدہ بی بی بچے کہاں ہیں آپ نے انہیں بتایا نہیں تھا مہمان آنے والے ہیں"

ثمرہ بیگم کی آواز پر کچن میں خانساماں کو ہدایت دیتیں اس مینشن کی پرانی ملازمہ زبیدہ بی نے پلو سے ہاتھ صاف کیا اور باہر کی جانب آئیں۔۔

"بہو بیگم سب کو کہہ بھیجا تھا ہم نے حورے بیٹی کے علاوہ کسی کے کان پر جو تک نہین رینگی"

ان کا وہی لٹھ مار انداز۔۔۔

"اچھا بتائیں تیاریاں ساری ہو گئی ہیں ناز بیدہ بی کوئی کمی نہیں رہنی چاہیے دیکھیں جبار صاحب کے بہت خاص دوست ہیں کوئی شکایت نا ملے بس انہیں"

"ارے فکر کیوں کرتی ہو بہو بیگم ہم ہیں نا سب سنبھال لیں گے آپ بس آرام کریں"

"آرام کہاں ابھی بس جا کر میں زوہا کو دیکھوں اور یہ حورے اگر اٹھ گئی ہیں تو حورے ہیں نا آخر
؟"

"ایک ہی تو جگہ ہے جہاں وہ آپ کو ملیں گی میں نیلی کو بھیجتی ہوں حورے کے پاس آپ زوہا بیٹی
کو دیکھ لیں"

زبیدہ بی نے ان کی مشکل آسان کی تھی۔

"اے نیلی۔۔او نیلی جا جلدی سے چھت پر سے حورے بی بی کو بلا کر لا"

ان کے حکم ملنے کی دیر تھی نیلی

تیزی سے چھت کی جانب بڑھی تھی۔۔

ہوا کے دوش پر لہراتے بال اسکے کندھے پر بکھرے جا رہے تھے۔

سفید لباس پہنے وہ اس وقت کوہ قاف سے اتری پری لگ رہی تھی۔

غلافی آنکھیں سامنے راستے پر جمی تھیں۔

ہونٹ آپس میں پیوست تھے وہ کسی سوچ میں تھی اور پھر کچھ سوچتے ہی ایسے ہونٹ مسکراہٹ میں ڈھلے تھے۔۔

"کیا سوچ رہی ہیں حورے بی بی"

آواز اتنی اچانک تھی کہ وہ بری طرح ڈر کر اچھلی تھی۔

"یا خدا نیلوفر تم نے تو ہمیں ڈرا ہی دیا"

دل پر ہاتھ رکھتے اس نے نیلی کو خفگی بھرے انداز کہا۔

"خان کے خیالوں میں اس قدر نا کھویا کرے کہ اپنا آپ کی بھول جائیں"

"شش۔۔۔نیلی پاگل ہو گئی ہو کیا؟ کسی نے سن لیا تو غضب ہو جائے گا"

"اوہو بی بی پیار کیا تو ڈرنا کیسا؟"

نیلی کی چلتی زبان کو بریک نہیں لگ رہا تھا اور حورے جی خوف سے جان نکل رہی تھی۔

"بس دادی اماں چپ ہو جاؤ خدا کا واسطہ تمہیں کسی نے سن لیا نا تو تمہارے ساتھ ہماری بھی ٹانگیں ٹوٹ جائیں گی"

"افففف ایک تو کتنا ڈرتی ہیں آپ۔۔"

"نیلو فر؟"

"بی بی ارمغان خاناں واپس پاکستان آنے والے ہیں اسی ہفتے آپ کو آپ کے انتظار کا پھل ملنے والا ہے"

نیلی کی بات پر اسکے چہرے پر شرمگیں مسکراہٹ کھلی۔۔

"نیلی تم میرے لئے دعا کیا کرونا"

"میں کرتی ہوں دعا کہ خدا آپ کو بہترین سے نوازے"

"تم یہ دعا کیا کروں نا کہ خدا مجھے ارمغان سے نوازے"

یہ نام لیتے اسکے چہرے پر حیا کے رنگ کھلے تھے۔۔

"اماں کہتی ہیں ایسے نام لے کر دعا نا کیا کرو اگر مانگی ہوئی چیز حق میں بہتر نا ہو تو نا ملنے پر تکلیف ہوتی ہے"

اس نے نیلی کو دیکھا جو کبھی کبھی بڑی گہری بات کر جاتی تھی۔۔

"ارے میں تو بھول ہی گئی بڑی بی بی صاحب نے آپ کو نیچے بلایا تھا۔"

"کام کی بات ہمیشہ آخر میں ہی کرنا تم لڑکی"

نیلی کو کہتی وہ فوراً سے نیچے بھاگی تھی۔

اسلام آباد کی سڑکیں آج پھر بارش سے بھیگی ہوئیں تھیں۔۔

اطراف کا سبزہ نکھر سا گیا تھا ایسے میں دور سے دکھائی دیتی اس عالیشان عمارت کی ساتویں منزل کا منظر بہت واضح تھا۔

گلاس ونڈو سے دیکھو تو کمرے کی دیواروں پر بڑے بڑے بک شیلف بنے تھے اور ان کے بالکل سامنے ٹیبل پر فائلز بکھری ہوئی تھیں جبکہ چیئر پر بیٹھا شخص شہد رنگ آنکھیں لیپ ٹاپ اسکرین پر جمائے بڑا مصروف سا تھا۔

ٹیبل پر رکھا موبائل پچھلے آدھے گھنٹے سے وائبریٹ ہو رہا تھا جسے وہ بڑے اطمینان سے اگنور کر رہا تھا۔۔

دروازہ ناک ہونے پر اس نے آنے والے کو اجازت دی اور ایک اور فائل کو کھول کر اپنے سامنے رکھا۔۔

"سر آپ کے گھر سے کال آئی تھی"

"اور تم نے کیا کہا طالب؟"

"آپ میٹنگ کے سلسلے میں باہر گئے ہیں"

"دیٹس گریٹ" وہ جیسے خوش ہوا تھا۔۔

طالب نے اسے دیکھا۔

کھڑی مغرور ستواں ناک عنابی لب جنہیں گھنی مونچھوں ڈھانپے ہوئے تھیں۔

وہ اس وقت سیاہ رنگ کی شرٹ میں تھا جبکہ گرے کوٹ اس سائیڈ پر رکھا تھا۔

"آج زلفی صاحب سے میٹنگ تھی کیا بنا اسکا؟"

اسکی انگلی بات پر طالب نے اس خبطی انسان کو دیکھا جو آج کی تاریخ میں چار میٹنگ کر چکا تھا اور اب پانچویں کی بات کر رہا تھا۔

"سر میں جانتا ہوں آپ کو کام کرنا ہے مگر باقی سب تھوڑا آرام چاہتے ہیں وہ صبح سے میٹنگ اٹینڈ کر کر کے تھک چکے ہیں"

طالب نے بے بسی سے اس کے آگے اپنی بات رکھی۔

طالب کی ہاتھ دیکھ سالک حیدر کے چہرے پر مسکراہٹ آئی تھی۔

"کام چوری کرنے لگے ہو خیریت ہے طالب میاں؟"

فائلز بند کرتے اس نے پر سکون انداز میں چئیر سے ٹیک لگائی اور آرام سے سگریٹ لبوں سے لگاتے اس نے طالب کو دیکھا جس کے چہرے ہے زاویے فوراً سے تبدیل ہوئے تھے۔

"مجھے انکل کی بات مان کر آپ سے الگ ہونا چاہیے تھا آپ کی خود کی سوشل لائف نہین اور آپ میری بھی برباد کر رہے ہیں"

اسکا انداز روٹھی حسینہ جیسا تھا۔۔

"اچھا رومت جا کر ریسٹ کرو میں یہ ایک دو کام نبٹالوں پھر چلا جاؤں گا"

"تھینکس کزن"

بالآخر طالب کے چہرے پر سکون آیا تھا۔۔

طالب کے جاتے ہی اس نے اپنا سر سیٹ کی پشت سے لگایا تھا۔

چہرے کے تاثرات چٹان سے بھی سخت ہوئے تھے بجتے موبائل کو سرد نظروں سے دیکھتے وہ آنکھیں موند گیا۔۔

میں کوئی ایسا گیت گاؤں

کہ آرزو جگاؤں۔۔۔

اگر تم کہو۔۔۔۔

"کیا بات ہے آج موڈ بڑا شاعرانہ سا ہے"

وہ جو سیٹی بجاتے گانا گنگنارہا تھا آواز پر گردن موڑ کر دروازے کے بیچ کھڑی اس بلا کو دیکھنے لگا جس کی موجودگی اسے اس وقت سب سے زیادہ زہر لگ رہی تھی۔

"میری آرزو کر رہے ہو التمش خانزادہ؟"

"میری بھائی کا ابھی اتنا گندا ٹیسٹ نہیں ہوا آرزو میڈم کے وہ تمہاری آرزو کرے"

مہمند خانزادہ کی تمسخر بھری آواز سن التمش خانزادہ مسکرایا۔۔۔وہیں ارزوا سے دیکھ جل کر خاک ہوئی تھی۔

"اب آپ بے شرموں کی طرح یہاں کھڑی رہیں گی یا ہٹیں گی بھی" اسکا انداز ہمیشہ سے ایسے ہی ہوتا تھا۔

ہتک آمیز انداز محسوس کر آرزو پیر پٹخ کو وہاں سے واک آؤٹ کر گئی۔

"خیریت ہے صاحب سب؟"

مہمند کا سوجا منہ دیکھ التمش سیدھا ہوا تھا۔

"وہ لڑکی کون ہے جس سے مل کر التمش خانزادہ کے چہرے سے مسکراہٹ ہی نہیں جا رہی؟"

وہ مہمند خانزادہ تھا کیسے اپنے بھائی سے بے خبر رہتا۔

"بڑے روایتی سے شوہر بن گئے ہو مہمند صاحب یہ تمہارا تو روپ نہیں ہے؟"

تھوڑا آگے ہو کر پوچھتے التمش اسکے زخم ہرے کر گیا۔۔

"بات مت پلٹ"

"میں نے کہا تھا میرے ساتھ چلو مگر نہیں تمہیں شوق تھا ناوہاں رہنے کا لو دیکھ لو کیا انجام ہوا تمہاری محبت کا"

"مجھے اس سے صرف نفرت ہے"

اس نے اپنے ایک ایک لفظ پر زور دیا جس پر التمش کا قہقہ گونجا تھا

صاف مذاق اڑاتا انداز۔۔۔

"یہ بات انہیں کہو جو تمہیں جانتے نہیں ہو میں بھائی ہوں تمہارا"

"بھائی؟"

"بھائی نہیں سوتیلا بھائی بول جسے تیرے خاندان والوں نے کبھی قبول ہی نہیں کیا" اسکے لہجے میں دنیا جہاں کی تلخی تھی۔

"شٹ اپ التمش خانزادہ"

"ہاں ہو جاتا ہوں شٹ اپ"

"کون ہے وہ لڑکی؟"

مہمند کی سوئی اسی ایک بات پر اٹکی تھی اور التمش جانتا تھا کہ ایک بار وہ کسی بات کے پیچھے پڑ جائے تو معاملے کی تہہ تک پہنچ جاتا تھا۔۔

"جب مجھے معلوم ہو جائے گا کون ہے وہ تو میں تجھے بھی بتا دوں گا اس لئے اب مزید مجھ سے کچھ سوال نا کر اور تو خود کو ان رسموں کی بھینٹ ہر گز نا چڑھانا ورنہ حال میرے جیسا ہو جائے گا"

اپنی جگہ سے اٹھتے وہ اسے کہتے کمرے سے باہر نکل گیا جبکہ اسکی بات پر مہمند ساکت رہ گیا۔۔

"مہر گل کہاں رہ گئی ہے یہ لڑکی؟"

زمرد بیگم کب سے تیار کھڑی تھیں اور ان محترمہ کا کوئی اتا پتا نہیں تھا۔۔۔

"ایک تو ان لڑکیوں نے دماغ خراب کیا ہوا وہاں حورے کو کوئی ہوش نہیں اور یہاں مہر کو۔۔"

"بڑی بیگم بڑی بیگم "نیلی کی چہکتی آواز کے ساتھ وہ خود بھی ان کے سامنے ائی۔

"مہمان آ گئے؟"

"نا جی مگر آنے والے ہیں آپ کو بیگم صاحبہ بلا رہی ہیں"

"اچھاٹھیک ہے تم مہر گل کو دیکھو میں جاتی ہوں۔۔"

وہ جلدی سے بیچ کا دروازہ عبور کرتی اسی گھر کے دوسرے حصے میں آئی تھیں۔

یہ گھر شجاع احمد اور قمروز احمد کا تھا جسے بیچ میں دروازہ دے کر علیحدہ تو کیا گیا تھا مگر دل دونوں بھائیوں کے آج بھی جڑے تھے۔۔

سب سے بڑے شجاع احمد اور زمرد بیگم ان کے تین بچے تھے ششماد کائنات اور سب سے چھوٹی مہر گل۔۔۔

جبکہ قمروز احمد اور ثمرہ بیگم کی دو بیٹیاں تھیں زوہا اور حورے جبکہ بیٹا ثاقب جس کا نکاح کائنات سے ہو چکا تھا اور آج زوہا کو دیکھنے کچھ لوگ آرہے ہیں۔۔

مگر مہر گل تو پچھلے دو دنوں سے اپنی دنیا میں گم تھیں۔

ایک انجان شخص پورے استحقاق سے اسکے دل کی مسند پر براجمان ہو چکا تھا اب آگے کیا ہونے والا تھا اسکا فیصلہ تو وقت کو کرنا تھا۔۔

تصویر من۔

فروانور

قسط_4

اسکی گاڑی نظر آتے ہی واچ مین نے پھرتی سے دروازہ کھلا تھا۔

پورچ میں گاڑی پارک کرتے وہ اپنا کوٹ بازو پر ڈالے گاڑی سے اترتے اندر کی جانب بڑھا۔

ٹائی لوز کرتے اس نے سیڑھی پر قدم ہی رکھا تھا جب اپنی ماں کی آواز پر اسکے قدم رکے۔

"کیوں ہمیں آپ کی وجہ سے بار بار دوسروں کے آگے شرمندہ ہونا پڑتا ہے سالک؟"

ان کے لہجے میں شکوہ تھا جو اس نے بہت اچھے سے محسوس کیا تھا۔

"میں مصروف تھا امی" انہیں جواب دیتے وہ اپنے کمرے میں آیا تو وہ بھی اسکے پیچھے کمرے میں آئیں۔

"میں اچھے سے سمجھتی ہوں آپ کی مصروفیات سالک حیدر"

"کیا چاہتی ہیں آپ مجھ سے؟"

وہ تلخ نہیں ہونا چاہتا تھا مگر اچھے سے جانتا تھا آگے ہونے والی باتیں اسکا دماغ بری طرح سے خراب کرنے والی ہیں۔۔

تمہارے تایا بار بار تمہارا پوچھ رہے تھے جانتے بھی ہو کتنی شرمندہ ہوئی ہوں میں ان کے سامنے "

"کیوں ؟ آپ کیوں شرمندہ ہوئی ہیں کیا آپ کا بیٹا کسی کا قتل کر کے بھاگا تھا یا چوری کر کے ؟"

اپنی شرٹ کے اوپری بٹن کھولتے اس نے اپنے تیئں اپنے اندر کی گھٹن کو کم کرنے کی ایک چھوٹی سی کوشش کی تھی۔

"سالک میرے بچے "

"امی آپ مجھے صرف اتنا بتا دیں آخر کب تک آپ اس طرح مجھے ان لوگوں کی وجہ سے ڈانٹیں گی رشتہ ان کے بیٹے کا ہو رہا ان لوگوں سے تعلق رکھنے سے فائدہ تایا ابا کو ہو گا تو میرا وہاں ہونا یا نا ہونا کیا معنی رکھتا ہے ؟"

اس نے خود پر ضبط کے پہرے بٹھائے تھے مگر پھر بھی وہ خود کو تلخ ہونے سے روک نہیں سکا تھا۔۔

"سالک تمہارے تایا ابا چاہتے ہیں تمہاری شادی"

"امی بس"

وہ ایک دم ہی انہیں کچھ بھی کہنے سے روک گیا۔

"سالک وہ اپنی زندگی میں خوش ہے میری جان کیوں اس کے لئے خود کو سزا دے رہے ہو کیا تمہیں اپنی ماں پر رحم نہیں آتا؟"

"مجھے آپ پر رحم آتا ہے امی لیکن آپ کو مجھ پر رحم نہیں آتا۔۔نا پہلے آیا اور نا اب آرہا ہے ہر بار قربانی سالک حیدر کو ہی دینی پڑے گی کیا یہ طے ہے؟"

اسکی آنکھوں میں ٹوٹے ماضی کی پرچیاں تھیں۔۔

بنا مزید کچھ کہے وہ ان کے پاس سے گزرتے واشروم میں بند ہوا تھا۔

اس کی حالت دیکھ زہرا بیگم کا دل کٹ کر رہ گیا۔۔

سراج صاحب کی موت کے بعد وہ بالکل بے آسرا ہوگئی تھیں ایسے میں ان کے جیٹھ اصرار نے ان کی کفالت کی اور زہرہ اس کے بدلے تا عمر ان کی غلام بن گئی تھیں۔۔

مگر سالک حیدر کو یہ غلامی پسند نہیں تھی وہ اس گھٹن زدہ ماحول میں سانس نہیں لے پاتا تھا۔

ماضی کی تکلیفیں اسے جینے نہیں دیتی تھیں اور اپنی ماں کی وجہ سے وہ مر نہیں سکتا تھا۔۔

ناجانے کتنی دیر شاور کے نیچے کھڑا وہ اپنے اندر لگی آگ کو کم کر رہا تھا جو کم ہونے کے بجائے بڑھتی جارہی تھی۔۔

"کیوں۔۔۔کیوں میں ہی کیوں" دیوار پر مکا مارتے وہ زور سے چیخا تھا۔۔

"میں ہی کیوں نامراد رہا میں ہی کیوں خالی ہاتھ رہا میں ہی کیوں"

دونوں ہاتھوں سے بال دبوچے وہ وہیں پانی کے نیچے بیٹھتا چلا گیا۔۔۔

"حورے۔۔۔سوگئی ہو"؟

آدھادروازہ کھولے مہر گل نے جھانک کر کمرے میں دیکھا جہاں حورے بیڈ پر الٹی لیٹی تھی مہر کی آواز پر اس نے زرا سی آنکھیں کھول اسے دیکھا اور پھر نفی میں سر ہلاتی اٹھ بیٹھی۔۔۔

"کیا ہوا ہے تم روئی ہو حورے؟"

اسکی سرخ آنکھوں کو دیکھ مہر گل ایکدم سے پریشان ہوتی اسکے پاس آئی۔

"نہیں۔۔۔ نہین تو وہ بس نیند کی وجہ سے آنکھیں سرخ۔۔ تم بتاؤ کیا ہوا سب خیریت؟"

اسکا ہاتھ تھام حورے نے بات کا رخ بدل دیا۔۔

"مجھے نیند نہیں آرہی یار بابا بہت غصے میں گاؤں کے لئے نکلے ہیں کیا ایک بار پھر لڑائی ہو گی؟"

جس بات کو حورے بھولنا چاہتی تھی وہیں بات مہر گل نے کر کے اس کے دل کو پھر سے تکلیف پہنچائی تھی۔

مہمانوں کے جانے کے بعد شجاع احمد کے پاس کال آئی تھی گاؤں میں ایک بار پھر زمینوں کو لے کر خانوں سے لڑائی ہوئی تھی کچھ لوگ زخمی بھی ہوئے تھے یہ خبر ملتے ہی شجاع احمد اور قمروز احمد فوراً گاؤں کے لئے نکلے تھے۔۔ اور تب سے ہی حورے کی جان حلق میں اٹکی تھی۔۔

اگر کسی کو پتا چل جاتا کہ وہ اور ارمغانِ خان۔۔

اس سے آگے وہ سوچ کر ہی کانپ جاتی تھی۔

"کیا سوچنے لگ گئیں؟"

"نہیں کچھ نہیں"

مہر کے ہلانے پر وہ ہوش کی دنیا میں لوٹی تھی۔۔

"تم سو جاؤ مہر کالج نہیں جانا کیا؟"

کالج کے نام مہر گل کو وہ ستمگر یاد آیا تھا دل غلط راہ کا مسافر ہوا تھا اس نے خود کو سرزنش کی اور بیڈ سے اٹھ بیٹھی۔

"ہمم تم بھی سو جاؤ میں بھی جارہی ہوں سو نے امی وہاں پریشان ہو رہی ہو نگی".

اسے کہتے مہر گل تو چلے گئی مگر وہ ایک بار پھر تکلیف میں گھر گئی۔۔

اسی لڑائیوں کے چلتے وہ لوگ گاؤں چھوڑ کر شہر آ گئے تھے مگر انہیں کیا خبر تھی ان کی بیٹی وہیں گاؤں میں کہیں اپنا دل چھوڑ آئے گی۔۔

"آپ بس جلدی سے آجائیں ارمغان یہاں کچھ بھی ٹھیک نہیں ہے پلیز واپس آجائیں"

تکیے میں منہ دیئے وہ سسکی تھی آنسو گلابی عارض پر بہتے چلے جا رہے تھے۔۔

اس نے محبت کی تھی اب سزا تو اسے ملنی ہی تھی یہ طویل ہجر یہ جدائی کی صوبتیں۔۔۔۔

اور نا ختم ہونے والی خاندانی دو شمنی۔۔۔

رات کا آخری پہر شروع ہو چکا تھا اس اندھیرے کمرے میں سوائے چاند کی چاندنی کے کسی دوسری روشنی کا گزر تک نہیں تھا۔۔

کمرے میں موجود واحد بلب مہمند خانزادہ توڑ چکا تھا۔۔

نینداسکی آنکھوں سے کوسوں دور تھی۔۔پلنگ کے ایک سرے پر گھٹنوں کے بل بیٹھی وہ بے آواز آنسو بہارہی تھی۔

سبز نگینوں جیسی آنکھیں رونے کی شدت سے سرخ ہو رہی تھیں۔۔

کیسا بھیانک کھیل کھیلا تھازندگی نے اس کے ساتھ۔۔

باہر تیز ہوائیں چل رہی تھیں۔

ٹھنڈ محسوس کراس نے سائیڈ رکھا کمبل اپنے گرد لپیٹا تھا یہ ثوبیہ بیگم کی مہربانی تھی جو وہ اسے یہ دے گئی تھیں۔۔

آج اس حویلی میں اسکا تیسرا دن تھا اور کل کے بعد مہمند اسے نظر نہیں آیا تھا اور وہ اسکی شکل دیکھنا بھی نہیں چاہتی تھی جو کچھ اس نے کیا تھا اسکے بعد تو ہر گز نہیں۔۔

وہ انہیں سوچوں میں گم تھی جب خاموش فضا میں فجر کی اذان نے ارتعاش پیدا کیا۔

اپنا چہرہ صاف کرتے وہ اٹھی اور دروازہ کھول باہر نکل آئی۔

سردیوں کی آمد آمد تھی ہوا میں خنکی گھلی تھی۔۔

بے آواز چلتے وہ پچھلے حصے کے آخری کونے میں بنے اس حصے کی جانب آئی جہاں باہر لگے نل سے اسے وضو کرنا تھا۔

زمین پر بیٹھ وہ خاموشی سے وضو کر رہی تھی جب اچانک ہی اس نے اپنے ہاتھ روکے تھے۔

کسی کی نگاہوں کی تپش خود پر محسوس کر اس نے ارد گرد دیکھا خوف سے ریڈھ کی ہڈی میں سرد لہر دوڑی۔

جلدی سے وضو کئے وہ اطراف کا جائزہ لیتے دوپٹہ تیزی سے سر کر جماتی تقریباً بھاگ کر اپنے کمرے میں واپس بند ہوئی تھی۔

کھڑکی سے اسے دیکھتے مہمند نے گہرا سانس ہوا کے سپرد کر کھڑکی بند کی اور خود پر بیڈ پر گرنے کے انداز میں لیٹا۔۔

بالوں کو مٹھیوں میں جکڑے اس نے اپنے دکھتے سر کو سکون دینا چاہا۔

"مجھے آپ اچھی لگتی ہیں اوزے۔۔میں مورے اور بابا کو بھیجوں گا کیا آپ مجھ سے شادی کرینگی ؟"

"مہمند عبدالرحمن اچکزئی نے بھابھی کی منگنی سہیل سے کردی ہے"

ملی جلی آوازیں اسکے دماغ میں ہتھوڑے کی مانند لگ رہی تھیں۔

یہ سوچ ہی اسکا دل جلارہی تھی کہ اس کی محبت کو کسی نے غلط نظر سے دیکھا۔۔

وہ انتہائی قدم نہیں اٹھانا چاہتا تھا مگر یہ دل و دماغ کی جنگ اسے تباہ کرنے کے درپر تھی۔۔

اس سے پہلے اسکا دماغ سوچ سوچ کر پھٹ جاتا وہ جھٹکے سے اپنی جگہ سے اٹھا تھا اور اب اسکا رخ حویلی کے پچھلے حصے میں بنے اس کمرے کی جانب تھا جہاں وہ دشمن جان موجود تھی۔۔

لمبے ڈاگ بھرتا وہ اب اس کمرے کے سامنے کھڑا تھا۔۔

غصے سے اسکی رگیں تنی ہوئی تھیں۔

ایک جھٹکے سے دروازے کو دھکیلتے وہ اندر داخل ہوا تو وہ اسے سامنے ہی جائے نماز پر بیٹھی نظر آئی۔۔

سفید دوپٹے ہے ہالے میں چھپا چاند جیسا چہرہ۔۔ جس نے پہلی ہی نظر میں مہمند خانزادہ کے دل کی دنیا تباہ وبرباد کرڈالی تھی۔۔

کہ وہ اپنا خود کا ہی نہیں رہا تھا۔

بے چین دل پر جیسے کسی نے ٹھنڈے پانی کے چھینٹے مارے تھے کہ وہ ایکدم ہی پر سکون۔ ہوا تھا۔۔

دونوں ہاتھ سینے پر باندھے وہ اب دیوار سے ٹیک لگائے کھڑا اسے نماز ادا کرتے دیکھ رہا تھا جو اسکی موجودگی محسوس کرا اپنی نماز طویل کر گئی تھی۔۔

"میں منتظر ہوں اوزے گل اگر سورج نکل بھی گیا تب بھی میں یہاں سے نہیں ملنے والا۔۔۔" اطمینان سے کہتے وہ اسکا سکون غارت کر گیا تھا۔

سلام پھیرتے اس نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے تو نظروں کی تپش سے اسکے ہاتھ کپکپائے تھے۔

اسکے لزرتے وجود کو دیکھ مہمند خانزادہ کی آنکھوں میں عجیب سا تاثر ابھر کر معدوم ہوا تھا۔۔

دور کہیں سے اسے اپنی ہی کہی بات یاد آئی تھی۔۔

"ان آنکھوں میں اپنے لئے محبت دیکھنے کا تمنائی ہوں یوں آپ کی آنکھوں میں خوف دیکھ میرا
دل جل کر راکھ ہو جاتا ہے"

وہ اسکے سامنے کھڑا اسکی سہمی حالت دیکھ بولا تھا۔

اوزے نے چہرے پر ہاتھ پھیر جائے نماز سمیٹی تو قدم بہ قدم چلتا اسکے قریب آیا تھا بہت قریب کے اوزے کو اپنے قدم پیچھے لینے پڑے تھے۔

"مجھ سے ڈر لگ رہا ہے آپ کو؟"

اسکے حسین چہرے کا طواف کرتے وہ اتنی نرمی سے بولا تھا کہ اوزے نے حیرت سے سر اٹھا کر اسے دیکھا۔

"کیوں کیا میرے ساتھ ایسا اوزے؟ کیوں گھر والوں کو نہیں بتایا؟"

وہ خفا خفا سا کہتے اوزے کی آنکھوں میں نمی لے آیا"

"مہمند"

"میرا نام لینے کا حق آپ کھو چکی ہیں" اپنے انگوٹھے سے اسکے ہونٹوں کو چھوتا وہ سپاٹ لہجے میں کہہ رہا تھا اوزے گل کو خود پر غصہ آیا تھا۔۔

"میں نہیں بھول سکتا کچھ بھی ان لبوں نے کیسے اس شخص کا نام لیا تھا"

اپنا چہرہ اسکے چہرے ہے نزدیک کئے وہ اسکی سانسوں کی روانی اس سے چھین رہا تھا۔۔

"کچھ نہین بھول سکتا میں مجھے آگ میں جھونک دیا اوزے اور اس آگ سے نکلنے کا کوئی راستہ نہیں" وہ بہت اچانک ہی اسکے لبوں پر جھکتے اسکی سانسیں خود میں قید کر گیا۔۔

اس افتاد پر اوزے گل نے سختی سے اسکی شرٹ کو مٹھیوں میں جکڑا تھا۔۔۔

جو اپنے اندر لگی آگ کو اسکے لمس سے مٹانے کی کوشش کر رہا تھا۔

ایک آنسو ٹوٹ کر اوزے کے گال پر بہا تو مہمند خانزادہ ہوش کی دنیا میں آتا ایک جھٹکے سے اسے خود سے دور کر گیا۔

اسکی نم آنکھوں کو دیکھ سختی سے اپنے لب آپس میں پیوست کر تا وہ بنا کچھ کہے ہی کمرے سے نکلتا چلا گیا اور اسکے جاتے ہی اوزے گل کسی کٹی ڈال کی طرح پلنگ پر گرتی روتی چلے گئی۔۔

محبت ملی بھی تو ادھوری نفرت میں ڈوبی ہوئی۔۔۔

کلاس لے کر وہ سیدھا کینٹن آئی تھی آج کل لائف عجیب ہی لگنے لگی تھی اسے۔۔

"ایسے کیا برا سا منہ بنا کر بیٹھی ہے؟"

"میں بہت بور ہو رہی ہوں اور آج کلاسز بھی ساری بورنگ لگیں مجھے بشریٰ"

ٹیبل پر سر ٹکاتے وہ اداسی سے بولی بشریٰ نے غور سے اسکا چہرہ دیکھا۔۔

"مہر کیا تم اسی آدمی کے بارے میں سوچ رہی ہو ابھی تک؟"

"نہیں بالکل بھی نہیں میں پاگل تھوڑی ہوں" ایکدم سے بوکھلاتے وہ سیدھی ہو کر بیٹھی۔۔

"جسے میں جانتی ہی نہیں اسکے بارے میں سوچنا تو بالکل ہی فضول ہے"

خود کو کمپوز کرتے وہ فوراً سے پلٹ گئی تھی۔

بشریٰ نے بغور اسکا چہرہ دیکھا۔۔

"ہمم اچھی بات ہے چل اب گھر چلیں"

"ڈرائیور بابا کا ویٹ کر رہی ہوں تو جا" اسے کہتے وہ خود اسکے ساتھ ہی باہری حصے کی جانب آگئی۔۔

نگاہیں روڈ پر جمائے اسکے دھیان کے دھاگے کچھ روز پہلے ہوئے واقعے کی طرف گئے تھے اس شخص کا یوں اچانک آنا اور پھر اس پر اپنا سحر چھوڑ غائب ہو جانا۔۔۔وہ ابھی تک اس شخص کے سحر سے نکل ہی نہیں سکی تھی اسے اپنی ذات اس ایک شخص کے گرد قید محسوس ہوئی۔۔

ہارن کی آواز پر وہ ہوش کی دنیا میں آئی سامنے اپنے ڈرائیور کو دیکھ اسکا دل برا ہوا تھا دانستہ طور پر ہی سہی مگر وہ اس ایک شخص کی منتظر تھی جو جاتے جاتے اسکا دل بھی اپنے ساتھ لے گیا تھا۔۔۔

"کہاں جانے کی تیاری ہو رہی ہے؟"

وہ اپنا بیگ پیک کر باہر آیا تو سامنے سے آتے اپنے دوست کو دیکھا اسے رکنا پڑا۔۔

"گاؤں جارہاہوں یہاں کا سارا کام اب تیرے زمے "

"وہ تو سب ٹھیک ہے مگر اچانک گاؤں جانے کی کوئی خاص وجہ ؟"

وہ کبھی گاؤں نہیں جاتا تھا اس لئے عامر کو اسکا یوں اچانک جانا تعجب میں مبتلا کر گیا تھا۔

"ہاں ایک بہت ضروری کام سے جارہاہوں اب وہ کام کیا ہے اور اسکی نوعیت کیا ہے یہ تھوڑے پرسنل سوال ہو جائی گے اس لئے آپ برائے مہربانی میرا اتنا کام کر دیجیے گا"

"کمینہ انسان ہے تو"

عامر نے گھور کر اسے دیکھا جو اسکی بات پر کندھے آچکا کر باہر آکر اپنی گاڑی میں بیٹھ گیا۔

"یہ دوستوں کے لئے بھی کیا کیا کرنا پڑتا ہے مگر کوئی بات نہیں میری پری ایک بار واپس آجاؤ پھر میں کرواتا ہوں تمہارے بارے میں سب معلوم"

خود سے کہتے وہ سیٹی بجاتے گاڑی اسٹارٹ کرتا وہاں سے نکلتا چلا گیا۔۔

جاری ہے

#تصویر_من

#فروا_نور

#قسط_5

حویلی میں بڑی نیاز کی تیاریاں چل رہی تھیں حویلی کے پچھلے حصے میں نیاز کے کھانے کی تیاریاں جاری تھیں ایسے میں اسکا وہاں رہنا ٹھیک نہیں تھا اس لئے وہ ثوبیہ بیگم کے کہنے پر ان کے ساتھ اندر حویلی میں آگئی اور اب اسے سمجھ نہیں آرہا تھا کرے تو کیا کرے۔۔

"کیا سوچ رہی ہو اوزے؟"

"کچھ نہیں مورے"

وہ اتنی آہستہ آواز میں بولی تھی کہ ثوبیہ بیگم کو بمشکل ہی سنائی دیا انہوں نے بغور اسے دیکھا۔

"پشمینہ اوزے کو اوپر کمرے میں لے جاؤ وہاں کی صفائی ابھی باقی ہے"

ثوبیہ بیگم کی پکار پر پشمینہ نے حیرت سے اپنی ماں کو دیکھا۔

"اوپر کون سے کمرے میں؟"

"کونے والے کمرے میں" انہوں نے جان کر اس کمرے میں رہنے والے شخص کا نام لینے سے گریز کیا تھا۔۔

"اچھاٹھیک ہے آجائیں بھابھی"

اوزے کو کہتے پشمینہ اسکے ساتھ اوپر آئی اور آدھے راستے سے ہی اسے کمرے کا دروازہ دیکھا دیا۔

"مجھے مورے سے کچھ کام تھا بھابھی آپ جائیں میں آتی ہوں"

اسے کہتی پشمینہ فوراً سے نیچے غائب ہوئی تھی جبکہ اسکے جانے کے بعد اوزے کو سمجھ ہی نہیں آرہا تھا کہ اب کیا کرے۔۔ پہلی بار وہ حویلی کے اس حصے میں آئی تھی ڈر بھی لگ رہا تھا کہ کہیں مہمند اسے نا دیکھ لے وہ ایک بار پھر اسکی آنکھوں میں اپنے لئے نفرت ہرگز نہیں دیکھ سکتی تھی۔۔

دھڑکتے دل کے ساتھ اس نے اوپر اس کمرے کی جانب قدم بڑھائے تھے۔

دروازے کے پاس رک اس نے ہینڈل پر ہاتھ رکھا اب وہ اس کشمکش کا شکار تھی نہ اندر جائے یا نا جائے پشمینہ نے کہا تھا کہ اندر کوئی نہیں ہے۔

"اوزے ہمت کر" خود کو ہمت دیتے وہ ہینڈل گھماتے کمرے میں داخل ہوئی تھی محصور کن خوشبو اسکے نتھنوں سے ٹکرائی۔

اس خوشبو کو سانسوں میں اتارتے اس نے دبیز قالین پر اپنے قدم رکھے۔۔

کمرے کی سجاوٹ دیکھ وہ متاثر ہوئی تھی۔۔

گرے اور وائٹ امتزاج کا یہ کمرہ نفاست سے سجا ہوا تھا۔۔

"اب اس کمرے کی کیا صفائی کروں یہ تو پہلے سے ہی صاف ہے" چاروں طرف نگاہ دوڑانے کے باوجود بھی اسے گندگی نظر نہیں آئی تھی۔۔

اپنے ہی دھیان میں چلتی وہ آگے آئی تو اسکی نظر عقبی دیوار پر لگے فریم سے جا ٹکرائی۔

بلیک شلوار سوٹ پہنے وہ گرے شال اپنے چوڑے شانوں پر ڈالے اپنی بارعب شخصیت کے ساتھ بیٹھا تھا۔

اسے دیکھ لمحے کو اوزے کا دل تیزی سے دھڑکا تھا اسے وہ دن یاد آیا جب پہلی بار اس نے اس بے مہر انسان کو دیکھا تھا۔۔

وہ اس وقت بھی ایسے ہی تو حلیے میں تھا اپنی بارعب شخصیت کا اثر لوگوں پر ڈالتے وہ بنا کسی پر دوسری نگاہ غلط ڈالے سب کو اپنی مغرور پرسنالٹی سے مرعوب کر گیا تھا۔

وہ بنا پلکیں جھپکے اس تصویر کو دیکھنے میں اتنا مگن تھی کہ اسے واشروم کا دروازہ کھلنے اور بند ہونے کی آواز تک نہیں آئی تھی۔۔

مہمند جو فریش ہو کر باہر آیا تھا اسے اپنی تصویر کے سامنے ایسے بت بنے کھڑے دیکھ حیران ہوا تھا۔۔

اور پھر یہ حیرانگی ناگواری میں تبدیل ہوئی تھی۔۔

"کیا کر رہی ہیں آپ میرے کمرے میں" سرد آواز پر اوزے نے جھٹکے سے گردن موڑا اسے دیکھا۔۔

اسے شرٹ لیس دیکھ وہ سٹپٹاتے اپنا چہرہ جھکا گئی۔۔

"آپ۔۔یہاں؟"

"میرے کمرے میں کھڑے ہو کر آپ مجھ سے یہ سوال کر رہی ہیں تعجب کی بات نہیں ہے؟"

اسکا انداز صاف مذاق اڑاتا محسوس ہوا تھا اسے جبھی بے دردی سے لب کاٹتے اس نے مہمند کی طرف دیکھنے سے گریز کیا تھا جو بے شرموں کی طرح اسکے سامنے شرٹ لیس کھڑا تھا۔

"کس سے پوچھ کر میرے کمرے میں قدم رکھا ہے آپ نے اوزے گل اچکزئی؟"

اسکے قریب قدم بڑھاتے وہ ایک ایک لفظ چبا کر کہتا اسکا دل دکھا گیا۔

تو وہ اسے اپنا نام دینے تک کو تیار نہیں تھا۔۔

"ہمم۔۔ ہمیں نہیں پتا تھا کہ یہ آپ کا کمرہ ہے"

تمام ہمت مجتمع کر وہ اتنا ہی کہہ سکی کیونکہ آگے کے الفاظ کہیں منہ میں ہی رہ گئے تھے وہ اسکے سر پر کھڑا اسکے جھکے سر کو خشمگیں نظروں سے گھور رہا تھا۔۔

"اچھا واقعی؟"

اسکا انداز ایسا تھا کہ اوزے کا دل کر رہا تھا وہ بس جادو سے یہاں سے غائب ہو جائے۔۔

"جا رہے ہیں ہم"

اسے کہتے وہ تیزی سے مہمند کے پہلو سے نکلی تھی مگر اس سے پہلے کہ وہ بھاگ کر باہر جاتی مہمند نے ایک جھٹکے سے اسکی کلائی تھام اسے اپنی طرف کھینچا کہ وہ کٹی ڈال کی طرح سیدھا اسکے کشادہ سینے سے ٹکرائی تھی۔۔

"میری اجازت کے بغیر آپ آ تو گئی ہیں اس کمرے میں مگر میری اجازت کے بغیر آپ یہاں سے جا نہیں سکتی ہیں"

اسکے چہرے پر آتے بالوں کو کان کے پیچھے کرتے اسکی نظریں اوزے کے چہرے کا طواف کر رہی تھیں جس پر خوف واضح تھا۔

"کیا ہوا اوزے گل آپ کو مجھ سے ڈر لگ رہا ہے؟" اسکے لہجے میں چھپی چبھن وہ اچھے سے محسوس کر سکتی تھی۔۔

"ہمیں جانے دیں پلیز" وہ منمنائی۔

مہمند خانزادہ کے ہونٹوں پر زہر خند مسکراہٹ آئی۔

"ایسے کیسے؟ اسکی ٹھوڑی کے نیچے ہاتھ رکھ اسکا چہرہ اونچا کرتے اس نے اوزے کے نمکین پانی سے بھرے ان سبز نگینوں کو دیکھا۔۔

"یہ آنسو میری قربت کی وجہ سے؟"

اسکے چہرے کے قریب اپنا چہرہ کرتے وہ ظالم بنا اس سے سوال کر رہا تھا۔۔

"جانتی ہیں ان آتی جاتی سانسوں پر مکمل اختیار رکھتا ہوں مگر وہ کیا ہے نا ایک بار مہمند خانزادہ کے دل سے کوئی اتر جائے تو پھر واپس وہ کبھی اسکے دل میں نہیں آ سکتا اور اوزے کی گل آپ".

اس سے پہلے وہ اپنی بات مکمل کرتا اوزے گل خود پر سے اختیار کھوتی اسکے سینے سے سر ٹکائے پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔۔

اسکے کشادہ سینے پر ہاتھ رکھے وہ روئے ہی جارہی تھی اور اسکا ایک ایک آنسو مہمند کو اپنے دل پر گرتا محسوس ہورہا تھا ضبط سے اس نے اپنے ہونٹ بھینچے تھے۔۔

"میں مر گیا ہوں کیا جو یوں آنسو بہا رہی ہیں؟"

انداز جتنا سادہ لفظ اتنے ہی دل کو چیر دینے والے۔۔

اوزے نے تڑپ کر سر اٹھایا اور بس یہی مہمند خانزادہ اس کے چہرے پر جھکتا اسے دیوار سے پن کرتا بے بس کر گیا۔۔۔

اسکے شدت بھرے لمس پر اوزے کی آنکھیں پھیلیں۔دل ہتھیلی میں دھڑکا اور سانس کہیں سینے میں اٹک گئی تھی۔۔

وہ شخص اپنے اندر کی وحشتیں اسکے اندر اڈیلتے اسے بے جان کر رہا تھا وہ مکمل اسکے سہارے پر تھی اگر وہ اپنا سہارا ہٹالیتا وہ زمیں بوس ہو جاتی۔۔

مکمل اسکی سانسوں کو دسترس میں لئے وہ جیسے پیچھے ہٹنا بھول گیا۔۔اوزے کے چہرے کی نمی اپنے چہرے پر محسوس کر وہ ہوش کی دنیا میں لوٹتے اس نے اپنی گرفت اس پر سے ہلکی کی۔

آزادی ملتے ہی مہمند کو پیچھے دھکیلتی وہ اسکی پہنچ سے دور ہوتے کمرے سے نکلتی چلے گئی گہرا سانس بھرتے مہمند نے اپنے بالوں میں انگلیاں چلائیں وہ جتنا اس سے دور رہنا چاہتا تھا وہ اسکے اتنا ہی قریب جارہا تھا۔

جو اسکی نظر میں غلط تھا۔۔

خود کو سرزنش کرتے وہ اپنے کپڑے لیتے ڈریسنگ روم میں بند ہوا تھا۔۔

آفس کے لئے تیار ہوتے اس نے جیل سے اپنے بال سیٹ کئے اور ٹائی ٹھیک کرتے وہ ڈریسنگ سے گھڑی اٹھاتا اپنے کمرے سے نکلا تھا۔

سیڑھیاں اترتے وہ باہر کی جانب بڑھا تھا مگر اپنے نام کی پکار پر اسکے قدم رکے وہیں چہرے پر کوفت بھرے تاثرات ابھرے تھے۔

"سالک۔۔۔۔"

تایا جان نے ایک بار اسے پکارا.جس پر نا چاہتے ہوئے بھی وہ اپنے قدم واپس لیتا ان کے پاس آیا تھا جو اس وقت سب کے ساتھ ڈائننگ ٹیبل پر بیٹھے تھے۔۔

"اسلام و علیکم"

بنا کسی کو مخاطب کئے اس نے سلام کیا۔۔

"آجاؤ ناشتہ کرو کتنا وقت ہو گیا ساتھ بیٹھ کر ناشتہ نہیں کیا"

ان کی بات پر فراز کے برابر بیٹھی عائشہ نے سر اٹھا کر اسے دیکھا جو اس وقت سفید اور سیاہ ٹیکسڈو میں اپنی وجاہت سے بھرپور پرسنالٹی لئے اسکے سامنے موجود تھا۔

"مجھے آفس کے لئے دیر"

"تھوڑی دیر آج تایا کے لئے کرلو" وہ جوانہیں انکار کررہا تھا اپنی ماں کے اشارے میں لب بھینچے ان کے پاس موجود خالی کرسی گھسیٹ کر بیٹھ گیا جبکہ خود پر پڑتی نظروں سے وہ انجان ہرگز نہیں تھا۔۔

"کل آپ کا ہم نے انتظار کیا مگر آپ نہیں آئے پھر زہرہ سے پتا چلا آپ ایک میٹنگ میں پھنس گئے تھے"

انہوں نے بات کا آغاز کیا جس پر اس نے اپنی ماں کو دیکھا جو اسکے دیکھتے ہی نگاہیں پھیر گئیں۔۔

"آج کل آفس میں کافی کام ہے تو فرصت نہیں ملتی تایا ابو"

نرمی سے جواب دیتے اس نے گرم چائے کا کپ لبوں سے لگایا تھا یہاں سب کی موجودگی میں بیٹھنا اسے کوفت میں مبتلا کر رہا تھا۔۔

"ہم آپ ہمارے ساتھ اسٹڈی میں آئیں کچھ ضروری بات کرنی ہے"

اسے کہتے وہ اٹھ کر اپنی اسٹڈی کی جانب بڑھے تو اسے بھی ان کی پیروی کرنی پڑی۔۔

اسٹڈی میں آتے وہ ان کے سامنے رکھی کرسی پر بیٹھا۔

اسکے بیٹھتے ہی انہوں نے اپنی بات کا آغاز کیا تھا

"ہمم کل ہم اپنے پرانے دوست سے ملنے گئے تھے شجاع اور قمروز۔۔ان کی بیٹی ہم نے کامران کے لئے پسند کی ہے"

"جی" اسے سمجھ نہیں آیا کہ وہ اسے یہ بات کیوں بتارہے ہیں۔۔

"ان کی ایک چھوٹی بیٹی ہے حورے ہم چاہتے ہیں اسکی شادی آپ سے ہو سالک حیدر"

تو بالآخر بلی تھیلے سے باہر آگئی تھی۔

"سوری تایاابو مگر میں فلحال شادی نہیں کرنا چاہتا میرے پاس شادی کے لئے بالکل بھی وقت نہیں ہے"

اپنی جگہ سے اٹھتے وہ سپاٹ انداز میں انہیں اپنا جواب دے گیا جس پر اصرار صاحب نے سر اٹھا کر اسے دیکھا۔

"فیصلہ کرنے میں کوئی جلد بازی مت کریں سالک حیدر۔۔ ہم آپ کو سوچنے کا کچھ وقت دے رہے ہیں سکون سے سوچ کر مجھے جواب دیجئے گا"

انہوں نے اسکے انکار کو نظر انداز کیا جس پر خون کے گھونٹ پیتے وہ کمرے سے نکلا مگر دروازے کے باہر کھڑی عائشہ کو دیکھ وہ بنا رکے وہاں سے نکلتا چلا گیا۔۔

عائشہ نے گردن موڑ اسے جاتے دیکھا اور پھر ہولے سے مسکرائی۔۔

مسلسل بجتے فون کی آواز پر تیزی سے سیڑھیاں اترتے وہ لاونج میں آئی تھی پورا گھر سناٹوں کی زد میں تھا۔

"اففف یہ کال کرنے والے کو بھی سکون نہیں ہے"

فون اٹھاتے وہ وہی۔ صوفے پر بیٹھ گئی۔۔

"ہیلو؟؟؟ہیلو؟" دوسری طرف سے جواب نا پاتے اس نے حیرت سے فون کو دیکھا کال کرنے والا بات کیوں نہیں کر رہا تھا۔۔

اس نے کندھے اچکاتے فون کریڈل پر رکھا تبھی اسے سیڑھیاں اترتے حورے نظر آئی جو اس وقت سیاہ لباس پہنے سلیقے سے دوپٹہ سر پر جمائے اسکے پاس آئی تھی۔۔

"کس سے بات کر رہی تھی مہر؟"

"پتا نہیں کوئی بولا ہی نہیں اچھا خاصا میں اپنا کام کر رہی تھی اس کال کی وجہ سے مجھے اٹھ کر آنا پڑا"

مہر کے منہ بنانے پر وہ ہولے سے مسکرا اٹھی۔۔

"حورے ایک بات پوچھوں"

اسے اپنے پاس بیٹھاتے مہر اسکے قریب ہوئی جس پر حورے نے حیرت سے اسے دیکھا۔

"کیا؟"

"تم اتنی اداس کیوں رہنے لگی ہو میں اتنے دنوں سے نوٹ کر رہی ہوں کوئی بات ہے جو تمہیں پریشان کر رہی ہے تو تم مجھ سے شئیر کر سکتی ہو"

"ارے نہیں ایسا کچھ بھی نہیں ہے بس بابا اور تایا ابو گاؤں گئے ہیں نا تو میرا دل بہت پریشان ہو رہا ہے"

وہ چاہ کر بھی اپنی پریشانی کسی سے شئیر نہیں کر پا رہی تھی محبت کر لی تھی مگر اب ہمت جواب دینے لگی تھی۔۔

"حورے کوئی ٹینشن ہے تو پلیز مجھے سے شئیر کرو نا"

مہر کو اپنے لئے پریشان دیکھ اس نے نرمی سے اسکا ہاتھ تھاما۔

",ایسا کچھ نہیں ہوا ہے بس ٹھیک ہے میں کچھ بنا کر لاتی ہوں بھوک لگ رہی ہے بہت",

مہر کو کہتی وہ اٹھ کر کچن میں آگئی آنے والے وقت کا سوچ سوچ اسے ہول اٹھ رہے تھے اپنا دھیان ساری سوچوں سے ہٹاتے وہ اپنے آپ کو کام میں مصروف کرنے لگ گئی۔۔

گاڑی سے اترتے وہ تیزی سے اندر کی جانب بڑھا تھا مگر سامنے لاونج میں بیٹھے شخص کو دیکھ اسکے چہرے کے تاثرات فورآ سے تبدیل ہوئے تھے۔

"تو۔۔یہاں ؟"

"میرے یار" دونوں بانہیں واکئے ارمغان خان نے التمش کو دیکھا جو بناوقت ضائع کئے اسکے سینے سے لگا تھا۔

"میرا بھائی میرا یار" اسے خود میں بھینچتے وہ وہاں موجود سب کے چہروں پر مسکراہٹ بکھیر گیا۔

"کمینے واپس کب آیا اور مجھے بتانا بھی ضروری نہیں سمجھا؟"

"اگر بتادیتا تو یہ خوشی کیسے دیکھتا تیرے چہرے پر؟"

اسکے گلے میں بازو ڈالے وہ چہکا۔۔

"چل آجا کمرے میں چلیں"

اسے ساتھ لئے وہ کمرے میں آیا اور بیڈ پر گرنے کے انداز میں بیٹھا جبکہ التمش وہیں اسکے سامنے موجود صوفے پر بیٹھا تھا۔

"یہ سب کیا ہو رہا ہے تایا جان پھر اس زمین کی وجہ سے خود کو پریشان کر رہے ہیں؟"

وہ سنجیدہ تھا ارمغان سیدھا ہوا۔

وہ اسکے تایا کا بیٹا تھا وہ اپنی ماں کے ساتھ بھلے نئی زندگی کی شروعات کرنے گیا تھا مگر اس کے ددھیال والوں نے اسے اکیلا نہیں چھوڑا تھا۔

"ان کو برباد کرنے کے لئے اس زمین کا ٹکڑا کافی نہیں ہے"

"اسی لئے تو میں اس نے اس بار ان کی بہت قیمتی چیز پر ہاتھ مارا ہے"

ارمغان کی بات پر وہ چونکا۔۔

"کس کی بات پر رہا ہے؟"

"قمروز احمد کی بیٹی کی۔۔ جس طرح انہوں نے ہمیں برباد کیا اب اپنی ہی بیٹی کی وجہ سے سارے جہاں میں بدنام وہ ہوں گے اور ہم یہاں بیٹھ کر ان کا تماشہ دیکھیں گے"

خباثت سے کہتے وہ قہقہ لگا اٹھا جبکہ اسے اس طرح دیکھ التمش دھیمے سے مسکرا دیا۔۔

"اور پھر ہمارا بدلہ پورا ہو گا"

کہتے ساتھ ہی التمش اور اس نے قہقہ لگایا تھا

دور کھڑی ان کی قسمت ان پر ہنس رہی تھی اور وہ دونوں ہی اس بات سے انجان تھے۔۔۔

#تصویر_من

#فروا_نور

#قسط_6

وہ جلے پیر کی بلی کی طرح پورے کمرے میں چکر کاٹ رہی تھی اس کے بابا اور تایا جان کچھ وقت پہلے ہی گاؤں سے واپس آئے تھے اور اب اندر سبھی بڑوں کی میٹنگ چل رہی تھی اور اس میٹنگ میں کیا ہونے والا تھا اسکا اسے زرا برابر بھی علم نہیں تھا لیکن اسکا دل کہہ رہا تھا کہ کچھ غلط ہونے والے ہے۔۔۔

مسلسل چکر کاٹتے وہ تھک گئی تو اپنے کمرے سے نکلتے وہ نیچے آگئی اسکا ارادہ تایا جان کے پورشن کی جانب جانے کا تھا مگر بجتے فون نے اسکے باہر بڑھتے قدموں کو روکا۔۔۔

دل تو تھا کہ فون نا اٹھائے نگر ضروری کال کا سوچ وہ ٹیبل تک آئی اور صوفے پر ٹکتے فون کال سے لگایا۔۔

"ہیلو؟"

"حورے میری جان"

اسکے ہیلو کے جواب میں جو انداز تخاطب چنا گیا تھا اس نے حورے کا دل بری طرح سے دھڑکا یا تھا۔

یہ آواز یہ لب ولہجہ وہ سن پڑگئی تھی۔۔

"کون؟"

دھڑکتے دل پر ہاتھ رکھے اس نے بمشکل یہ لفظ ادا کیا تھا جبکہ اسکے پوچھنے پر فون کے دوسری جانب موجود ارمغان خان کے چہرے پر تلخی بھری مسکراہٹ ابھر کر معدوم ہوئی۔

"واہ ایک ہم ہیں کہ سمندر پار بھی آپ کی یاد سے الجھے رہے اور آپ پوچھتی ہیں کہ ہم کون؟"

"خان" اسکی آواز سرگوشی سے بھی کم تھی۔۔

"ہاں میری جان میں تمہارا خان۔۔۔"

اسکے لفظوں کا چناؤ ایسا تھا کہ حورے کے گال دہک اٹھے۔

"کیسی ہو؟"

"میں ٹھیک ہوں آپ کیسے ہیں؟"

وہ بہت محتاط انداز میں ادھر ادھر دیکھ رہی تھی

"میں تو یہاں انگاروں پر لوٹ رہا ہوں سوچا تھا واپس آؤ گا تو مجھے میری حورے ملے گی میں اسے اپنا بنالوں گا اسکے باپ اور تایا کے آگے جھک جاؤں گا مگر یہاں تو معاملہ ہی الٹا پڑ گیا ہے"

وہ لہجے میں تھکن و بے بسی لئے گویا ہو تا حورے کا دل زخمی کر گیا۔۔

"کاش وہ مجھے اپنے ہاتھوں سے مار دیں"

"آپ ایسے کیوں کہہ رہے ہیں خان؟"

وہ فوراً سے تڑپی تھی جبکہ اسکے تڑپنے پر ارمغان خان مسکرایا تھا۔

"میں اپنے گھر والوں کو بھیجنا چاہتا ہوں حورے میں اب مزید تم سے دور نہیں رہ سکتا" وہ جیسے خود سے ہار گیا تھا۔۔

"خان میں"

"مجھے بس ایک بات کا جواب دو حورے اگر تمہارے گھر والے نا مانے تو کیا تم میرے ساتھ چلو گی میری دنیا میں؟"

وہ یہ اس سے کیا پوچھ رہا تھا اسے کیسے امتحان میں ڈال تھا۔

اس سے پہلے وہ کوئی جواب دیتی قدموں کی چاپ اس وہ کھٹاک سے فون کریڈل پر رکھتے بھاگ کر اپنے کمرے میں آئی اور دروازہ اچھے سے لاک کیا تھا۔

دل تھا کہ باہر نکلنے کو بیتاب ہو رہا تھا۔۔

"حورے۔۔۔حورے کہاں ہو بیٹا؟"

اپنی ماں کی آواز پر اس نے بمشکل خود کو سنبھالتے اپنا آنسوؤں سے تر چہرہ صاف کیا اور خود کو مضبوط کرتے وہ دروازہ کھول باہر آئی تھی۔۔

"جی امی؟"

"کہاں تھی بیٹا کب سے آوازیں دے رہی ہوں"

"وہ امی"

"اچھا سنو شام زوہا کا نکاح ہے اس لئے وقت بہت کم ہے تم میرے ساتھ آؤ"

"نکاح؟"

اس نے حیرت سے اپنی ماں کو دیکھا ابھی کچھ دن پہلے ہی تو لڑکے والے زوہا کو دیکھ کر گئے تھے اور اب اچانک نکاح

"کوئی سوال کے کرو بیٹا بس جلدی سے تیاری کرواؤ مغرب کے بعد زوہا کا نکاح ہے ہم مزید دیر نہیں کر سکتے" اسے اپنے پیچھے آنے کا کہتے وہ اندر اپنے کمرے کی جانب بڑھیں تو ناچار اسے بھی ان کے پیچھے جانا پڑا۔۔

"بھائی صاحب زوہا کا نکاحِ تو ہو رہا ہے مگر آگے گھر میں اور بھی بچیاں ہیں ہم کیا کریں گے؟"

قمروز احمد نے پریشانی سے اپنی بھائی سے پوچھا جو خود کرسی پر بیٹھے گہری سوچ میں گم تھے۔

"دیکھو قمروز اس شخص کی دشمنی فنکارے ساتھ ہے وہ سب سے پہلے تمہاری کمزوریوں پر وار کرے گا اس لئے وقت رہتے ہمیں زوہا اور حورے دونوں کو محفوظ کرنا ہے"

"لیکن بھائی صاحب حورے ابھی چھوٹی ہے اور اسکے لئے کوئی رشتہ بھی نہیں ہے"

"جانتا ہوں قمروز مگر ان لوگوں کا نشانہ ہمارے گھر کی بیٹیاں ہونگی آج زوہا کا نکاح ہو جائے اس کے بعد اصرار سے بات کرتا ہوں اسکا بھتیجا بہت لائق ہے وہ ضرور حورے کو اپنی بہو بنا لے گا"

وہ جیسے سارا کچھ سوچے ہوئے تھے۔

قمروز احمد راضی تھے یا نہیں مگر وہ چپ ضرور ہو گئے تھے۔۔

"اب تم جاؤ نکاح کی تیاریاں کرو آگے جو ہو گا ہم مل کر دیکھ لیں گے" انہیں ایسے ہی کھڑا دیکھ شجاع احمد نے کہا جس پر وہ سر ہلاتے باہر کی جانب بڑھے۔۔

"آگے کا کیا پلین ہے محترم؟"

التمش نے بالکونی میں ریلنگ سے ٹیک لگائے کھڑے ارمغان کو دیکھ سیگریٹ سلگھایا۔۔

"کسی کو تباہ کرنے کی تیاری ہے اور کیا؟"

کمینگی سے ہنستے اس نے التمش کے ہاتھ سے سیگریٹ کے کر لبوں میں دبایا جس پر التمش نے اسے گھور کر دیکھا۔۔

"تجھے لگتا ہے وہ لڑکی مان جائے گی تیرے ساتھ آنے کے لئے ؟"

"وہ پاگل ہے میرے پیچھے جب وہ اپنے باپ کے دشمن سے محبت کر سکتی ہے تو اسکے ساتھ آگے بھی بڑھ سکتی ہے"

"ایک بات بتا"

"کیا؟"

"تجھے اس تمام عرصے میں ایک بار بھی اس سے محبت نہیں ہوئی؟"

"نہیں" ارمغان نے بنا سوچے سمجھے فوراً سے جواب دیا۔

"میں اس کے قریب نفرت کی غرض سے گیا تھا اور مجھے اس سے نفرت ہی کرنی تھی ہاں اسے خود سے محبت کرنے پر مجبور کرنا تھا جو کہ میں کر چکا ہوں اب بس مجھے اس دن کا انتظار ہے جب قمروز احمد ہمارے قدموں میں گرے گا"

اسکی آنکھوں میں انتقام کی آگ تھی التمش نے اسکا سرخ چہرہ دیکھا اور پھر سر جھٹک کر باہر کی جانب دیکھنے لگا جہاں تا حد نگاہ ہریالی ہی ہریالی تھی ایسے میں کسی کا چہرہ چھن سے اسکی آنکھوں کے سامنے آیا تھا چہرے پر الوہی مسکراہٹ نے احاطہ کیا۔۔

"آپ کیوں مسکرا رہے ہیں سب خیریت تو ہے؟"

ارمغان نے اسے مشکوک نظروں سے دیکھا جس پر التمش کی مسکراہٹ فوراً سے سمٹی۔۔

"اب کیا مسکرانا بھی گناہ ہے؟"

"گناہ کا تو پتا نہیں لیکن تجھ جیسا بندہ اگر مسکرائے تو لازمی کچھ گڑبڑ ہے"

"بکواس بند کر اور اپنے کام پر دھیان دے یہ نا کو کہ سارا پلین برباد ہو جائے۔۔"

اسے کہتے وہ اسکے پاس اٹھتا باہر آ گیا اس سارے مسئلے میں الجھ کر وہ خود کو بھی بھول گیا تھا لیکن اس نے سوچ لیا تھا یہاں سے فارغ ہوتے ہی وہ اس حسین لڑکی سے بات کرے گا جو اسکی نیندیں حرام کر کے خود سکون سے بیٹھی تھی۔

مہمند آئینے کے سامنے کھڑا اپنے بال سیٹ کر آپ خود پر پرفیوم چھڑک رہا تھا جب نیچے سے آتے شور نے اسکی توجہ اپنی جانب مبذول کروائی تھی۔۔

پرفیوم کی بوتل ڈریسنگ پر رکھتا وہ کمرے سے باہر آیا تو نیچے عجیب سے ہلچل دیکھی۔

"پشمینہ کیا ہوا ہے!"؟

"لالہ اوزے بھا۔میرا مطلب اوزے باہر آگ کے پاس گر گئی ہیں"

اسکے سر پر دھماکہ کرتی وہ وہاں غائب ہوئی جبکہ اسکی تکلیف کا سن وہ بنا لمحہ ضائع کئے تیزی سے سیڑھیاں پھلانگتے حویلی کے پچھلے حصے کی جانب آیا تھا جہاں وہ ثوبیہ بیگم کے حصار میں چھپی سسک کر رہ رہی تھی۔

"اوزے۔۔۔ کیا ہوا اوزے؟"

وہ سب کو ہٹاتا اسکے پاس آیا جس کی گردن اور ہاتھ بری طرح سے سرخ ہو چکے تھے جبکہ پاؤں سے خون رس رہا تھا۔

اسکی حالت دیکھ وہ لمحے میں اسے بانہوں میں بھیرتے باہر کی جانب لپکا تھا جبکہ اسکے پیچھے ستہ ثوبیہ بیگم کو وہ اشارے سے روک چکا تھا۔

سب کی موجودگی میں وہ اسکی بانہوں میں موجود اپنی تکلیف بھولتی شرم سے لال ہو چکی تھی۔۔

بنا وقت ضائع کئے وہ اسے گاڑی میں بیٹھاتے تیزی سے ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھا اور گاڑی کا رخ شہر کی جانب کیا۔۔۔

"اوزے رونا بند کریں بس ابھی ہم پہنچ رہے ہیں ہاسپٹل سب ٹھیک ہو جائے گا"

اسکے سسکتے وجود کو دیکھ وہ بے بسی کی انتہا پر تھا۔۔

اسکے نرم انداز پر اوزے کو ایک بار پھر شدت سے رونا آیا تھا۔

مہند نے بے بسی سے اسے روتے دیکھا اور پھر لب بھینچتے خاموشی سے گاڑی ڈرائیو کرنے لگا۔

گاڑی ایک جھٹکے سے اسپتال کے باہر رکی تو وہ اگر کر اوزے کی جانب آیا اور دروازے کھول اسکے منع کرنے کے باوجود بانہوں میں لئے پیر سے دروازہ بند کرتا اندر بڑھا تھا۔

اسے دیکھتے ہی ڈاکٹر فوراً سے اوزے کے پاس آئی تھی۔

اوزے کو بیڈ پر لٹاتے اس نے بے چینی سے ڈاکٹر کو دیکھا جو اوزے کا زخم دیکھ رہی تھی جبکہ اوزے سر جھکائے بس آنسو بہانے میں مصروف تھی۔۔

"زیادہ گہرے زخم نہیں ہیں"

"ایسے کیسے زیادہ زخم نہیں ہیں آپ غور سے دیکھیں کیسے ان کے ہاتھ لال ہو رہے ہیں پیر پر دیکھیں"

اس نے بولتے ساتھ اوزے کے ہاتھ ڈاکٹر کے سامنے کئے جس پر وہ زیر لب مسکراتی اس دیوانے کو دیکھنے لگیں اور دیکھ تو اسے اوزے بھی رہی تھی ابھی کچھ دیر پہلے وہ اس سے نفرت کا اظہار کر رہا تھا اور اب۔۔۔

"اچھا آپ تو ریلکس کریں میں دیکھ رہی ہوں آپ پریشان نا ہوں"

اسے کہتے ڈاکٹر اوزے کی جانب متوجہ ہو گئی اس کے زخموں پر مرہم رکھ انہیں اسے جانے کی اجازت دی۔۔

اسکا رونا بند ہوتا دیکھ مہمند نے اسے دیکھا۔

"چلو گھر چلیں"

ڈاکٹر سے اجازت لیتے اس نے اوزے کی جانب ہاتھ بڑھایا جسے وہ خاموشی سے تھام گئی۔

اسے گاڑی میں بیٹھاتے وہ خود ڈرائیونگ سیٹ پر آکر بیٹھا تھا چہرے پر سنجیدہ تاثرات ایسے تھے کہ اوزے نے ایک نظر اسے دیکھا اور پھر لب کچلتے اپنا سر جھکا گئی۔۔

تھوڑی دیر پہلے وہ اسکے لئے کتنا فکر مند ہو رہا تھا اور اب ایسے اجنبی جیسے جانتا ہی ناہو۔۔۔

گاڑی حویلی کے احاطے میں ایک جھٹکے سے آکر رکی تھی۔

"میری ہمدردی کو کوئی دوسرا رنگ مت دینا میرے خون بہا میں آنے والی کو تکلیف دینے کا حق اور کسی کو بھی نہیں ہے اس لئے کسی خوش فہمی میں مت رہنا"

اسے کہتے وہ جھٹکے سے گاڑی سے نکلتے اندر کی جانب بڑھ گیا جبکہ اوزے نا جانے کتنے لمحے اپنی جگہ سے ہل تک نہیں سکی۔۔

"اوزے"

وہ جو ساکت بیٹھی تھی ثوبیہ بیگم کی آواز پر اس نے خالی نظریں اٹھا کر انہیں دیکھا اور اسکے دیکھنے کا انداز ایسا تھا کہ ثوبیہ بیگم کا دل کٹ کر رہ گیا۔

"آجاؤ باہر میری جان"

اسکا ہاتھ تھامے اسے گاڑی سے اتارتے اندر کی جانب بڑھی تھیں۔

"مجھے اندر نہیں جانا"

"بیٹا آپ کی طبعیت نہیں ٹھیک آپ میرے ساتھ"

"پلیز مجھے اندر نہیں جانا"

اسکے چہرے پر خوف دیکھ انہوں نے لب بھینچے۔۔

ان سے اپنا ہاتھ چھڑاتے وہ لڑکھڑاتے قدموں کے ساتھ واپس اس کمرے میں آئی تھی جہاں وہ اتنے دنوں سے رہ رہی تھی۔

دروازہ بند کرتے وہ پلنگ پر آکر بیٹھی۔

آنسو بھری آنکھوں کو زور سے مسلتے اس نے اپنا سر تکیہ پر ٹکایا۔۔

"بالکل ٹھیک کر رہے ہیں آپ میرے ساتھ مہمند میں اسی قابل ہوں یا شاید اس سے بھی برے رویے کی"

خود سے کہتے اس نے بے دردی سے اپنے ہاتھ اور پیر پر بندھی بینڈ تیج نوچ کر خود سے الگ کر دور پھینکی۔۔

درد کی لہر پورے وجود میں سرائیت کر گئی مگر دل کی تکلیف اس سے کئی گنا زیادہ تھی۔۔

"یہ آپ کیا بول رہے ہیں قمروز حورے ابھی چھوٹی ہے ایسے کیسے اس کی شادی وہ ابھی صرف انیس سال کی ہے؟"

ثمرہ بیگم نے حیرت سے اپنے شوہر کو دیکھا۔

"یہ عمر شادی کے لئے بالکل ٹھیک ہے اور ویسے بھی بیٹیوں کے فرض سے جتنی جلدی فارغ ہوا جائے اچھا ہے۔۔"

"قمروز ایسا کیا ہوا ہے جو آپ اسکی اچانک شادی کا فیصلہ کر رہے ہیں آپ نے تو خود کہا تھا نا آپ اتنی جلدی اسکی شادی نہیں کرینگے"

انہیں اپنے شوہر کا یہ اچانک فیصلہ کھٹک رہا تھا۔

"ہاں لیکن رشتہ اچھا ہے اور مجھے نہیں لگتا کہ ہمیں دیر کرنی چاہیے اصرار بھائی کو بھائی صاحب بہت اچھے سے جانتے ہیں دوسرا زوہا اور حورے ایک ہی گھر میں جائینگی اس سے اچھا اور کیا ہوگا؟"

وہ ہر طرح سے انہیں جواب دے کر مطمئن کرنے کی کوشش کر رہے تھے۔۔

"آج زوہا اور کے نکاح کے ساتھ وہ حورے کا رشتہ لے کر آرہے ہیں اس لئے بہتر ہے آپ بچیوں کو سمجھا دیجئے گا"

انہیں کہتے وہ کمرے سے نکل گئے جبکہ ثمرہ بیگم عجیب سی کشمکش کا شکار ہوئی تھیں۔۔

آج کاظمی ہاؤس میں اس وقت ہلچل مچی ہوئی تھی ہوتی بھی کیوں نا آج اصرار صاحب کے لاڈلے بیٹے کا نکاح تھا۔۔

گھر میں تیاریاں اپنے زوروں پر تھیں ایسے میں جہاں سب خوشی خوشی تیاریاں کر رہے تھے وہیں زہرہ بیگم پریشانی سے کبھی گھڑی کو دیکھتیں تو کبھی دروازے کو انہوں نے سالک کو کہا بھی تھا کہ وہ جلدی آجائے مگر وہ ابھی تک نہیں آیا تھا۔۔

"زہرہ سالک کہاں ہے جانے کا ٹائم ہو گیا ہے کیا آج بھی یہ لڑکا نہیں آئے گا؟"

عائشہ کے ساتھ لاونج میں آتی روبینہ بیگم نے ماتھے پر بل ڈالے ان سے پوچھا۔۔

"بس آتا ہو گا بھابھی کہہ رہا تھا میٹنگ ختم ہوتے ہی آجائے گا"

جھوٹ بولتے انہوں نے اپنے بیٹے کا دفاع کیا تھا۔۔

"کیا ہوا سالک ابھی تک نہیں آیا؟"

اصرار صاحب نے آتے ہی ان سے سالک کا پوچھا۔

اس سے پہلے وہ کوئی جواب دیتیں داخلہ دروازے سے داخل ہوتے سالک نے اپنی ماں کو ان سوال جواب سے بچایا تھا۔

"لو آگیا برخودار وقت کم ہے جلدی سے تیار ہو کر آجاؤ"

اسے دیکھ مسکراتے اصرار صاحب نے اس سے کہا جس پر سر ہلاتے وہ اپنے کمرے کی جانب بڑھ گیا تھا۔

وہ شاور لے کر باہر آیا مگر کمرے میں عائشہ کو دیکھ اسکے کشادہ ماتھے پر بل پڑے تھے۔

"مجھے لگا تھا تم نہیں آؤ گے"

اسکی بات پر کوئی جواب نا دیتے وہ خاموشی سے آئینے کے سامنے آکر تیار ہونے لگا۔

عائشہ نے مسکراتی نظروں سے اسے دیکھا۔

وہ آج بھی ہمیشہ کی طرح وجیہہ لگ رہا تھا۔۔

"آج تمہاری دولہن دیکھنے جا رہے ہیں ہم واؤ سالک حیدر مجھے لگا تھا تم کبھی شادی نہیں کرو گے"

پرفیوم کی بوتل ڈریسنگ پر رکھتے سالک نے ایک نظر عائشہ کو دیکھا اور پھر بنا کچھ بولے اپنا

موبائل اٹھاتے وہ کمرے سے نکلتا چلا گیا۔۔

ہتک کے احساس سے عائشہ کا چہرہ سرخ ہوا تھا غصے سے مٹھیاں بھینچے اس نے اس جگہ کو دیکھا جہاں سے کچھ دیر پہلے وہ گزرا تھا۔

#تصویر_من

#فروا_نور

#قسط_7

"نکاح زوہا اپیا کا ہے اور کھوئی کھوئی ہماری حورے ہے خیریت تو ہے؟"

وہ تینوں اس وقت زوہا کے کمرے میں موجود اسکی تیاری میں مدد کر رہی تھیں جبکہ مہر گل ہر تھوڑی دیر بعد زوہا کو چھیڑتے اب اپنا رخ حورے کی جانب کر چکی تھی۔۔

"نہیں ایسی تو کوئی بات نہیں" دھیمے سے مسکراتے وہ اتنا ہی کہہ سکی۔۔

"حورے بچے آپ ابھی تک تیار نہیں ہوئیں مہمان آنے والے ہونگے جائیں آپ جا کر تیار ہوں فوراً"

ثمرہ بیگم نے اسے دیکھا تو فوراً سے اسے جانے کا کہا۔۔

ثمرہ بیگم کے کہنے پر وہ اپنے کمرے میں آکر تیار ہونے لگی دل نا جانے کیوں بری طرح سے گھبرا رہا تھا دھڑکنوں کی رفتار تیز ہوتی جارہی تھی۔۔

"کچھ نہیں ہوگا حورے سب اچھا ہوگا ٹینشن مت لو"

خوڑ سے کہتے وہ تیار ہونے لگی تبھی باہر مہمانوں کے آنے کا شور اٹھا تھا اپنی تیار کو آخری ٹچ دیتے وہ دوپٹہ سنبھالے زوہا کے پاس آئی۔۔

"اوہو انہیں تو دیکھو زرا"

مہر گل نے کمرے میں داخل ہوتی حورے کو دیکھ ہوٹنگ کی۔

جو اس وقت کائی رنگ کے پیروں کو چھوتی فراک میں لائٹ سے میک اپ کے ساتھ بے انتہا حسین لگ رہی تھی اوپر سے اسکے ہونٹوں کے پاس تل جو اسکی خوبصورتی میں چار چاند لگا رہا تھا۔۔

اس سے پہلے حورے جواب میں اسکو کچھ کہتی ثمرہ اور زمرد بیگم ایک ساتھ کمرے میں آئی تھیں۔۔

"تم دونوں یہاں ہو نیچے مہمانوں کو کون دیکھے گا حورے بچے تم جاؤ اور وہاں نیلی کے ساتھ پھولوں کے تھام لان میں رکھواؤ اور تم مہر گل"

حورے کو کہتے وہ مہر گل کی جانب متوجہ ہوئی تھیں۔جو ان سے چھپنے کی کوشش کر رہی تھی۔۔

"تم یہاں زوہا کے پاس رہو باہر آنے کی ضرورت نہیں جب بلائیں تب آنا"

ان دونوں کو کہتے وہ باہر کی جانب بڑھی تو حورے بھی ان کے پیچھے ہی باہر نکلی تھی۔۔

کاظمی ہاوس کے لان کو خوبصورتی سے سجایا گیا تھا نکاح کا انتظام سارا لان میں ہی کیا گیا تھا۔

اپنی ٹیبل پر بیٹھے سالک نے ایک نظر باقی مہمانوں پر ڈالی اور واپس سے موبائل کی جانب متوجہ ہو گیا مگر یہاں سنگلز کا ایشو اس قدر تھا کہ اسے مجبوراً اپنی جگہ سے اٹھنا پڑا۔

وہ لان سے تھوڑا ہٹ کر پیچھے کی جانب آیا تھا اور اپنی بات مکمل کر وہ جیسے ہی مڑا ایک خوشبوؤں میں ڈوبا نازک وجود اس سے بری طرح ٹکرایا۔

اس سے پہلے ٹکرانے والا زمین بوس ہوتا سالک نے تیزی سے اسکی کمر میں ہاتھ ڈال اسے گرنے سے بچایا۔۔

وہ جو اپنی بے دھیانی میں اس طرح آئی تھی بری طرح سے سالک سے ٹکرائی تھی۔

سالک حیدر نے اپنی بانہوں میں گرے اس نازک وجود کو دیکھا تھا جو سختی سے آنکھیں اور لب بھینچے اسکے حصار میں قید تھی۔

اسکا خوشبوؤں میں بسا وجود سالک حیدر کے دل کی دھڑکنیں بے ترتیب کر گیا تھا۔۔

حورے نے خود کو کسی کے حصار میں پاتے ایک جھٹکے سے آنکھیں کھولیں اور خود کو اجنبی کی بانہوں میں دیکھ اسکا سارا خون چہرے پر چھلکا وہ لمحے کی بھی دیری کئے بغیر سالک حیدر سے دور ہوئی تھی۔۔

"آئی ایم سوری میں نے آپ کو"

اس سے پہلے سالک اپنی بات مکمل کرتا وہ تیر کی تیزی سے وہاں سے بھاگی تھی۔

سالک نے حیرت سے اس جگہ کو دیکھا جہاں وہ کچھ لمحے پہلے کھڑی تھی۔

اسکی پھرتی دیکھ ناجانے کیوں مگر لمحے کو سالک حیدر کے لب مسکراہٹ میں ڈھلے تھے جنہیں وہ فوراً سے سمیٹ گیا۔۔

اور واپس سب کے ساتھ آ بیٹھا جہاں اب نکاح کی کاروائی شروع کی جا رہی تھی۔

"سالک"

اپنی ماں کی آواز پر اس نے گردن موڑا انہیں دیکھا۔۔

"جی امی؟"

"وہ دیکھو اس لڑکی کو کائی رنگ کے لباس میں جو ہے؟"

"آپ مجھے لڑکی تاڑنے کا کہہ رہی ہیں امی؟"

سالک کے شرارتی انداز پر انہوں نے سے گھورا اور پھر مسکرا اٹھیں۔

"لڑکی کو نہیں اپنی بہو کو وہ دیکھو حورے وہ کھڑی"

انہیں نے اشارے سے اسے سامنے دیکھنے کا کہا جس پر نا چاہتے ہوئے بھی اس کے سامنے دیکھا تو اسے حیرت کا جھٹکا لگا تھا۔

حورے کو وہاں دیکھ اسے تعجب ہوا تھا۔

"امی"

"سالک یہ میری خواہش ہے خدا کے لئے اپنی ماں کی بات مان لو"

اسکا اچھا موڈ دیکھ وہ اپنے دل کی بات اس سے کہہ گئی تھیں۔

وہ کچھ کہنا چاہتا تھا مگر عائشہ کے قریب آنے پر اس نے آپ لب بھینچ لئے۔

"عائشہ تم نے میرے سالک کی دولہن کو دیکھا؟"

"دولہن؟"

عائشہ نے حیرت سے روبینہ بیگم کو دیکھا اور پھر سالک کو۔

"سالک مان گئے آپ شادی کے لئے؟"

سالک کو اس کے لہجے میں ایک انچ سی محسوس ہوئی مگر اس نے جواب دینا ضروری نہیں سمجھا۔

"نکاح ہو گیا ہے چلو آجاؤ عاشی چچی آپ بھی آجائیں" فراز عجلت میں ان کے پاس آیا تھا

جس پر وہ وہاں سے ہٹی تھی اور اسکے ہٹتے ہی سالک حیدر کے چہرے پر کچھ سوچ کی تحریریں ابھری تھیں جیسے کچھ سوچ رہا ہو کچھ سمجھ رہا مگر کیا کون جانے۔۔۔

غصے سے اس نے پورے سامنے موجود ٹیبل پر لات ماری جس پر اسکے سامنے کھڑے اسکے باپ نے اسے دیکھا

"ارمغان۔۔۔"

"وہ لوگ پھر خوشیاں منا رہے ہیں بابا ایک بار پھر اسکی زندگی میں خوشیاں بھری ہیں اور ہمارے یہاں ؟"

وہ نفرت کی آگ میں جلتے ان سے پوچھ رہا تھا جن کے پاس اسکی بات کا جواب نہیں تھا۔

"میں اور صبر نہیں کر سکتا مجھے قمروز احمد کو تباہ کرنا ہے اور وہ بھی جلد از جلد "

"ارمغان جلد بازی مت کرو"

"پھر کیا کروں بابا انتظار کرنے کا کیا صلا ملا ان کے گھر خوشیاں ہیں لیکن اب ان کی بربادی کا وقت شروع ہو گیا ہے ان کی بربادی میرے ہاتھوں لکھی ہے جب اپنی بیٹی کی محبت کی داستان سنے گا نا وہ قمروز احمد اسی دن جیتے جی مر جائے گا جیسے ہم مرے تھے"

نفرت کی آگ لئے وہ سب کو جلانے کو تیار بیٹھا تھا۔۔

اس کے باپ نے اس بپھرے طوفان کو دیکھا جس پر مزید بند باندھنا ان کے بس کی بات نہیں تھی۔

وہ جب سے اسپتال سے آیا تھا آنکھیں بند کئے اپنے کمرے میں پڑا تھا اسے کسی سے کوئی سروکار نہیں تھا دل جل رہا تھا اور بری طرح سے جل رہا تھا۔۔

اس نے سرخ ہوتی آنکھیں کھولیں اور پھر واپس بند کی تو وہ دن چھم سے اسکی آنکھوں کے سامنے آیا جس دن اس نے پہلی بار اس پری پیکر کو دیکھا تھا۔۔

وہ پشمینہ کے کام سے کالج آیا تھا اور اب باہر کھڑا وہ پشمینہ کا منتظر تھا جب اچانک اسے کسی کے ہنسنے کی آواز آئی۔

عادت کے بر خلاف اس نے گردن موڑ کر آواز کی جانب دیکھا اور پھر دیکھتا رہ گیا۔۔

سفید یونیفارم پر سفید دوپٹہ سر لئے وہ اپنے دوستوں کے درمیان کھڑی کسی پر بات پر ہنس رہی تھی۔

ہنستے ہوئے اس نے سر کو زرا سا پیچھے کیا تھا اور پھر بائیں ہاتھ سے سبز نگینوں میں آئے آنسوؤں کو صاف کیا یہ منظر اس قدر دلفریب تھا کہ مہمند خانزادہ کو اپنی دنیا اس ایک لمحے میں ڈوبتی محسوس ہوئی تھی۔

پتھر دل پر پہلی ضرب اس ایک جھلک نے لگائی تھی۔۔

وہ اب سب سے الوداع لیتے وہاں سے ہٹی اور مہمند کو لگا جیسے اسکی زندگی ایکدم سے بے رونق ہوئی تھی۔۔

اسکی نگاہوں نے دور تک اس حسین پری کا پیچھا کیا تھا جو بنا اسکی اجازت کے دل کا در کھولے پورے حق سے اندر داخل ہوئی تھی کہ مہمند خانزادہ کچھ نہیں کر سکا تھا کچھ بھی نہیں۔

اپنی سرخ ہوئی آنکھیں کھول اس نے سختی سے اپنے ہونٹ بھینچے تھے جتنا وہ اس سب سے دور جانا چاہتا تھا اتنا ہی یہ سب اسکے قریب آتا جارہا تھا اور یہی چیز مہمند خانزادہ کو پریشان کر رہی تھی۔۔

کچھ خیال آنے پر وہ جھٹکے سے اٹھ کر بیٹھتے اس نے اپنی شرٹ پہنی اور کمرے سے باہر آیا جہاں ہر چیز معمول کے مطابق تھی۔

کسی کی تلاش میں نظریں دوڑاتا وہ سیڑھیاں اترتے نیچے آیا مگر وہاں کوئی نہیں تھا۔

"سب کہاں ہیں؟"

"چھوٹے خان سب لوگ مزار پر گئے ہیں آغا جان نے کہا تھا آپ کو بھی بتادوں"

"ہمم ٹھیک ہے تم جاؤ"

"سکون نہیں ہے انہیں طبعیت ٹھیک نہیں ہے اور مزار پہنچ گئیں"

غصے سے بڑبڑاتے وہ اپنے کمرے آیا اور کپڑے لئے واشروم میں بند ہوا تھا۔۔۔

اور واپس آکر اس نے مزار کا رخ کیا تھا۔۔۔

مگر آدھے راستے ہی اسے اسے شہر جانا پڑ گیا تھا۔

کوٹ بیڈ پر پھینکنے کے انداز میں ڈالتے اس نے اپنی آستین کے کف موڑ اسکا ارادہ فریش ہونے کا تھا تبھی کمرے کا دروازہ ناک ہوا اور زہرہ بیگم کمرے میں آئی تھیں۔

"امی آئیں نا"

انکا ہاتھ تھامے اس نے انہیں بیڈ پر بٹھایا اور خود ان کے پاس بیٹھا۔

"کیا ہوا ہے آپ پریشان کیوں لگ رہی ہیں؟"

"نہیں پریشان تو نہیں ہوں بس اپنے بچے کو دیکھنے کا دل کیا تو آگئی" اسکے چہرے کو ہاتھوں کے پیالے میں بھرے انہوں نے محبت سے اسکے ماتھے پر بوسہ دیا جس پر سالک کے چہرے پر مسکراہٹ آئی تھی۔۔

"سالک ایک بار سوچ لینا بیٹا وہ بچی بہت اچھی ہے میں تمہاری خوشیاں دیکھنے چاہتی ہوں میرے بچے"

"امی۔۔۔" وہ ایکدم کچھ کہتے کہتے رکا تھاماتھے پر تیوری چڑھی تھی۔

"جیسا آپ کو ٹھیک لگے آپ کریں مجھے اس شادی سے کوئی اعتراض نہیں"

"کیا واقعی سچ میں؟"

وہ تو ایسے خوش ہوئی تھیں جیسے ہفت اقلیم کی دولت انہیں مل گئی ہو۔۔

اپنی ماں کی آنکھوں میں چمک دیکھ وہ مسکرایا اور جھک کر ان کا ماتھا چوما۔

"جی امی"

"چلو اب تم آرام کرو میں بھائی صاحب کو یہ خوشخبری دے کر آؤ" ان کی خوشی کی کوئی انتہا نہیں تھی جبکہ چہرے کے تاثرات یکلخت تبدیل ہوئے تھے۔

مزار میں مریدوں کا جم غفیر تھا بڑے لنگر کا اہتمام کیا گیا تھا ایسے میں وہ مزار کے احاطے میں کھڑا تھا جبکہ متلاشی نظریں کسی کو ڈھونڈنے میں مصروف تھیں۔۔

مگر جسے وہ ڈھونڈ رہا تھا وہ یہاں ہوتی تو اسے نظر آتی۔۔

رش کے درمیان سے ہوتا وہ اس جانب آیا تھا جہاں گھر کی خواتین موجود تھیں۔

اس نے ایک نظر سب کو دیکھا مگر اسے اوزے کہیں نظر نہیں۔۔

"صبور اوزے گل کہاں ہے؟"

پاس سے گزرتے اس نے صبور سے پوچھا۔

"لالہ وہ تو حویلی میں ہی ہیں شاید وہ ہمارے ساتھ نہیں آئیں"

اسے بتاتے صبور وہاں سے چلا گیا جبکہ وہ فوراً سے وہاں سے حویلی کے لئے نکلا تھا۔۔

حویلی پہنچ وہ سب سے پہلے پچھلے حصے کی جانب بنے اسکے کمرے میں آیا مگر دروازے اندر سے بند تھا۔۔

بنا کچھ بھی کہے اس نے دروازے پر دستک دی دو بار چار بار۔

مگر دوسری طرف سے جواب ندارد۔۔

"اوزے دروازہ کھولیں۔۔۔اوزے" زور زور سے دروازہ بجاتے اسکے دل میں ناجانے کتنے وسوسوں نے گھیرا کیا تھا جنہیں جھٹکتے وہ بار بار دروازہ بجانے لگا مگر اس بار بھی اسے ناکامی کا سامنا ہوا تھا۔۔

"اوزے دروازہ کھولیں "غصے سے دروازے کو ٹھوکر لگائے وہ دھاڑا انفر دوسری طرف کوئی اثر نہیں ہوا تھا۔

مہمند کا ضبط جواب دے گیا تھا تبھی اس نے دروازے پر ضرب لگائی تھی۔۔

اس سے پہلے وہ دوسری ضرب لگایادروازہ خود بخود کھلتا چلے گیا۔

مہمند نے سرخ آنکھوں سے سامنے دیکھا جہاں وہ دوپٹہ سے لاپرواہ اسکے سامنے کھڑی تھی۔

چہرے پر آنسوؤں کے نشان بکھرے بال اور زخم سے چور اسکے ہاتھ پیر۔۔۔

"دماغ خراب ہو گیا ہے آپ کا اوزے دروازہ کیوں نہیں کھول رہی تھیں؟"

اسکا بازو سختی سے دبوچے وہ اس کے آگے دست سوال تھا۔

اسکے سوال پر اوزے نے ایک استہزایہ نظر اس پر ڈالی اور ایک جھٹکے سے اپنا بازو اسکی سخت گرفت سے آزاد کرتے اپنے قدم پیچھے لئے تھے۔

"خون بہا میں آئی لڑکیوں کی اتنی فکریں نہیں کیا کرتے مہمند خانزادہ۔۔۔ نفرت کی دیوار پر محبت کے نغمے نہیں لکھے جاتے"

"اوزے کیا بکواس"

"ہاں بکواس ہی تو کر رہی ہوں میں۔۔۔ہمیشہ کرتی آؤ گی کیونکہ میں اپنی حیثیت اچھے سے جانتی ہوں مہمند خانزادہ ایک خون بہا میں آئی لڑکی کی کبھی کوئی عزت نہیں کرتا نفرت کا دعویٰ کرتے تھے نا تو اس دعوے پر قائم رہیں"

"اور اگر نا رہوں تو؟"اسکی کمر کے گرد ہاتھ ڈالے مہمند نے کھینچ کر اسے اپنے قریب کیا تھا۔

"بتائیں اگر مکر جاؤں اپنے نفرت کے دعویٰ سے تو کیا کرینگی اوزے؟"

اسکا چہرہ اپنے چہرے کے قریب کرتے وہ اپنے ساتھ ساتھ اسکا ضبط بھی آزما رہا تھا۔

"تو پھر آپ نفس کے بڑے کچے ہیں جو"

"اوزے" اسکی بات کے پیچھے چھپے مفہوم کو سمجھتے مہمند کا چہرہ سرخ ہوا تھا تبھی وہ اسکے منہ پر چلایا۔

اسکے غصے پر اوزے کے چہرے پر مسکراہٹ آئی تھی پر اسرار سی مسکراہٹ۔۔

"کیا ہوا برا لگا مجھے بھی برا لگا تھا جب آپ نے مجھے خون بہا کے نام پر بھری محفل میں رسوا کیا تھا نفرت کرتی ہوں میں آپ سے مہمند خانزادہ نفرت آپ ایک حوس کے پجاری انسان ہیں میرا بس چلے تو اپنے وجود کو نوچ ڈالوں" اسکے سینے پر ہاتھ مارتے وہ غصے سے چلائی تھی۔

"حوس؟ کونسی حوس اوزے بی بی کون سی حوس؟" وہ اس سے زیادہ تیز چلایا اوزے کو اپنا دل رکتا محسوس ہوا تھا مگر خود کو مضبوط کئے وہ ڈٹی رہی۔۔

"آپ ہمدردی کے قابل ہی نہیں تھیں اوزے" اسے کہتا وہ کمرے سے نکلتا چلا آگیا اور اسکے جاتے ہی وہ گھٹنوں کے بل زمین پر گری اور پھر روتے چلے گئی۔۔۔

زندگی نے کیسا بھیانک مزاق کیا تھا اسکے ساتھ۔۔

اپنے ہاتھوں کو دیکھ وہ ایک بار پھر سسکتے گھٹنوں میں منہ دے گئی۔۔۔

ناول کیسا جارہا جارہا ہے اپنی اپنی رائے کا اظہار کرین

#تصویر_من

#فروا_نور

#قسط_8

کالج کے گیٹ سے نکلتے وہ سیدھا روڈ پر چلنے لگی جبکہ نگاہیں کسی کی متلاشی تھی اب تو اتنے دن گزر گئے تھے مگر وہ شخص اسے واپس نظر نہیں آیا تھا جو ایک ہی ملاقات میں اسکے دل پر اپنی چھاپ چھوڑ گیا تھا۔

تڑپتے دل کی خاطر وہ آج ایک بار پھر ڈرائیور کا انتظار کئے بغیر باہر آگئی تھی دل میں ایک آس تھی کہ شاید وہ ایک بار پھر کہیں سے آکر اس سے کچھ کہے اس سے بات کرے۔۔ مگر آج بھی اسکی امید ٹوٹی تھی۔

بوجھل دل کے ساتھ وہ واپس کالج کے رستے کی جانب ہوئی تبھی سامنے سے آتا اسکا ڈرائیور اسکے پاس رکا تھا۔

اس کے سوالوں کو سرے سے نظر انداز کرتی وہ خاموشی سے گاڑی کی پچھلی سیٹ پر بیٹھتے سر سیٹ کی پشت سے ٹکا کر آنکھیں موند گئیں۔

گھر پہنچ کر بھی اسکے موڈ میں کوئی تبدیلی نہیں آئی تھی مگر اپنی ماں کے چہرے پر رونق دیکھ وہ ٹھٹکی ضرور تھی۔۔

"مہر گل اتنی دیر کر دی لڑکی"

"کیا ہوا سب ٹھیک ہے امی؟"

"سب ٹھیک نہیں بہت ٹھیک ہے اپنی حور ے کا رشتہ طے ہو گیا ہے"

ان کی بات پر اسے خوش گوار حیرت نے گھیرا تھا۔

"کیا واقعی ایسے اچانک کس کے ساتھ کون ہے ؟"

اس نے ایک ہی سانس میں ڈھیروں سوال کیئے۔

"کامران کا بھائی ہے سالک حیدر"

ان کے بتانے پر اسے وہ لاجواب سا شخص یاد آیا تھا جسے دیکھ اسکی ساری کزنز پاگل ہو گئی تھیں۔

"میں ابھی آتی ہوں حورے کے پاس سے"

"ارے پہلے چینج تو کر لو"

"آ کر کرتی ہوں امی ابھی اپنی چھوٹی سے تو مل لوں"

انہیں کہتی وہ تیزی سے حورے کے پورشن کی طرف بڑھی تھی۔

کمرے میں مکمل اندھیرا کئے وہ بیڈ پر اوندھی لیٹی ہوئی تھی جبکہ اسکا وجود بری طرح سے لرز رہا تھا۔

تکیے میں منہ دیئے وہ سسک رہی تھی رو رہی تھی۔۔جو خبر آج اسے اسکی ماں نے سنائی تھی اسکے بعد اسے لگا جیسے کسی نے اسکے جسم سے جان کھینچ کر نکال لی ہو۔۔

ساری زندگی اپنی حفاظت کی اور پھر جب دل اس شخص کو دے دیا تو یہ امتحان کیوں؟

وہ نا جانے کتنی بار خود سے یہ سوال کر چکی تھی مگر جواب اسکے پاس نہیں تھا۔

شروع سے ایک سادہ زندگی گزارتے وہ دو سال پہلے اتفاقیہ طور پر ارمغان خان سے ٹکرائی تھی اور پھر یہ اتفاق ہر دوسرے دن ہونے لگا۔۔وہ شخص تب تب اسکے سامنے آجاتا جب اسے مدد کی ضرورت ہوتی۔۔۔

وہ جو ہمیشہ سے ڈرپوک اور خود میں گم رہنے والے تھی اس شخص سے خوفزدہ ہو گئی۔

وہ اسے کوئی جادو گر لگا۔۔ اور ایک رات وہ اسکی حویلی میں آ گیا اس سے اظہار محبت کرنے۔۔

یہ وہ لمحہ تھا جب پہلی بار حورے کو لگا وہ سانس نہیں لے سکے گی خوف سے وہ کانپ اٹھی تھی۔

سامنے ارمغان خان اسکے سامنے گھٹنوں کے بل بیٹھا اسکے جواب کا منتظر تھا۔۔

"میں نے ہمیشہ ہر قدم پر آپ کی حفاظت کی ہے حورے کیا میرے احسانوں کا ایسے بدلہ چکائیں گی انکار کی صورت؟"

وہ شاطر انسان اسے لفظوں کے جال میں الجھا رہا تھا اور حورے وہ یہ سمجھ ہی نہیں سکی کہ محبت میں احسان نہیں کئے جاتے۔۔

"اگر آج تم نے ہاں نے کی تو میں اپنی جان لے لوں گا حورے"

اسکے گھر میں موجود وہ اسکے سامنے بیٹھا اپنی گردن پر وہ خنجر رکھتا حورے کی سانسیں روک گیا تھا۔۔

"خدا کے لئے خان ایسا غضب نا کریں آپ کو خدا کا واسطہ ہے"

"تو کہو کہ تمہیں مجھ سے محبت ہے"

"مجھے آپ سے محبت نہیں ہے تو میں کیسے کہوں؟"

اسکی بات پر ارمغان نے اسکا چہرہ دیکھا جس پر سوائے پریشانی کے کوئی تاثرات نہیں تھے۔

سختی سے اپنے لب بھینچے ارمغان نے اسے دیکھا تو حورے کا اس سے خوف سا محسوس ہوا تھا۔

"تمہیں مجھ سے محبت ہے حورے اگر مجھ سے محبت نا ہوتی تو تم کبھی مجھ سے بات نا کرتیں کبھی میری مدد نا لیتیں اور میں آج تمہارے سامنے نا ہوتا"

"کیا اسے محبت کہتے ہیں؟"

"ہاں یہی محبت ہوتی ہے جو تمہیں مجھ سے ہے مگر تمہیں احساس نہیں ہے حورے میں نے مرنے کی بات کی تو تمہیں برا لگا نا تکلیف ہوئی نا؟"

وہ ایکدم ہی اپنی جگہ سے اٹھتے اسکے قریب آیا حورے فوراً سے ایک قدم پیچھے ہوئی۔

"ہوئی نا تکلیف؟"

اس نے دوبارہ اپنا سوال دہرایا جس پر حورے نے آہستہ سے اپنا سر اثبات میں ہلایا۔۔

"یہی تو محبت ہے حورے تمہیں مجھ سے محبت ہے اور مجھے تم سے محبت میں ایسے ہی ہوتا ہے"

اپنی باتوں سے اسکے دماغ میں وہ اس بات کو اچھے سے بیٹھا دینا چاہتا تھا اور وہ کچے ذہن کی لڑکی اسکی باتوں میں آ بھی گئی تھی۔

"بابا ہمیں جان سے مار دینگے"

"میں سب کو منا لونگا میری جان"

اسکا ہاتھ تھامے وہ اسکے قریب ہی ہوا تھا کہ حورے کرٹ کھا کر اس سے دور ہوئی۔

"آپ خدا کے لئے جائیں یہاں کوئی آ جائے گا"

"آج تو جارہاہوں مگر کل پھر آؤ گا اپنی محبت سے ملنے" اسکے کہتا وہ جیسے آیا تھا ویسے ہی واپس چلا گیا۔

اسکے جاتے ہی حورے کی رکی سانسیں بحال ہوئی تھی۔

مگر اسکے بعد یہ سلسہ رکا نہیں تھا ارمغان ہر دوسرے دن یہاں موجود ہوتا اور اسکی مدد میں نیلی سب سے آگے تھی۔

وہ روز اسے اس بات کا یقین دلاتا تھا کہ وہ دونوں ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں اور اسکے جانے کے بعد نیلی اسکا یہ کام کرتی تھی۔

مہر گل شہر میں تھی وہ چاہ کر بھی اس سے کچھ شئیر نہیں کر سکی۔

اور پھر اسے اپنی محبت کا وعدہ دیتے ارمغانِ پاکستان سے چلا گیا جلد واپس آنے کا وعدہ دے کر اور یہاں وہ ہمیشہ کے لئے شہر آگئی اور اب جب وہ واپس آگیا تھا تو یہ سب۔۔۔۔

"حورے؟"

مہر گل کی آواز پر وہ ماضی کی یادوں سے نکلتے فوراً سے اٹھ بیٹھی اور اپنا آنسوؤں سے تر چہرہ صاف کیا.

"یاد اندھیرا کر کے کیوں بیٹھی ہو؟"

کمرے کی لائٹس آن کرتے وہ بیڈ پر اسکے پاس آکر بیٹھی مگر اسکا چہرہ دیکھ وہ چونکی۔

"تم رو رہی ہو حورے؟"

اسے شدید قسم کا جھٹکا لگا تھا۔

اور اسکے پوچھنے کی دیر تھی آنسو ایک بار پھر پلکوں کی باڑ توڑ اسکے عارضوں پر بکھرتے چلے گئے۔

"حورے میری جان کیا ہوا ہے ایسے کیوں رو رہی ہو"

اسکی پیٹھ سہلاتے مہر پریشان ہوئی تھی۔

"کچھ تو بولو حورے؟"

اسکی مسلسل چپ نے اسے ناجانے کتنے اندیشوں میں مبتلا کر دیا تھا۔۔

"ادھر دیکھو کیا ہے مجھے بتاؤ ناحورے ایسے کیوں رو رہی ہو کیا تم اس رشتے سے خوش نہیں ہو؟"

مہر کے پوچھنے پر وہ ایک دم سے تھم گئی۔

"ہمیں اس گھر کو چھوڑ کر کہیں نہیں جانا مہر" اسکے گلے سے لگتے وہ سسکی اور اسکی بات پر مہر کے چہرے پر مسکراہٹ آئی۔

"بس اتنی سی اور رونا تو دیکھو چپ ہو جاؤ اور ابھی کہیں نہیں جا رہی ہو تم سمجھ آئی تمہیں اس لئے رونا بند کرو" اسے اپنے ساتھ لگاتے مہر نے اسے چپ کروایا تھا مگر وہ دونوں کہاں جانتی تھیں آنے والا وقت ان کی سوچ کے مطابق نہیں چلنے والا تھا۔۔

وہ دونوں اس وقت ارمغان کے کمرے میں موجود تھے۔

التمش نے پر سوچ نگاہوں سے اسے دیکھا جو صوفے پر بیٹھا سگریٹ پی رہا تھا۔

کمرے میں بھائی خاموشی کو موبائل کی رنگ ٹون نے توڑا اور کال کرنے والے کا نمبر دیکھ ارمغان کے ماتھے پر بل پڑے تھے۔

کال ریسیو کرتے اس نے کان لگایا لیکن دوسری طرف سے اسے جو کچھ سننے کو میں ملا اس نے ارمغان ایک جھٹکے سے اپنی جگہ سے اٹھا تھا۔

"کیا ہوا ہے؟"

"اپنی بیٹی کا رشتہ طے کر دیا ہے انہوں نے التمش۔۔۔وہ ایک بار پھر جیت جائیں گے" سائیڈ ٹیبل پر رکھا واس زمین پر پھینکتے وہ غصے سے پاگل ہو رہا تھا۔

"ارمغان ہوش کر پاگل ہو گیا ہے؟"

"ہاں میں پاگل ہو گیا ہوں مجھے ان سے بدلہ لینا ہے ہر حال میں لینا ہے التمش اس بار نہیں جیت سکتے وہ"

"وہ نہیں جیتیں گے میرے بھائی میں انہیں جیتنے نہیں دونگا" ارمغانِ کو کندھوں سے تھامے التمش نے اسے یقین دلایا تھا۔۔

"میرا وعدہ ہے تجھ سے۔۔اور تو جانتا ہے میں کبھی وعدہ کر کے مکرتا نہیں ہوں"

التمش کی باتوں پر ارمغان نے یقین کیا تھا ہاں وہ اس دنیا میں صرف ایک ہی انسان پر تو یقین کرتا تھا اور وہ تھا التمش خانزادہ۔۔۔

"چل اب تھوڑی دیر باہر چلتے ہیں بہت ہو گیا اس گھٹن زدہ ماحول میں رہنا"

اسے چئیر اپ کرنے کی خاطر وہ اسے لے کر گھر سے نکلا تھا یہ جانے بغیر کے ان کی غیر موجودگی میں بہت کچھ ہونے والا تھا۔

زمین پر اس وقت شجاع احمد قمروز احمد کے ساتھ موجود تھے۔

جب گاڑی رکنے کی آواز پر ان دونوں نے گردن موڑ کر دیکھا جہاں سیاہ گاڑی سے انہیں صابر خان (التمش خان کے والد) اترتے نظر آئے۔۔

"کیا کر رہے ہو تم یہاں ؟"

"کیا میں تمہیں جوابدہ ہوں شجاع احمد ؟" انہوں نے ہنکار بھرا تھا۔

سالوں پرانی دشمنی آج بھی ویسی ہی تھی۔

"کیوں اپنی موت بلانا چاہتے ہو یہ زمینیں ہماری ہیں تو بہتر یہی ہے کہ ہمیں ہماری زمین واپس کر دو۔"

"سالوں گزر گئے اتنا کچھ ہو گیا مگر تیرے اکڑ نہیں گئی صابر"

قمروز احمد نے ان پر وار کیا جس پر وہ بلبلا اٹھے تھے۔

"بکواس بند کر اپنی"

"کیا ہوا ابرا لگا؟لیکن بات تو سچ ہے نا کہ تو کچھ نہیں سنبھال سکتا تیرے بس کی بات ہی نہیں ہے"

قمروز احمد کی بات پر شجاع احمد نے انہیں کچھ بھی کہنے سے باز رکھا تھا۔

"جو ہو گیا اسی کو توٹھیک کرنا ہے اب یہ زمین ہماری ہے اسکے مالک ہم ہیں اور یہ ہماری زمہ داری ہے کہ اپنی چیز کی حفاظت کریں"

صابر خان کی بات پر قمروز احمد قہقہ لگا اٹھے..

"تم نے پہلے کونسی زمہ داری کی حفاظت کی ہے ناتم اپنی عزت کی حفاظت کر سکے نا اس زمین کی کر سکوں گے"

"قمروز" قمروز احمد کی بات پر بلبلاتے انہوں نے آگے بڑھ کر قمروز احمد کا گریبان پکڑا تھا جبکہ ان کے ساتھ آئے لوگوں نے ان دونوں بھائیوں پر بندوقیں تانی تھیں۔

"عزت کی بات مت کرنا کیونکہ تیرے عزت بہت جلد میرے بیٹے کے قدموں میں رلنے والی ہے کیانام ہے تیری بیٹی کا؟"

ان کا گریبان چھوڑ وہ ایک دم ہی قمروز اور شجاع احمد کی دکھتی رگ پر پیر رکھ گئے۔

"ہاں حورے۔۔۔میرے بیٹے کے عشق میں گرفتار ہے اپنی عزت تو سنبھال پہلے پھر دوسروں کی بات کرنا"

"صابر خان"

"کیاہوا برا لگا؟ جاؤ جا کر پوچھو اپنی بیٹی سے کیسے چھپ چھپ کر وہ میرے بیٹے سے ملتی رہی ہے ایک آوارہ بیٹی کا باپ ہمیں"

"صابر خان بس"

قمر وز احمد دھاڑے تھے شیر کی سی دھاڑ۔۔

"ایک لفظ اور کہا تو میں سب بھول جاؤ گا"

"جن کے گھر خود کانچ کے ہوں انہیں دوسروں کے گھروں پر پتھر نہیں پھینکنے چاہیے"

حقارت سے کہتے وہ وہاں سے نکلتے چلے گئے جبکہ ان کے جانے پر قمروز احمد سرخ آنکھوں سے اپنی گاڑی کی جانب بڑھے تھے۔

"قمروز"

"اگر اسکی کہی بات سچ ہوئی نابھائی صاحب میں حورے کو اپنے ہاتھوں سے ماردونگا"

سرد لہجے میں کہتے وہ شجاع احمد کو ساکت کر گئے تھے۔

"مہمند کیا ہوا ہے آپ کہاں جارہے ہیں؟"

ثوبیہ بیگم نے اسکے کمرے میں قدم رکھا جو بیگ پر بریف کیس رکھے اپنی پیکنگ کر رہا تھا۔۔

"کام سے جا رہا ہوں" محض اتنا کہتے وہ واپس سے اپنے کام کی طرف متوجہ ہو گیا اور پھر بیگ پیک کرتے وہ مزید وہاں نہیں رکا تھا۔۔

اپنی گاڑی میں سامان رکھتے بہت اچانک اسکی نظر سامنے اٹھی جہاں کھڑی اوزے کو دیکھ اسکے ہاتھ تھمے تھے مگر لمحے کو۔۔ اس پر سے نظر ہٹاتے وہ اپنا سامان گاڑی میں رکھتا ڈرائیونگ سیٹ کپر بیٹھا تھا۔

اوزے کا دل کیا اسے روک لے نا جانے دے مگر یہ سب اس نے اسی لئے تو کیا تھا تاکہ وہ اس سے دور رہ سکے۔۔ نم آنکھوں سے اس نے اس شخص کو جاتے دیکھا تھا جو اس سے محبت کا دعویدار تھا اور اب اس نے اس شخص کو خود سے نفرت کرنے پر مجبور کیا تھا اور اب یہی نفرت اسے اندر ہی اندر سے کھائے جا رہی تھی۔۔

نم آنکھوں سے اس نے اس شخص کو خود سے دور جاتے دیکھا دل ٹوٹ گیا تھا اس سے مزید وہاں کھڑا نہیں رہا جا سکا اس لیے وہ اندر آ کر پلنگ پر گرتے پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔۔

رات کی سیاہی نے چاروں طرف سے آسمان کو اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا ایسے میں اپنے بیڈ کر لیٹی وہ رو رو کر تھک چکی تھی۔

مہر کے جانے کے بعد سے وہ طبعیت خرابی کا بہانہ کرتی کمرے میں بند تھی اور اب رات ہو گئی تھی۔

دل ہر چیز سے اچاٹ ہو گیا تھا۔

"حورے"

اپنے بابا کی پکار پر سنبھل کر بیٹھتی حیران ہوئی تھی اسکے بابا نے کبھی اسے اس طرح نہیں پکارا تھا۔

وہیں دوسری طرف قمروز احمد غصے سے گھر میں داخل ہوتے اسے پکارنے لگے.

"قمروز آرام سے بات کرو"

"حورے کہاں ہے ثمرہ؟"

ان کے غصے کو دیکھ ثمرہ بیگم کو خوف محسوس ہوا تھا۔۔

"کمرے میں"

ان کے بتانے کر وہ سیڑھیاں چڑھتے اسکے کمرے میں آئے جو ان کی پکار پر کمرے سے باہر آرہی تھی اپنے بابا کو دیکھ اس کے قدم رکے تھے اس سے پہلے وہ کچھ پوچھتی یا کہتی قمروز احمد کا ہاتھ اٹھا تھا جو اسکے رخسار کو لال کر گیا۔۔

"قمروز"

شجاع احمد چلائے تھے وہیں حورے نے پھٹی پھٹی نظروں سے اپنے بابا کو دیکھا تھا جن کی آنکھوں میں اسے صرف نفرت نظر آئی تھی۔

اسکی ریڈھ کی ہڈی میں سنسناہٹ سے ہوئی جب ان کے باقی لفظوں نے اسکی جان نکالی تھی۔

#تصویر_من

#فروا_نور

#قسط_9۔

"کب سے چل رہا ہے ارمغان سے تمہارا تعلق ؟"

انہوں نے اسکے سر پر دھماکہ کیا تھا تو کیا وہ وقت آگیا تھا جس کے خوف سے وہ اکثر سو نہیں پاتی تھی۔

"یہ کیا بول رہے ہیں آپ قمروز کون ارمغان ؟"

"وہی صابر خان کا بیٹا ہمارا دشمن آج مجھے کہتا ہے کہ میری بیٹی اسکے بیٹے کے ساتھ تعلق میں ہے اور اسکے پاس ثبوت ہے"

وہ بولے نہیں دھاڑے تھے اور اپنا رخ حورے کی جانب کیا۔۔

"بتاؤ مجھے جب سے تعلق ہے اس شخص سے حورے"

"بابا" ہچکیوں سے روتے اس نے انہیں پکارا۔۔

"خدا کی قسم حورے میں سب کو برباد کردوں گا مار دونگا میں اسے بھی اور تمہیں بھی"

"قمروز بس کرو"

انہیں ہٹاتے وہ خود حورے کے پاس آئے تھے اور اسکا ہاتھ تھاما۔

"حورے میری بچے مجھے بتاؤ کیا تم ارمغان خان کو جانتی ہو؟ دیکھو بیٹا اگر جانتی ہو تو اپنے تایا ابو کو بتاؤ میں سب ٹھیک کردوں گا"

وہ آس بھری نظروں سے اسے دیکھ رہے تھے۔۔

"تایاابو"

وہ سسکی۔۔

"حورے وہ شخص بھری محفل میں تمہیں رسوا کرنا چاہتا ہے وہ دوست نہیں دشمن ہے ہمارا کیا تمہارااس سے کوئی تعلق ہے تو بتاؤ اسے"

وہ یہاں جھوٹ نہیں بول سکتی تھی

"مجھے معاف کر دیں تایا ابو"

ان کے آگے ہاتھ جوڑتے وہ پھوٹ پھوٹ کر رو دی جب آگے بڑھ کر اسکے باپ کے اسکا گلا دبوچا تھا۔

"عزت خاک میں ملادی دشمن کے ساتھ مل گئی اسے میں جان سے مار دونگا"

وہ اسکی جان لینے کے در پر تھے۔۔تکلیف سے حورے کا چہرہ سرخ ہو رہا تھا مگر وہ مزاحمت نہیں کر رہی تھی۔۔

وہ مر جانا چاہتی تھی۔۔

"پاگل ہوگئے ہو چھوڑوں سے" شجاع احمد ان کے درمیان آتے انہیں حورے سے دور کر گئے اور گلے کو آزادی ملتے ہی وہ بری طرح سے کھانستی زمین پر گری تھی۔۔

"اسے کہیں نکل جائے میری نظر سے مان توڑ دیا اس نے میرا مجھے اس کی شکل بھی نہیں دیکھنی ہے آپ اصرار کو کہیں آکر لے جائے اسے نہیں چاہیے مجھے اسکے جیسی اولاد"

"بابا میری بات سنیں بابا ایک بار میری بات سن لیں وہ ایسے نہیں"

"حورے چپ بالکل چپ" اس سے پہلے وہ جنکی مکمل کرتی ثمرہ بیگم نے اسکے منہ پر تھپڑ مارتے اسے چپ کروایا تھا۔۔

"نکاح کی تیاری کرو میں اب اسکا وجود اس گھر میں برداشت نہیں کرونگا"

وہ غصے میں پاگل ہو گئے تھے وہ یہ بات بھی بھول گئے تھے سامنے کھڑی ان کی بیٹی ہے۔

"بابا میری ایک بار بات سن لیں میرا یقین کریں بابا میں نے کچھ غلط نہیں کیا مجھ پر اتنا بڑا ظلم نا کریں بابا میں مر جاؤ گی"

"تو مر جاؤ حورے مر جاؤ" اپنا پیر اسکی گرفت سے چھڑاتے وہ وہاں سے نکلتے چلے گئے اور ان کے پیچھے باقی سب سوائے اسکے ماں کے جو غصے سے اسے دیکھتی اسے اسکی ہی نظروں میں گرا گئی تھیں۔

ایک ایک کر سب اسے چھوڑ گئے طوفان آکر گزر گیا تھا لمحوں میں وہ عرش سے فرش پر پھینک دی گئی تھی۔۔

"حورے بی بی اٹھیں"

سب کے جاتے ہی نیلی اسکے پاس آئی اور اسے زمین سے اٹھا کر بیڈ پر بیٹھایا۔۔

"نیلی خدا کے لئے کچھ کرو نیلی میں مر جاؤں گی نیلی"

"آپ بھاگ جائیں یہاں سے سب لوگ آپ سے ناراض ہیں کوئی آپ کی بات نہیں سمجھے گا میں آپ کو ان کا گھر بتاتی ہوں شہر والا آپ بھاگ جائیں ان کے پاس۔۔۔"

"نیلی نہیں میں یہ نہیں کر سکتی میں امی بابا کو ایک بار پھر تکلیف نہیں دے سکتی"

"تو پھر کیا کرینگی آپ کر لیں یہ شادی"

"میری بات سنیں میں یہاں یہ پتا لکھ رہی آپ کا ارادہ تبدیل ہو جائے تو مجھے بتا دیجئے گا۔۔۔"

اسے کہتے نیلی کمرے سے چلے گئی جبکہ وہ خالی ہاتھ خالی دامن اپنی ہتھیلیوں کو دیکھ رہی تھی۔۔

ناجانے کتنی دیر وہ یونہی بیٹھی رہی پھر کچھ سوچ کر وہ اپنی جگہ سے اٹھی تھی شال اپنے گرد لپیٹتے اس نے کمرے سے باہر کی جانب قدم بڑھائے تھے۔۔

گاڑی پورچ میں آکر رکی تو اس نے ایک نظر گھڑی کی جانب دوڑائی گھڑی رات کے گیارہ بجا رہی تھی۔

وہ آج پھر لیٹ ہو گیا تھا لیکن آج اسے امی کی ڈانٹ کی ٹینشن نہیں تھی کیونکہ گھر کے سبھی افراد شادی میں گئے ہوئے تھے۔

اپنا سامان لئے وہ گھر کے اندر داخل ہوا تو پورا گھر اندھیروں میں ڈوبا ہوا تھا۔

کھانا وہ باہر سے ہی کھا کر آیا تھا اس لئے سیدھا وہ اپنے کمرے میں آیا اور اپنے کپڑے لئے واشروم میں بند ہوا۔

تھوڑی دیر بعد وہ فریش ہو کر باہر آیا مگر پھر وہ چونکا۔۔

کسی چیز نے اسے چونکنے پر مجبور کیا تھا اسکے ماتھے پر بل آئے تھے۔

اس سے پہلے وہ کوئی قدم اٹھاتا دو نازک ہاتھوں نے اسے پیچھے سے اپنے حصار میں لیا تھا اور اپنے سینے پر ان ہاتھوں کو لمس پاتے ہی سالک حیدر نے جھٹکے سے ان ہاتھوں کو خود سے دور کر ایسے پیچھے دھکیلا تھا جیسے وہ کوئی اچھوت ہو۔۔

"سالک"

نرمی آواز۔۔

سالک نے نفرت سے اپنے سامنے موجود اس لڑکی کو دیکھا جو آج انتہائی نامناسب لباس میں اسکے سامنے موجود تھی۔۔

اسکا حلیہ دیکھ سالک کو اپنے خون میں ابال اٹھتا محسوس ہوا۔۔

"اس کمرے سے دفع ہو جاؤ اس سے پہلے میں کوئی انتہائی قدم اٹھالوں۔۔"

"میری محبت کیوں ٹھکرا رہے ہو سالک میں شرمندہ ہو میں تم سے محبت کرتی ہوں خدا کے لئے مجھے خود سے دور مت کرو"

"میں نے کہا اس کمرے سے نکل جاؤ"

"نہیں جاؤں گی میں آج تمہارے قدموں میں پڑی رہوں گی جب تک تم مجھے معاف نہیں کر دیتے مجھ پر ترس کھاؤ سالک خدا کے لئے تم یہ منگنی مت کرو میں تمہارے ساتھ کسی کو برداشت نہیں کر سکوں گی" اسکے ہاتھ تھامنے کی کوشش میں وہ اسکے قریب ہوئی مگر سالک نے اپنے قدم ایک دم اسے پیچھے کئے تھے۔۔

"مجھے کوئی فرق نہیں پڑتا اس بات سے نکل جاؤ یہاں سے ورنہ میں سب کو تمہاری اصلیت دیکھانے میں ایک لمحہ نہیں لگاؤں گا"

مارے ضبط کے اسکا چہرہ سرخ ہو رہا تھا۔۔

شہد رنگ آنکھوں میں لہو چھلکا تھا۔۔

آگے بڑھ کر اسکا بازو تھامے وہ ایک جھٹکے سے اسے کھینچتا اپنے کمرے سے نکالتے دروازہ اسکے منہ پر بند کر گیا جبکہ دوسری طرف احساس توہین سے اسکا چہرہ سرخ ہوا تھا۔۔

"بہت غلط کیا تم نے سالک حیدر بہت غلط"

خود سے کہتے وہ وہاں سے نکلتی چلے گئی۔۔

گھر کے سبھی افراد شادی سے واپس آ گئے تھے اور اس وقت لاونج میں براجمان چائے سے لطف اندوز ہو رہے تھے جب وہ سیڑھیاں اترتے ان کے پاس آیا تھا۔

"تایا ابو مجھے آپ سے کچھ ضروری بات کرنی ہے"

اسکی سنجیدہ آواز پر سب اسکی جانب متوجہ ہوئے تھے جبکہ زہرہ بیگم نے حیرت سے اسے دیکھا۔

"ہاں کہیں کیا بات ہے؟"

"آپ چاہتے تھے نا کہ میں جلد از جلد شادی کر لوں؟"

"ہاں" اسکے سوال پر وہ الجھے تھے۔۔

"میں شادی کے لئے تیار ہوں مگر یہ شادی کل کے کل ہونی چاہیے"

اس نے سب کے سروں پر دھماکہ کیا تھا۔۔

"یہ آپ کیا بول رہے ہیں سالک؟"

"روبینہ بیگم نے الجھ کر اسے دیکھا۔

"ایسا کچھ غلط بھی نہیں کہا میں تائی امی جہاں منگنی کرنے کی بات تھی وہاں اب نکاح اور رخصتی ہے"

"مگر اتنی جلدی کیوں سالک کل کے کل یہ ناممکن ہے"

"ہر ناممکن کو ممکن بنانے میں تو آپ ماہر ہیں نا" اس نے طنز نہیں کیا تھا مگر سامنے موجود ہستی کو وہ طنز ہی لگا تھا جس پر ان کا چہرہ سرخ ہوا۔

"میرا نکاح اور رخصتی کل ہی ہو گی ورنہ اس کے بعد میں کبھی شادی نہیں کروں گا فیصلہ آپ کے ہاتھ میں ہے"

اپنی بات کہتے وہ رکا نہین تھا جیسے آیا تھا ویسے ہی واپس اپنے کمرے میں چلا گیا۔

"یہ پاگل ہو گیا ہے زہرہ؟"

"روبینہ میں بات کرتا ہوں شجاع اور قمروز سے تم تیاریاں شروع کرو"

ناجانے کیا سوچ وہ اپنی بیگم کو کہتے اسٹڈی روم کی جانب بڑھے تھے ان کے دماغ میں اس وقت کیا چل رہا تھا کوئی نہیں جان سکا۔۔۔

نشے میں دھت وہ اس وقت اپنے شہر والے گھر میں موجود لاونج میں پڑے صوفے پر براجمان تھا جب کے اسکے انتہائی قریب ایک خوبصورت سی لڑکی اسکی بانہوں میں پڑی تھی۔۔

"کیوں تم اتنی خوبصورت ہو؟"

اسکے چہرے پر آئے بالوں کو پیچھے کرتے وہ ہنسا تھا۔

"آپ کی نظروں کا کمال ہے خان" اسکے سینے پر ہاتھ رکھتے وہ ایک ادا سے کہتی ارمغان کو ساکت کر گئی۔

"خان نا بولو بڑی نفرت سی ہوتی ہے اس لفظ سے جانتی ہو کیوں؟ کیونکہ ایک بیوقوف لڑکی ہے جو مجھے اس نام سے مخاطب کرتی ہے"

"بیوقوف لڑکی؟"

"ہاں بیوقوف لڑکی۔۔اسے لگتا ہے میں اس سے محبت کرتا ہوں مگر وہ یہ نہیں جانتی کہ وہ اس دنیا کی آخری لڑکی بھی ہوئی تب بھی ارمغان خان اس سے محبت نہیں کرے گا وہ صرف نفرت کے قابل ہے وہ اسکا باپ دونوں سے میں شدید نفرت کرتا ہوں میرا بس چلے تو اسے ایسے رسوا کروں کہ وہ کسی کو منہ دیکھانے کے قابل نا رہے"

"اتنی نفرت ہے تو اس سے بات نا کیا کریں نا"

اسکے سینے پر ہاتھ رکھتے وہ ایک ادا سے مسکرائی تھی۔

"نفرت نہیں کروں گا تو اسے برباد کیسے کروں گا حورے قمروز کو میرے ہاتھوں ہی تو برباد ہونا ہے اسکا بات ناک رگڑے گا میرے آگے" خباثت سے قہقہ لگاتے وہ اس لڑکی پر جھکتے اچانک ایک جانب لڑکھا تھا۔۔

اس لڑکی نے تاسف سے اسے دیکھا اور پھر اسے ایک سائیڈ پر لٹاتے اپنا بیگ اٹھاتے کمرے سے نکل کر باہر آئی جہاں بلیک ہڈی میں موجود شخص نے اپنی پر اسرار نظروں سے اسے دیکھا جس پر اس نے ہاتھ میں موجود ایک چیز اس ہڈی پہنے انسان کے حوالے کی اور اس گھر سے باہر نکلتی چلے گئی۔۔

"غلط نشانہ لگا رہے تھے ارمغان خان اصل نشانہ تو اب میں لگاؤں گا اور پھر دنیا تماشہ دیکھے گی"

سرخ ہوتی آنکھوں سے کہتے وہ خاموشی سے اندھیرے میں غائب ہوا تھا۔۔

حویلی میں صبح بڑی شان سے طلوع ہوئی تھی۔

ثوبیہ بیگم کے بلانے پر وہ خاموشی سے آ کر ان کے پاس بیٹھ گئی کو ملازموں کے ساتھ مل کر گندم صاف کروا رہی تھیں۔۔

"طبعیت کیسی ہے اوزے؟"

"اب ٹھیک ہوں میں"

"لیکن مجھے کیوں نہیں لگ رہیں کیا تمہارے اور مہمند کے درمیان کوئی بات ہوئی ہے؟"

ان کے سوال پر اس نے آہستہ سے نفی میں سر ہلایا۔۔

"وہ شہر گیا ہے کب واپس آئے گا کچھ نہیں پتا اس لئے تم آرام سے حویلی میں رہ سکتی ہو"

"میں جہاں ہوں وہاں ٹھیک ہوں"

"نہیں اوزے بالکل بھی نہیں ہم بس مہمند کی وجہ سب چپ تھے مگر اب وہ یہاں نہیں ہے تو آپ سکون سے یہاں رہیں اور اپنی صحت کا خیال رکھیں"

اس کے چہرے پر ہاتھ رکھتے وہ نرمی سے کہتی اسکی آنکھیں نم کر گئیں اسے بے اختیار کشمالہ اور کمال یاد آئے تھے۔۔

"میں نے کمرہ صاف کروا دیا ہے جائیں اور آرام کریں دیکھیں کتنی کمزور لگ رہی ہیں"

"آپ مجھ پر ظلم کیوں نہیں کر رہی ہیں؟"

اس کے پوچھنے پر انہوں نے اسے دیکھا۔

"کیونکہ ہمیں اجازت نہیں ہے کہ ہم بے قصوروں پر ہاتھ اٹھائیں اور آپ بے قصور ہیں مہمند ناجانے کس بات کا غصہ آپ پر اتار رہے ہیں مگر اتنا طے ہے اوزے وہ دل کے برے نہیں ہیں "

یہ بات اس سے بہتر کون جان سکتا تھا۔۔۔

اس شخص کو اس حال تک پہنچانے میں اسکا اپنا ہی تو ہاتھ تھا۔۔اب تو شکوہ بھی نہیں کر سکتی تھی نفرت کا اظہار بھی نہیں کر سکتی تھی کچھ بھی تو نہیں تھا اسکے اختیار میں۔۔

"قمروز کیسے ہو گا کل کے کل نکاح؟ تم پاگل ہو گئے ایسے کیسے تم اس بچی ہر ہاتھ اٹھا سکتے ہو؟"

"یہ سب بہت ضروری ہے بھائی صاحب میں ان خانوں کو اپنی عزت سے نہیں کھیلنے دے سکتا کچھ بھی کر کے مجھے حورے کو اس سازش سے بچانا ہے"

"لیکن اصرار کو کیا کہیں گے؟"

وہ اسی بات پر پریشان تھے جب ان کا موبائل بجنے لگا رات کے اس وقت اصرار صاحب کے فون پر وہ دونوں بھائی چونکے تھے۔۔

فون اسپیکر پر رکھتے انہوں نے ٹیبل پر رکھا تھا

"ہیلو؟"

"شجاع معذرت اتنی رات کو تمہیں تنگ کیا"

"ارے نہیں نہیں ایسی کوئی بات نہیں ہم جاگ ہی رہے تھے بس ابھی کچھ وقت پہلے ہی گاؤں سے واپس آئے ہیں"

"اچھا اچھا"

"تم بتاؤ سب خیریت؟"

شجاع احمد کے پوچھنے پر انہوں نے گہرا سانس بھرا۔

"شجاع شاید تمہیں میری بات اچھی نا لگے مگر کیا ہم کل حورے اور سالک کا نکاح کر سکتے ہیں؟"

ان کی بات پر ان دونوں بھائیوں نے ایک دوسرے کو دیکھا کام ایسے آسان ہو گا یہ تو ان کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا۔

"سب خیریت ہے نا اصرار؟"

"ہاں ہاں بس دراصل سالک کی نانی کی طبیعت ناساز ہے وہ چاہتی ہیں کہ ان کی نظروں کے سامنے سالک کی شادی ہو جائے وہ باضد تھی کہ کل کے کل نکاح اور رخصتی ہو جائے"

"رخصتی بھی کل ابھی تو زوہا کی رخصتی بھی نہیں ہوئی اصرار"

"جانتاہوں میں بہت انوکھی سی خواہش کر رہا مگر ضروری ناہوتا تو میں کبھی ایسی خواہش ناکرتا اور رہی بات زوہا کی تو ان کی شادی ہم دھوم دھام سے کرینگے مگر فلحال سالک"

"مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے اصرار بھائی آپ کل آکر اپنی امانت لے جاسکتے ہیں"

قمروز احمد نے کہنے پر شجاع احمد نے انہیں اشارہ کیا تھا۔۔

"کیاواقعی؟"

"کیاجیسا تمہیں ٹھیک لگے اصرار"

"چلو ٹھیک ہے میں صبح بات کرتا ہوں تفصیلی"

انہیں کہتے اصرار احمد نے فون رکھا تھا دل پر سے ایک بڑا بوجھ سرکا تھا سکون سا سانس لیتے انہوں نے سب کو تیاریاں کرنے کا حکم صادر کیا تھا۔

جبکہ اپنے کمرے میں اندھیرا کئے لیٹا سالک حیدر اپنے اندر کی گھٹن کو سگریٹ سے کم کرنے کی کوشش میں ہلکان ہو رہا تھا۔۔

کل اس کی زندگی کا ایک نیا دور شروع ہونے والا تھا۔

ایک نئی شروعات۔۔۔

جاری ہے

#تصویر_من

#فروا_نور

#قسط_10

(نکاح اسپیشل)

(اجازت کے بغیر ناول کاپی کرنا منع ہے بغیر اجازت کسی بھی گروپ پیج اور چینل پر ڈالنا منع۔ ہے

"یہ سب کیا ہو رہا ہے امی اتنی جلدی شادی"؟

مہر گل حیرت سے اپنی ماں کو دیکھا جو کپڑے پھیلائے بیٹھیں آج رات ہونے والے حورے کے نکاحِ کی تیاری کر رہی تھیں۔۔ کل سر میں درد ہونے کی وجہ سے وہ گھر میں ہونے والے تماشے سے بے خبر تھی اور اسے بے خبر ہی رکھا گیا تھا۔

"ہاں سالک حیدر کی نانی بیمار ہیں وہ چاہتی ہیں جلد از جلد ان کے سامنے یہ شادی ہو جائے"

اسے سرسری سا جواب دیتے زمرد بیگم کپڑے اٹھاتی اپنی جگہ سے اٹھیں۔

"تم دیکھ لو کیا پہننا ہے شام میں اگر کچھ سمجھ نا آئے تو کائنات اور زوہا کے ساتھ بازار چلی جانا تمہارے بابا کا گارڈ تم لوگوں کے ساتھ جائے گا۔۔۔"

ان کے جاتے ہی وہ سیدھا قمروز احمد کے پورشن کی جانب آئی تھی جہاں لان میں رات ہونے والی اس عجیب سی شادی کی تیاریاں چل رہی تھیں۔

گھر میں داخل ہوتے وہ بنا کسی سے ملے ہی سیدھا اوپر حورے کے کمرے میں آئی تھی۔

"حورے؟"

وہ کمرے میں آئی تو خالی کمرہ دیکھ وہ سیدھا بالکونی میں آئی تھی مگر حورے وہاں بھی نہیں تھی پورے کمرے میں دیکھنے کے بعد وہ باہر آئی۔

"چچی حورے کہاں ہے؟"

"کمرے میں ہی ہو گی نا بیٹا حورے"

"نہیں چچی وہ کمرے میں نہیں ہے واشر وم اور بالکونی میں بھی نہیں ہے میں نے اوپر کا پورا پورشن دیکھا وہ کہیں نہیں ہے"

اسکی بات پر ثمرہ بیگم کا دل گھبر ایا تھا۔

مہر کو پورا گھر دیکھنے کا کہتیں وہ خود کچن کی جانب بڑھیں مگر حورے کہیں نہیں تھی۔

ان کا دل آنے والے وقت کا سوچ سوچ کر بیٹھا جا رہا تھا۔۔

"چچی وہ کہیں نہیں ہے"

"ایسا مت کہو مہر مہندی والی آنے والی ہے حور ے نہیں ملی تو تمہارے چچا"

ان سے آگے کچھ بولا ہی نہیں گیا مہر کو ان کی ٹینشن سمجھ نہیں آ رہی تھی۔

"چچی میں چھت پر دیکھتی ہوں وہ ضرور وہاں ہو گی"

"میں بھی ساتھ چلتی ہوں"

اسے کہتے سن دونوں نے چھت کی جانب قدم بڑھائے تھے۔

"حورے؟حورے"

چھت پر آکر حورے کو آواز دیتی مہر آگے بڑھی جب اسے مہر کو سفید آنچل نظر آیا۔۔

"حورے"اسے آواز دیتی وہ اس جانب آئی تھی۔

سامنے ہی حورے منڈیر کے نیچے گھٹنوں میں منہ دیئے چھپ کر بیٹھی تھی۔

"حورے کیاہوا ہے یہاں ایسے کیوں بیٹھی ہو؟"

"چچی حورے یہ رہی" اسے زبردستی اٹھاتے اس نے ثمرہ بیگم کو آواز دی جو اسے دیکھتے ہی آگے بڑھتے حورے کے چہرے پر ایک زوردار تھپڑ مارا۔

"چچی۔۔۔ کیا کر رہی ہیں کیوں مار رہی ہیں اسے" مہر نے آگے بڑھ اسے اپنے پیچھے کیا تھا

"ثمرہ کیا ہو گیا ہے پاگل ہو گئی ہو؟"

زمرد بیگم تیزی سے ان کے درمیان آئیں وہ نہیں چاہتی تھیں کہ مہر کو کچھ پتا چلے۔۔

"مجھے مارنے دیں اسے زندگی عذاب ہو گئی ہے اس کی وجہ۔۔۔" مہر کو سائیڈ کرتے انہوں نے ایک بار پھر اسکے منہ پر تھپڑ مارا تھا جو ان سے مار کھاتے پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔۔

"ثمرہ پاگل ہوگئی ہے آج اسکی شادی ہے اور تم۔۔مہر لے کر جاؤ اسے نیچے".

حکم ملتے ہی وہ حورے کو لے کر جلدی سے وہاں سے ہٹی تھی۔۔

"تم پاگل ہوگئی ہو ثمرہ اس بچی کو کیوں مار رہی ہو؟"

"دیکھا نہیں آپ نے اس نے کیا کیا؟"

"جو بھی کیا تمہیں یہ حق نہیں پہنچتا کہ تم اس پر ہاتھ اٹھاؤ"

"بھابھی"

ان کی بات پر ثمرہ بیگم کی صدمہ سے ڈوبی آواز ابھری۔

زمرد بیگم نے گہرا سانس لیتے خود کو پر سکون کیا۔۔

"اس سب میں اسکی غلطی نہیں ہے وہ چھوٹی ہے معصوم ہے اسے کیا پتا تھا ایسا کچھ ہو گا ابھی تم خود پر کنٹرول کرو آج جا رہی ہے وہ رخصت ہو کر مہندی والی آنے والی ہے اب ہوش میں رہنا"

انہیں اپنے ساتھ لئے وہ نیچے آئی تھیں تا کہ باقی کے کام دیکھ سکیں۔۔

گاڑی اس خوبصورت اپارٹمنٹ کے آگے رکی اسے دیکھتے ہی واچ مین نے اس کے لئے دروازہ کھولا۔۔

گاڑی سے اترتے ہی اس نے اندر کا رخ کیا مگر اندر کا حال دیکھ اس نے بے اختیار ناک پر ہاتھ رکھا تھا۔

"مہمند؟ تو یہاں کیا کر رہا ہے؟"

"یہ حرام شوق کب سے پال لئے التمش خانزادہ؟"

سپاٹ لہجہ ناگواری سے بھرپور۔۔

"ارمغان رکا تھا۔"

سر کھجاتے اس نے وضاحت دی جس پر مہمند خانزادہ کے ماتھے پر بل پڑے تھے۔

"حرام چیز اب گھر میں بھی آرہی ہے اور کیا کیا آئے گا اب اس گھر میں؟"

"تمہاری بھابی" التمش نے برجستگی سے جواب دیا جس پر مہمند نے اسے گھورا۔

"جو حالات ہیں نا تمہارے اس کے بعد ایسی مجھے کوئی امید نہیں"

"اب یہ تو تمہاری غلطی ہے حالانکہ امیدیں بہت بلند میری" آنکھیں ونک کر کے کہتے وہ ہنسا جس پر مہمند نے پاس پڑا کشن اٹھا کر اسے کھینچ کر مارا۔

"تیری امیدیں اور تو"

"تیری طرح تو میں بالکل بھی نہیں ہونے والا جو فضول میں ہماری بھابھی کو اتنی تکلیف دے رہا ہے"

"بکواس بند کر اپنی"

"واہ اپنی باری پر بکواس ہو گئی میری بات سن مہمند کسی اور کی غلطی کی سزا انہیں مت دے"

بات کرتے کرتے وہ سنجیدہ ہوا جس پر مہمند نے اسے گھورا۔۔

"میں کسی کو ئی سزا نہیں دے رہا میں بس دیکھنا چاہتا ہوں کتنی برداشت ہے ان میں"

سنجیدگی سے کہتے وہ اوپر کی جانب بڑھا مگر پھر رکتے اس نے گردن موڑ کر التمش کو دیکھا۔۔

"تو جو بھی کرنے جارہا ہے سوچ سمجھ کر کرنا یہ نا ہو تیرا اٹھایا ایک قدم کسی کی زندگی برباد کردے"

وہ مہمند کی بات کے پیچھے چھپا مفہوم بہت اچھے سے سمجھ گیا تھا جبھی سر کو جنبش دیتے اس نے مہمند کو اوکے کا اشارہ کیا۔۔

"جس آگ میں، میں جل رہا ہوں نا میرے بھائی اس آگ میں ان لوگوں کو بھی جلنا ہو گا میرا دل اتنا بڑا نہیں کہ میں ان لوگوں کو معاف کر سکوں"

خود سے کہتے اس نے سیگریٹ سلگا کر لبوں سے لگائی جبکہ آنکھوں میں وحشتوں نے ڈیرا جمایا تھا۔۔

حویلی کے پچھلے صحن میں بیٹھی وہ سب کو کام کرتے دیکھ رہی تھی۔

ثوبیہ بیگم نے اسے سختی سے تاکید کی تھی کہ وہ کوئی کام نہیں کرے گی اس لئے وہ خاموشی سے بیٹھی سب کو دیکھ رہی تھی۔

اس ستمگر کو یہاں سے گئے دوسرا دن ہونے کو آیا تھا مگر ایسا لگتا تھا جیسے ناجانے کتنا وقت گزر گیا ہوں۔

یونہی بیٹھے بیٹھے وہ ماضی کی بھول بھلیوں میں کھو گئی تھی۔۔

وہ دن جب اسکی سالگرہ تھی۔

کمال سے ضد کر وہ اپنی دوستوں کے ساتھ کالج کے قریب ہی چاٹ کارنر تک آئی تھی جب اسے عجیب سے احساس نے اپنی لپیٹ میں لیا تھا۔

کچھ اجنبی سا احساس اس نے ارد گرد دیکھتے واپس سے اپنا دھیان اپنی دوستوں کی جانب کیا تھا مگر خود پر پڑتی کسی کی نظروں کی تپش اسے بے چین کر رہی تھی اس بار اس نے سر اٹھا کر دیکھا تو کوئی عجیب سا لڑکا اسے گھور رہا تھا۔

خوف سے اسکی ریڈھ کی ہڈی میں سنسناہٹ ہوئی۔

اس سے پہلے وہ جانے کا فیصلہ کرتی کوئی شخص ان دونوں کے بیچ دیوار بن کر کھڑا ہوا تھا۔

اس شخص کی پشت کے پیچھے وہ بالکل چھپ گئی تھی جبکہ وہ لڑکا بھی اسے نظر نہیں آرہا تھا۔۔

"چلو چلتے ہیں بہت لیٹ ہو گیا ہے" دوستوں کو کہتے اس نے بھاگنے کے انداز میں کالج کی طرف قدم بڑھائے تھے اور دوستوں سے پہلے ہی وہ کالج میں داخل ہوئی تھی دل تھا کہ باہر آنے کو بے تاب۔۔

"اوئے اوزے تو اس شخص کو جانتی ہے کیا؟"

"کسے؟" خوف سے اسکی رنگت زرد ہوئی۔۔

"کسے؟"

"وہ شخص یار کیا پرسنالٹی ہے وہ ابھی اس لڑکے کو سنا رہا تھا جو جب سے ہماری طرف دیکھ رہا تھا"

"سنا رہا تھا مطلب ؟" وہ ان کی باتوں پر الجھی۔۔

"مطلب وہ کہہ رہا تھا اگر آئندہ کسی لڑکی کو تنگ کرتے دیکھا تو واپس سے نظر نہیں آؤ گے تم" وہ سب اس اجنبی سے سخت متاثر ہو گئی تھیں۔

اوزے نے زرا سا آگے بڑھ باہر دیکھا تو وہ اسے گاڑی میں بیٹھتا نظر آیا۔

سیاہ لباس میں وہ اپنی شاندار پرسنالٹی کے ساتھ اسکی سامنے تھا۔

مہمند نے گاڑی میں بیٹھتے سامنے دیکھا۔

سبز نگاہیں سیاہ نگاہوں سے ٹکراتے مہمند خانزادہ کے دل میں حشر برپا کر گئی تھیں۔۔

مہمند خانزادہ ان نگاہوں میں ڈوب کر ابھرا تھا اسکی نظروں میں ایسا کچھ تھا کہ اوزے کو اپنی ہتھیلیاں بھیگتی محسوس ہوئیں ایک جھٹکے سے وہ پیچھے ہوئی وہیں اسکی حرکت پر مہمند خانزادہ کے چہرے پر آنے والی مسکراہٹ بڑی گہری تھی۔۔

پرانی یادوں کو سوچ اسکے چہرے پر مسکراہٹ کھلی تھی۔۔

"کاش وہ سب ناہوا ہوتا" دل میں کہتے اس نے دروازے کی جانب دیکھا اسکے دید کی تڑپ دل کو بے چین کر گئی تھی۔۔

سرخ چہرے نم آنکھوں کے ساتھ وہ دبیز قالین پر بیٹھی اپنے ہاتھوں میں کسی اور شخص کے نام کی مہندی لگتے دیکھ رہی تھی جبکہ پاس بیٹھی مہر گل اسے دیکھنے میں مصروف تھی۔۔

راتوں رات ایسا کیا ہوا تھا کہ ثمرہ کا رویہ حورے کے ساتھ اتنا برا ہو گیا تھا یہ سوچ کر اب اسکا سر دکھنے لگا تھا۔

مہندی لگ چکی تھی اور اب مہر کی باری تھی۔

"حورے کچھ کھانا ہے؟"

مہر کے پوچھنے پر وہ نا میں سر ہلاتے صوفے پر چہرہ رکھتے آنکھیں موند گئیں۔

اسکے نکاح کا جوڑا کچھ دیر پہلے ہی حورے کی ساس اور تائی دے کر گئی تھیں اور اسے اسے کسی اور شخص کے لئے دولہن بننا تھا جسے وہ جانتی تک نہیں تھی۔

بند پلکوں سے ایک آنسو ٹوٹ کر اسکے گال پر بہا تھا۔

آف وائٹ شلوار قمیض پر آف وائٹ ہی کوٹ پہنتے اس نے اپنے کف لنکس بند کئے بالوں کو سیٹ کر اس نے ایک نظر خود کو دیکھا۔

شہد رنگ آنکھوں میں ہلکی سی سرخی کا عنصر نمایاں تھا۔۔۔

سیٹ ہوئے بال ہلکی بڑھی شیو ہونٹوں کو ڈھانپتی مونچھیں سنجیدہ و باقاور ساوہ نظر لگ جانے کی حد تک پیارا لگ رہا تھا۔

کمرے میں داخل ہوتی زہرہ بیگم نے اسے ماشاءاللہ کہا اور آگے بڑھ اسکی نظر اتارتے انہوں نے اسکے ماتھے پر بوسہ دیا۔

اپنی ماں کو دیکھ چہرے پر مسکراہٹ سجی تو وہیں دائیں گال میں پڑتا ڈمپل ابھر کر معدوم ہوا تھا۔۔

انکا ہاتھ تھامے وہ نیچے آیا تھا جہاں سب اسکے منتظر تھے۔

اسکے نیچے آتی ہی مختصر سی بارات روانہ ہوئی تھی۔۔

مہمانوں کے آنے کا شور ہوا اور پھر سب لوگ باہر مہمانوں کے استقبال کے لئے باہر بڑھے تھے جبکہ مہر حورے کے پاس ہی رک گئی تھی۔

"ایک بار خود کو آئینے میں تو دیکھو حورے"

اسے کب سے سر جھکائے بیٹھے مہر نے ضد کی.

"حورے کیا ہو گیا ہے ایسے اتنی چپ تو کبھی نہیں رہی تم اب کیا ہوا ہے؟"

"مہر میں اچھی بیٹی نہیں ہوں نا بابا کی؟"

پاگل ہو کیسی باتیں کر رہی ہو تم تو چاچو کی سب سے پیاری بیٹی ہو" اسکا حنائی ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لئے مہر نے اسے سمجھایا۔۔

"مگر" اس سے پہلے وہ مزید کچھ کہتی ثمرہ بیگم دیگر خواتین کے ساتھ کمرے میں داخل ہوئی تھیں۔۔

"نکاح کا ٹائم ہو گیا ہے مہر حورے کا چہرہ ڈھانپ دو"

ثمرہ بیگم کے کہنے اپنی فراک سنبھال کر اٹھتے اس نے حورے کے چہرے پر سرخ زرتار آنچل ڈالا۔۔

قمروز احمد اصرار صاحب اور مولوی صاحب کے ہمراہ کمرے میں وہیں شجاع احمد حورے کے برابر میں بیٹھ اسے اپنے حصار میں قید کر گئے۔۔

اپنے تایا کا شفقت بھرا ہاتھ سر پر محسوس کر اسکی آنکھیں ایک بار پھر چھلکنے کو بے تاب ہوئی تھیں۔۔

نکاح کی رسم شروع ہوئی تھی۔۔

وہ نہیں جانتی تھی آس پاس کیا کہا جارہا تھا وہ تو اپنے ٹوٹے دل کا سوگ مناتی اپنی زات کو روندنے کا غم دل میں دبائے خاموشی سر ہلاتی اپنے حقوق سالک حیدر کے نام کر گئی۔۔

دونوں طرف سے نکاح کی کاروائی مکمل ہوئی اور پھر دو اجنبی ایک مقدس رشتے میں بندھ گئے تھے۔۔

مبارک سلامت کا شور اٹھا تھا اور پھر فوراً سے حورے کو نیچے بلایا گیا۔۔

زوہا اور مہر نے مضبوطی سے اسکا ہاتھ تھاما اور اسے لئے لان میں آئے تھے جہاں اسٹیج پر بیٹھا سالک حیدر گہری سوچوں میں گم تھا شور پر اس نے نگاہیں اٹھا کر اور پھر بس دیکھتا رہ گیا۔۔

وائٹ اور گولڈن امتزاج کا لہنگا پہنے جس کے اوپر نفیس سا گولڈن رنگ کا کام ہوا تھا۔

گولڈن وائٹ گولڈن جیولری کے ساتھ رانی ہار پہنے ماتھے پر جھومر ٹیکا، چھوٹی سی ناک پر پہنی نتھ جس کے موتی نے سرخ رنگ میں رنگے اسکے گلاب پنکھڑی لبوں پر اپنا ڈیرہ جمایا ہوا تھا۔۔

اسے دیکھ سب کی نظروں میں ستائش ابھری تھی۔

لال زرتار کا آنچل چہرے پر ڈالے وہ اپنی بہنوں کے ہمراہ قریب آتی جا رہی تھی۔

اسے لے جا کر سالک حیدر کے برابر میں بٹھایا گیا۔۔

تھوڑی ہی دیر بعد رخصتی کا شور اٹھا۔

حورے نے گھبرا کر مہر کا ہاتھ تھاما۔۔

دل تھا کہ پسلیاں توڑ کر باہر آنے کو بے تاب تھا دھک دھک کرتے دل کے ساتھ وہ زہرہ بیگم کا ہاتھ تھامے اٹھی تھی۔

اور سالک حیدر وہ تو ایسے بے نیاز تھا جیسے اسکی نہیں کسی اور کی شادی ہو۔۔

سب سے ملتے وہ وہ مسلسل روئے ہی جا رہی تھی۔۔

قمروز احمد کے پاس آتے وہ ان کے گلے لگنا چاہتی تھی مگر اس کے سر پر ہاتھ رکھتے وہ اسے آگے بڑھنے سے روک گئے۔۔

ماں باپ کے رویوں نے اسے توڑ کر رکھ دیا تھا۔۔

"مہر آپا آپ کو کوئی اندر بلا رہا ہے"

وہ ایک کونے میں کھڑی آنسو بہا رہی تھی جب ایک بچی اسکے پاس آئی۔

سر ہلاتے وہ ایک نظر سب کو دیکھتی اپنی فراک سنبھالے اندر گھر کی جانب بڑھی تھی کہ اچانک پورے گھر کی لائٹس آف ہوئی تھیں۔۔

"امی" اس اندھیرے سے گھبراتے اس نے اپنی ماں کو پکارا۔۔

اندھیرے سے اسکی جان جاتی تھی۔

خوف سے لرزتے اس نے ایک بار پھر اپنی ماں کو پکارنا چاہا مگر اس سے پہلے ہی کسی نے پیچھے سے اسکے منہ پر رومال رکھا۔

ہوش و حواس سے بیگانہ ہوتی وہ اس کالی ہڈی میں موجود شخص کی بانہوں میں جھول گئی۔

اسے یونہی بانہوں میں بھرے وہ شخص پچھلے دروازے سے نکلتا اس گھر سے اور ان لوگوں کی پہنچ سے دور نکلتا چلا گیا۔۔۔

#تصویر_من

#فروا_نور

#قسط_11

(مہر التمش نکاح اسپیشل)

اس وسیع کمرے میں نائٹ بلب جیسی روشنی پھیل کر اندھیروں کو مٹا رہی تھی۔

اسی کمرے کے وسط میں موجود جہازی سائز بیڈ پر وہ وجود اس وقت ہوش و حواس سے بیگانہ پڑا تھا

جبکہ ہاتھ پیر رسی سے بندھے ہوئے تھے۔

پیروں کو چھوتا گل اناری فراک بکھر کر زمین پر گر رہا تھا ماتھے پر لگا ٹیکا بھی اپنی جگہ کھو چکا تھا۔

کچھ ہی دیر گزری تھی جب اس وجود میں آہستہ آہستہ جنبش ہونے لگی۔۔

بھاری ہوتی آنکھوں کو کھولنے کی کوشش کرتے اس نے زرا سا چہرہ دائیں۔بائیں جانب کیا تو گال پر ائیرنگ سے نشان بن گئے تھے۔۔

آنکھیں کھول اس نے نا سمجھی سے چھت کو گھورا اور پھر اسکے دماغ میں جھماکہ سا ہوا تھا اور پھر اس نے بندھے ہاتھ پیروں کو دیکھا آنکھیں حیرت سے پھٹی تھیں۔۔

"امی۔۔۔بابا۔۔۔امی" اپنے ماں باپ کو پکارتے وہ مسلسل اپنے ہاتھ پیر چلا کر خود کو آزاد کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔۔

"چاچو۔۔۔بابا۔۔۔پلیز کہاں ہیں آپ لوگ؟" زور زور سے چلاتے وہ مسلسل خود کو آزاد کروانے کی جدوجہد کرتی ہلکان ہو رہی تھی سر میں تکلیف بڑھتی جا رہی تھی۔۔

"کوئی ہے پلیز میری مدد کرو۔۔۔پلیز کوئی تو مدد کرو" وہ پاگلوں کی طرح چیخ چلا رہی تھی زرا سی دیر میں اس نے پورا کمرہ اپنے سر پر اٹھا لیا تھا۔۔

"بابا۔۔۔۔نکالو مجھے۔۔۔بابا"

آنسو تواتر سے اسکے گال بھگو رہے تھے مگر وہاں کوئی ہوتا تو سنتا۔۔

اس کمرے میں اسے اپنادم گھٹتا محسوس ہو رہا ہے آج تک جتنی کڈنیپنگ کی خبریں سنی تھیں ایک ایک کر ساری ذہن میں آتی اسے بدحواس کر رہی تھیں۔۔

زور لگانے سے ہاتھ میں موجود چوڑیاں ٹوٹ کر کلائی میں زخم بنا گئی تھی مگر اسے پرواہ نہیں تھی۔۔

دوسری طرف اس اندھیرے کمرے میں اسکرین کے سامنے بیٹھا شخص لب سختی سے آپس میں بھینچے اسے دیکھ رہا تھا اسکی یہاں موجودگی۔۔۔

اس شخص پر پہاڑ بن کر گری تھی۔۔

آنکھیں لہو رنگ ہو رہی تھیں بھینچے مٹھی اس نے غصے سے ٹیبل پر ماری۔۔

گہرے گہرے سانس بھرتے اس نے خود کو پر سکون کرتے ایک بار پھر اسکرین کی جانب دیکھا اور پھر انٹر کام اٹھا کر ایک نیا حکم صادر کرتے وہ کرسی پر ڈھے سا گیا تھا۔۔

گاڑیاں ایک ایک کر مینشن کی حدود میں داخل ہوئی تھیں جہاں پہلے سے لوگ ان کے استقبال کے لئے موجود تھے۔۔

سالک نے زرا سی گردن موڑ کر اپنی ماں کو دیکھا جو چادر میں چھپے حورے کے سسکتے وجود کو اپنے ساتھ لگائے ہوئے تھیں۔

پورے راستے وہ روتی آئی تھی۔۔

سب کی موجودگی میں اسے اندر لا کر لاونج میں بیٹھایا گیا۔

بھئی منہ دیکھائی کی رسم شروع کریں"

علشبہ سالک کی کزن نے شوشہ چھیڑا۔۔

جبکہ باقی سب نے بھی اسکی تائید کی تھی۔

"سالک بھائی آپ تو دور ایسے بیٹھے ہیں جیسے یہ آپ کی دولہن نا ہو بلکہ کسی اور کی ہوں" سالک کو دوسرے صوفے پر موبائل میں مصروف دیکھ علشبہ نے سالک کو نشانے پر لیا تو جہاں سب ہنسے

تھے وہیں عائشہ نے تمسخر بھری نظروں سے اسے اور پھر گھونگھٹ میں چھپی بیٹھی حورے کو دیکھا تھا۔۔

"امی حورے تھک گئیں ہونگی کیا یہ رسمیں ضروری ہیں؟"

اپنی جگہ سے اٹھتے اس نے موبائل اپنی پوکٹ میں رکھا اور خود قدم بہ قدم چلتا حورے کے پہلو میں آکر بیٹھا تو سب ہی لوگ ہوٹنگ کرنے لگے جس پر وہ مبہم سا مسکرایا۔۔

"لیکن ہم نے تو ابھی تک بھابی کو ٹھیک سے دیکھا بھی نہیں"

"ہاں تو بھابی کہاں جا رہی ہیں ابھی انہوں نے یہی رہنا ہے علشبہ"

روبینہ بیگم اسے کہتیں آگے بڑھیں اور سالک اور حورے کا صدقہ دیا۔

"سالک حورے کا گھونگھٹ اٹھاؤ بیٹا رسم کے مطابق دولہن کو سب سے پہلے اس کا شوہر دیکھتا ہے"

روبینہ بیگم کے کہتے ہی سب نے ایک بار پھر شور کیا تھا جبکہ روبینہ بیگم کی بات سن حورے کی ہتھیلیاں نم ہوئی اور دل زور سے دھڑکا تھا۔۔

جبکہ سب کی نظریں خود پر محسوس کر سالک سر ہلاتے اسکی جانب مڑا اور ایک نظر سب کو دیکھا۔

دھیمے سے مسکراتے اس نے اپنے ہاتھ حورے کی جانب بڑھائے وہیں اسے مسکراتے دیکھ سب حیران ہوئے تھے۔

سالک حیدر اور مسکراہٹ۔۔ تعجب کی بات تھی۔

آہستہ سے گھونگھٹ اٹھا کر اس نے پیچھے کیا تو حورے کا حسین چہرہ اسکے نظروں کے حصار میں آیا تھا۔

جو پوری کی پوری کپکپا رہی تھی۔۔

"ماشاءاللہ بھابھی تو بالکل پری لگ رہیں عائشہ بھابھی حورے بھابھی تو نام کی طرح حور جیسی ہیں" عائشہ کی سوچوں سے انجان علشبہ نے اسکے جلے دل پر نمک چھڑکا تھا مگر بنا ظاہر کئے وہ مدہم سا مسکرائی اور ایک قہربار نظر حورے کو دیکھ نگاہوں کا رخ بدل دیا۔۔

"امی یہ سب ختم کروائیں"

سالک کے کہنے پر زہرہ بیگم نے روبینہ بیگم کو اشارہ کیا جس پر بڑی مشکل سے حورے کو آزادی ملی تھی۔

اسے لے جاکر سالک کے کمرے میں بیٹھایا گیا۔۔

"بیٹا آپ یہاں آرام کرو میں حیدر کو بھیجتی ہوں" اسکے پیار کرتے زہرہ بیگم نرمی سے کہتے اسے اس کمرے میں اکیلا چھوڑ کر چلے گئی اور ان کے جاتے ہی ایک بار پھر سب یاد کرا اسکی آنکھیں نم ہوئی تھیں مگر اب جب اس نئے رشتے میں بندھ گئی تھی تو اسے اس رشتے کو نبھانا تھا ہر حال میں۔۔

وہیں دوسری طرف فون پر بات کرتے سالک حیدر کے ماتھے پر بل پڑے تھے دوسری جانب موجود شخص کو جواب دیتا وہ بنا کسی کو بتائے کی مینشن سے نکلتا چلا گیا۔۔

اسکے جاتے ہی سیڑھیوں پر کھڑی عائشہ مسکرائی تھی۔۔

"دنیا کو بیوقوف بنا سکتے ہو تم سالک حیدر مگر مجھے نہیں"

عجیب سے احساس کے تحت اسکی آنکھ کھلی تو بھاری ہوتے سر کو ہاتھوں میں تھامے وہ ساتھوں بیٹھا مگر آنکھوں کے آگے آگے اندھیرے نے اسے لمحے کو بوکھلا کر رکھ دیا تھا۔

یونہی بیٹھے بیٹھے اس نے کچھ وقت بعد آنکھیں کھول کر گھڑی کی جانب دیکھا تو گھڑی رات کے بارہ بجا رہی تھی۔

دماغ میں عجیب سا خالی پن تھا اسے کچھ یاد نہیں آ رہا تھا آخری منظر جو اسے یاد تھا وہ لانج میں بیٹھ کر ڈرنک کرنے کا تھا اس کے بعد کیا ہوا اسے بہت زور دینے کے بعد بھی کچھ یاد نہیں آ رہا تھا۔۔

بوجھل ہوتی آنکھوں کے ساتھ وہ اٹھا مگر منظر بہت مختلف تھا وہ اپنے دوسرے اپارٹمنٹ میں تھا۔۔

سر جھٹکتے وہ سب سے پہلے فریش ہوا تھا اسے اپنے حواس بحال کرنے تھے۔

فریش ہو کر اس نے سب سے پہلے اپنا موبائل ڈھونڈا جو اسے زمین پڑا ہوا ملا تھا۔

موبائل سوئچ آف تھاموبایل آن کرتے وہ مضطرب ساصوفے پر بیٹھا۔

اسکا پیر مسلسل ہل رہا تھا۔

موبائل آن ہوتے ہی لاتعداد نوٹیفیکیشن اسکے موبائل پر آنا شروع ہوئیں ایک ایک کر سارے میسیجز دیکھتا وہ ایک میسج پر آکر رکا تھا۔

اسے کوئی تصویر بھیجی گئی تھی۔۔

اسے کچھ غلط ہونے کا احساس ہوا تھا۔

میسج اوپن کر اس نے جیسے ہی وہ تصویر کھولی اسکا ہاتھ ساکت ہوا تھا آنکھیں حیرت سے پھیلی۔۔

سامنے ہی حورے کی تصویر تھی نکاح نامے پر دستخط کرتی وہ۔۔

اسی کے ساتھ نیچے ایک میسج بھی تھا۔

"افسوس ہوا مگر تم اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہو سکے حورے قمروز احمد اب تمہاری پہنچ سے بہت دور ہو گئی ہے"

"نہیں یہ نہیں ہو سکتا میں ہار نہیں سکتا حورے ایسا نہیں کر سکتی" خود کہتے وہ تیزی سے باہر نکلا تھا۔۔

مسلسل کوششوں سے تھک وہ پھوٹ پھوٹ کر رو رہی تھی جب قدموں کی آواز پر رونا بھول وہ الرٹ ہوئی تھی اس نے سختی سے اپنی آنکھیں بھینچی۔۔

دروازہ کھولنے کی آواز پر اسکے دل کی رفتار مزید تیز ہوئی تھی۔

قدموں کی آواز آہستہ آہستہ قریب آتی جارہی تھی ویسے ہی اسکی سانسیں خشک ہو رہی تھیں۔

دل کی دھڑکن اسے کانوں میں سنائی دے رہی تھی۔

"میں جانتا ہوں تم ہوش میں ہو اور میری بات سن رہی ہو" پاس رکھی چیئر گھسیٹ کر بیڈ کے سامنے بیٹھا وہیں مردانہ آواز پر مہر کا دل اچھل کر حلق میں آیا تھا یہ آواز۔۔۔وہ کیسے بھول سکتی

تھی جھٹکے سے آنکھیں کھول اس نے اپنے سامنے کرسی پر بیٹھے شخص کو دیکھا حیرت سب اسکی آنکھیں پھیلی۔۔

"آپ؟"

اسکے لب سرسرائے۔۔التمش خانزادہ کے چہرے پر اسکے تاثرات دیکھ مسکراہٹ آئی۔

"آپ نے مجھے اغواء"؟

وہ ابھی تک صدمے کے زیر اثر تھی۔

التمش نے اس تمام عرصے میں پہلی بار اسے غور سے دیکھا۔

گل اناری رنگ کے فراک میں سجی سنوری وہ التمش خانزادہ کے دل کی دنیا تہہ وبالا کر رہی تھی۔

"کچھ دیر میں ہمارا نکاح ہے خود کو تیار کر لیں میں کوئی تماشہ نہیں چاہتا مہر گل"

ابھی وہ ایک صدمے سے نہیں سنبھلی تھی جب وہ اس پر دوسرا دھماکہ کر گیا۔

"دماغ خراب ہو گیا ہے آپ کا میں کیوں کروں گی آپ سے نکاح مجھے جانا ہے یہاں سے مجھے جانے دیں"

"نکاح تو تمہیں کرنا پڑے گا اپنی مرضی سے یا زبردستی"

وہ پرسکون انداز میں چئیر سے ٹیک لگائے سینگ پر ہاتھ باندھ گیا۔

مہر گل نے غصے سے اس شخص کو دیکھا۔۔

"میں مر جاؤں گی مگر یہ نکاح نہیں کروں گی آئی سمجھ مجھے جانے دو"

اپنے ہاتھ کو حرکت دیتی وہ بے بسی سے چیخی اور اسکی یہی بے بسی سامنے والے کو سخت ناگوار گزری تھی کبھی قدم قدم اٹھاتے وہ اسکے پاس آیا۔

اسکی قریب آنے پر مہر کی آنکھوں میں خوف سمٹا۔۔

"ان آنکھوں میں خوف اور چہرے پر بے بسی بالکل نہیں جچتی۔۔پتا ہے آپ میں سب سے زیادہ کیا اٹریکٹ کرتا ہے؟"

اسکے قریب جھکتے وہ سرگوشی میں کہتا اسکی سانسیں روک گیا تھا۔

"کیا؟"

"یہ آنکھیں اور ان میں موجود ہمت"

اسکے بکھرے بالوں پر پھونک مارتا وہ مہرگل کی سانسیں ابتر کرنے کا باعث بنا تھا پیچھے جو سرکتے وہ اس شخص سے دور ہوئی اور اسکا یوں پیچھا ہونا محسوس کر التمش خانزادہ کھل کر مسکرایا۔

"سوچا نہیں تھا محبت ایسے ملے گی مگر اب مل گئی ہے تو چھوڑ دینا اچھی بات تو نہیں"

اسکے حسین چہرے کو تکتا وہ آنکھ ونک کرکے کہتا مہر گل کو سخت زہر لگا۔۔

"کچھ دیر بعد نکاح ہے ہمارا مہر گل اگر اپنے گھر والوں کی سلامتی چاہتی ہیں تو خاموشی سے نکاح نامے پر دستخط کر دینا ورنہ جو شخص سب کی موجودگی میں آپ کو اٹھا کر یہاں لا سکتا ہے وہ کچھ بھی کر سکتا ہے"

"پلیز مجھے میرے گھر جانے دو"

"جانے دوں ایک بار نکاح ہو جائے اسکے بعد میں خود بحفاظت تمہیں گھر چھوڑ کر آؤ گا۔۔ اگر چالاکی کی تو ساری زندگی اپنے گھر والوں کو دیکھنے کے لئے ترس جاؤ گی یہ میرا وعدہ ہے تم سے"

اسے وارننگ دیتے وہ کمرے سے نکلتا چلا گیا جبکہ وہ اسکے لفظوں میں الجھی بت بن گئی تھی۔۔

وہ اسے دھمکی دے کر گیا تھا۔۔

بیڈ پر بیٹھی وہ اپنے خالی ہاتھ دیکھ رہی تھی جب کے آس پاس التمش کی بھیجی گئی لیڈی باڈی گارڈ سادہ لباس میں کھڑی تھی۔۔

اس نے اس عورت کی بھی منتیں کی تھیں مگر وہ تو ایسے تھی جیسے نا کچھ سن سکتی ہو نا کچھ بول سکتی ہو مہر کا دل کیا اس عورت کا گلا دبا دے۔۔

"پلیز میری مدد کرو دیکھو میں بھی ایک لڑکی ہوں تمہیں تھوڑا تو احساس ہو گا نا"

"نکاح کے بعد گھر چلی جانا جتنا انکار کرو گی اتنا ہی مرد کی انا پر چوٹ پڑے گی خاموشی سے نکاح نامے پر دستخط کرو اور سب ٹھیک۔۔"

"سب ٹھیک کیسے سب ٹھیک میرے ماں باپ مجھے قبول نہیں کرینگے میری جان لے لینگے آخر تم لوگوں کو یہ سب ایک کھیل کیوں لگتا ہے"

"بہادری اچھی چیز ہے مگر اتنی بھی نہیں کہ اپنا اچھا برا نا سمجھ آ سکے"

التمش کی سرد آواز پر مہر گل کی چلتی زبان کو بریک لگے۔

"مجھے پتا تھا تم چپ بیٹھنے والوں میں سے نہیں ہوں اس لئے اب مجھے لگتا ہے تمہارے باپ کو اس دنیا سے دور بھیجنا پڑے گا"

"نہیں نہیں پلیز میرے بابا کو کوئی نقصان مت پہنچانا"

موبائل نکالتے وہ اپنی دھمکی سچ کرنے والا تھا مہر کے روکنے پر مسکراتی نظروں سے اسے دیکھتا موبایل واپس پاکٹ میں رکھ گیا۔

"مولوی صاحب آرہے ہیں اور ولی کی ٹینشن مت لینا تمہارا ولی اس نکاح میں شریک ہے۔۔"

اپنی بات سے وہ اسکے سر پر ایک اور دھماکہ کر گیا۔۔

تھوڑی دیر بعد مولوی صاحب اندر داخل ہوئے تو ان کے ساتھ کچھ اور لوگ بھی تھے جن میں سے ایک بھی چہرہ اسکا شناسا نہیں تھا۔۔

مولوی صاحب نے نکاح کی کاروائی شروع کی وہیں وہ اسکے سامنے آکر دروازے کے بیچ و بیچ کھڑا ہوا تھا۔

آگے کنواں تھا اور پیچھے کھائی۔ دل جو مضبوط کرتے اس نے خاموشی سے اقرار کرتے نکاح نامے میں۔ دستخط کر اپنا آپ التمش خانزادہ کو سونپا تھا جو اپنی فتح پر دل کھول کر مسکرایا تھا۔

آخرکار وہ فاتح ٹہرا تھا۔۔

رات کے آخری پہر جب پورا مینشن اندھیروں میں ڈوبا ہوا تھا وہ آہستہ سے گھر میں داخل ہوا۔۔

شکر تھا کہ زہرہ بیگم اسکے انتظار میں نہیں تھیں۔

ایک نظر ان کو دیکھتے وہ اپنے کمرے میں جانب بڑھا۔۔

دروازہ کھولتے ہی اس نے جیسے ہی کمرے میں قدم رکھا گلاب اور موتیے کی خوشبو اسکے حواسوں پر چھائی۔

اس خوشبو میں گہرا اسانس بھرتے وہ دروازہ لاک کر کے مڑا تو نظریں سیدھا بیڈ پر موجود وجود سے ٹکرائیں جس دیکھ وہ ٹھہرا تھا۔

دولہن کے لباس میں وہ پورپور سجی ایک طرف گرے گہری نیند میں تھی۔۔

قدم بڑھائے وہ بیڈ کے سائیڈ آکر رکا اور اس سوئے وجود کو دیکھا۔

وہ جیسی اس گھر میں آئی تھی ابھی بھی بالکل ویسی ہی حالت میں گہری نیند میں تھی شاید وہ اسکا انتظار کرتے کرتے سو گئی تھی۔۔

سالک کو افسوس ہوا تھا۔۔

فضا میں خنکی محسوس کر اس نے ائیر کنڈیشنر کا ٹمپریچر کم کیا اور آگے بڑھ کر کمفرٹر حورے پر ڈالا۔

ماحول کافسوں اور حق ملکیت متضاد اسکا خوشبوؤں میں ڈوبا وجود جسے نظر انداز کرتے وہ وہ کمفرٹر درست کرتا اپنے کپڑے لئے واشروم میں بند ہوا تھا۔

چینج کر وہ آ کر بیڈ کر بیٹھا نظریں ایک بار پھر بھٹک کر پاس موجود اس نازک وجود پر گئی تھیں۔

بیڈ پر اسکے پہلو میں لیٹتے وہ گہر اسانس بھرتے آنکھیں موند گیا مگر آنی والی سوچوں نے بری طرح اسکی نیند میں خلل ڈالا تھا۔۔

#تصویر_من

#فروا_نور

#قسط_12

Couple moments 🔥😍

گاڑی اسکے گھر کے پچھلے حصے کی جانب رکی تھی۔

شال اپنے گرد لپیٹے وہ خوفزدہ سے گاڑی سے باہر نکلی مگر سامنے اپنے گھر کو دیکھ ایک سکون سا دل کو ملا تھا۔

دھیمے قدم بڑھاتے وہ پچھلے دروازے سے گھر میں داخل ہوتے ایک نظر پیچھے مڑ کر دیکھنا نہیں بھولی تھی جہاں وہ سیاہ گاڑی ابھی تک موجود تھی۔

دل میں ڈر محسوس کر وہ تیزی سے قدم بڑھاتی تقریباً بھاگنے کے انداز میں گھر میں داخل ہوئی مگر پورا گھر اندھیروں میں ڈوبا دیکھ اسے حیرت کا جھٹکا لگا تھا۔

وہ کم از کم بھی چار سے پانچ گھنٹے گھر سے باہر گزار کر آئی تھی اور حیرت انگیز بات یہ کہ گھر میں کوئی اسکے لئے موجود نہیں تھا۔۔۔

دھڑکتے دل کے ساتھ اس نے اپنے ماں باپ کے کمرے کی طرف بڑھائے اور پھر لمحے کو ٹھہر اس نے کمرہ کھول اندر دیکھا جہاں اسکے ماں باپ گہری نیند میں گم تھے۔۔

یہ دوسرا جھٹکا تھا جو اسے لگا تھا۔

دروازہ بند کرتے وہ خاموشی سے اپنے کمرے میں آگئی۔

اتنا برا طوفان اس کی زندگی میں آیا تھا اور یہاں کسی کو خبر ہی نہیں ہوئی کیوں؟

بیڈ پر گرتے وہ آنکھیں موند گئی۔

کب کے رکے آنسو اسکی پلکوں کی باڑ توڑ اسکے عارضوں پر بکھرتے چلے جارہے تھے۔

یہ کیسا بھیانک مذاق کیا تھا زندگی نے اسکے ساتھ کہ وہ ایک ایسے رشتے میں بندھ گئی تھی جس سے نارہائی ممکن تھا نا اس بارے میں وہ کسی کو کچھ بتا سکتی تھی۔

ڈھیر سارا رو لینے کے بعد وہ ہمت کر کے اٹھتی اپنے کپڑے لئے واشروم میں بند ہو گئی۔

فریش ہو کر اسے اپنا آپ بہت ہلکا پھلکا محسوس ہوا تھا۔

"نہیں مہر ایسے خاموش نہیں بیٹھا جا سکتا اس نکاح کو ختم کرنے کے لئے کچھ نا کچھ کرنا ہو گا۔۔"

خود کو باور کرواتے وہ مسلسل سوچ رہی تھی جب موبائل کی آواز نے اسے سوچوں سے کھینچ کر باہر نکالا۔۔

اس نے حیرت سے پاس پڑا موبائل دیکھا۔۔

اسکا موبائل تو خراب ہو گیا تھا تو یہ موبائل۔۔۔

ریڈھ کی ہڈی میں سنسنی سی ہوئی تھی۔

ہاتھ بڑھا کر اس نے موبائل اٹھایا تو سامنے ہی انجانے نمبر سے میسج تھا۔

خشک ہوتے لبوں پر زبان پھیرتے اس نے میسج اوپن کیا۔۔

"وصل کے لمحات میں آپ کے ساتھ ہونے کے بجائے خالی دیواروں کو تک رہا ہوں بڑی زیادتی ہے مگر اس زیادتی کا بدلہ سود سمیت لوں گا مسز التمش" لفظ سادہ تھے مگر ان کے پیچھے چھپے مفہوم کو چھپ وہ پوری کی پوری سرخ ہوئی تھی۔۔

اس سے پہلے وہ موبائل دور پھینکتی ایک اور میسج اسکرین پر جگمگایا۔

"سو جاؤ مسز مجھ سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لئے جتنے پلان بنانے ہیں کل سے بنانا ابھی تھکن سے سوائے ٹینشن کے اور کچھ نہیں ہو گا اور اگر آج ہی سوچنا ہے تو کہیں تو میں آ جاؤ مل کر کچھ سوچیں گے "ونک ایموجی کے ساتھ آیا میسج مہر گل کو آگ لگا گیا۔۔

آخر یہ شخص اس سے چاہتا کیا تھا وہ بالکل بھی سمجھ نہیں پا رہی تھی ساری پسندیدگی اسکی اس حرکت کی وجہ سے خاک میں مل گئی تھی۔۔

"سو رہی ہیں یا آ جاؤ؟"

ایک اور میسج۔۔

جسے پڑھ جلدی سے لائٹس آف کرتے وہ آنکھیں موند گئی مگر آنکھیں بند کرنے سے پہلے وہ التمش کو برا کہنا نہیں بھولی تھی۔

وہیں دوسری طرف گاڑی سے ٹیک لگائے کھڑا التمش خانزادہ لائٹس آف ہونے پر کھل کر مسکراتے گاڑی کی جانب بڑھا تھا۔

"ابھی تو کھیل شروع ہوا ہے مسز ابھی تو بہت کچھ ہونا باقی خود کو تیار رکھنا میرے لئے" کھڑکی کی جانب نظریں جمائے خود سے کہتا وہ ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھتے وہاں سے نکلتا چلا تھا۔

جالی دار پردوں سے چھن کر آتی روشنی سیدھا اسکے چہرے پر پڑتی اسکی نیند میں خلل پیدا کر رہی تھی۔۔

روشنی سے کسمساتے اس نے کروٹ لیتے خود کو روشنی سے دور کیا مگر نیند اڑ چکی تھی۔

نیند سے بھری بوجھل آنکھیں کھولی تو پھولوں سے سجی چھت دیکھ اسے سب یاد آتا چلا گیا

چھت سے نگاہیں ہٹا اس نے اپنے پہلو میں دیکھا۔

سالک کو اپنے اتنے قریب دیکھ اسکی دھڑکنوں کی رفتار بڑھی تھی ایک جھٹکے سے اٹھ اس نے بیڈ سے اترنا چاہا مگر ایک جھٹکے سے وہ واپس پیچھے ہوتی سالک کے قریب ہوئی۔

اسکے کرتے کے بٹن میں اٹکے اسکے بال۔۔۔

کہنیوں کے بل اسکے قریب وہ بری طرح سے گھبر اتے اپنے بالوں کو آزاد کرنے کی کوشش کر رہی تھی تبھی سالک نے نیند سے بوجھل آنکھیں واکیئے اس خوشبوؤں میں بسے وجود کو دیکھا جس کی آنکھوں میں آنسو دیکھ سالک سالک حیدر کی نیند سے بھک سے اڑی تھی۔

"کیا ہوا آپ رو کیوں رہی ہیں؟"

"حورے؟" اسکے سر جھکانے کر سالک کو سمجھ نہیں آیا آخر وہ رو کیوں رہی ہے،۔

"حورے؟"

"میرے بال"

ان دو لفظوں پر سالک نے اس کے بالوں کی طرف دیکھا کو اسکے بٹن میں بری طرح الجھے ہوئے تھے۔

"تو اس میں رونے کی کیا بات میں نکال دیتا ہوں" سنجیدگی سے کہتے وہ اسکے بالوں کو آزاد کرنے لگا جس کے چکر میں حورے مزید اسکے قریب ہوئی تھی۔

یوں سالک کے قریب ہونے پر حورے کا چہرہ سرخ ہوا تھا وہیں وہ بے دھیانی میں اسکے بہت قریب چلا آیا تھا۔

"یہ لیں ہو گیا" اسکے بالوں کو آزادی دیتے وہ پیچھے ہوا۔

سالک کے پیچھے ہوتے ہی وہ اپنا شرارہ سنبھالتی بنا اسکی جانب دیکھے بھاگ کر واشروم میں بند ہوئی۔

سالک نے حیرت سے اسکا یوں بھاگنا دیکھا اور پھر گھڑی کو۔۔ کو اس وقت دن کے گیارہ بجا رہی تھی۔

بالوں میں ہاتھ پھیرتے وہ اٹھ کر بالکونی میں آ گیا۔

ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا دل کو سکون بخش رہی تھی۔

ریلنگ پر دونوں ہاتھ ٹکائے وہ سامنے بنے پارک کی جانب دیکھنے لگا مگر دھیان ھے دھاگے اب تک ہونے والے واقعات میں الجھ گئے تھے۔

اس دن عائشہ کا اسکے کمرے میں آنا اور وہ سب غلط حرکتیں۔۔۔اس نے عائشہ کو خود سے دور کرنے کے لئے یہ شادی کر تو کی تھی مگر اب اسے ڈر تھا وہ شاید حورے کے ساتھ انصاف نا کر سکے وہ اسے وہ خوشیاں نا دے سکے جس کی وہ حقدار تھی۔

واشروم کا دروازہ کھلنے کی آواز پر ساری سوچیں جھٹکتے وہ کمرے میں آیا مگر سامنے حورے کو دیکھ دیکھ اسکے قدم تھمے تھے۔

وہ مبہوت سے سامنے موجود حورے کو دیکھ رہا تھا جو اس کی موجودگی سے یکسر انجان دوپٹے سے بے نیاز اپنے گلے بال خشک کرتی آئینے کے سامنے کھڑی ہوئی تھی۔

اسکا متناسب سراپا اسکا حسن۔۔۔کسی کو بھی مبہوت کر سکتا تھا اور سامنے تو پھر سالک حیدر تھا اسکا محرم۔۔۔

نظروں کی تپش خود پر محسوس کر برش پر حورے کے ہاتھوں کی گرفت سخت ہوئی زرا سی نظریں ترچھی کیئے اس نے ساکت کھڑے سالک کو دیکھا اسکا دل تیزی سے دھڑکا تھا وہیں اپنی بے اختیاری پر ہوش میں آتا سالک بنا اسکی جانب دیکھے واشروم میں بند ہوا تھا۔

فریش ہو کر وہ باہر آیا تو کمرے میں علشبہ اور عائشہ کو دیکھ وہ خاموشی سے ڈریسنگ روم کی جانب بڑھ گیا جبکہ کان باہر کی جانب لگے تھے جہاں وہ دونوں حورے کو گھیرے بیٹھی تھیں۔۔

کیسی عجیب سی شادی تھی جس میں وہ اپنی کی بیوی سے دو لمحے بات تک نہیں کر سکا تھا اور وہ اسے دیکھ کر ایسے بھاگی تھی جیسے وہ کوئی جن ہو۔۔

سر جھٹکتے وہ ریڈی ہو کر باہر آیا تو اپنی ماں اور تائی کو حورے کے گرد بیٹھے دیکھ ان دونوں کو سلام کرتا وہ خود صوفے پر براجمان ہوا تھا۔

"ماشاءاللہ چاند ستارے جیسی جوڑی ہے"

نانی اماں (روبینہ بیگم کی اماں) جن کا بہانہ بنا کر یہ شادی عمل میں آئی تھی۔۔

حورے کی بلائیں لیتی اسکے اوپر سے پیسے صدقے واری بولیں۔۔

"بھئی ہمارے سالک میاں کو صبر کا پھل ملا ہے زرا دولہن کو تو دیکھو۔۔۔"

روبینہ بیگم کی بہنیں مسلسل حورے کی تعریف کررہی تھیں جو سر جھکائے ایسے بیٹھی تھی جیسے کسی اور کے بارے میں بات ہو رہی ہو۔

"میں سرا تایا ابو کے پاس سے آتا ہوں آپ لوگ بیٹھیں"

انہیں کہتے وہ کمرے سے ہی نکل گیا۔۔

جبکہ باقی سب ایک بار پھر حورے کی جانب متوجہ ہوئی تھیں۔۔

گاڑی حویلی کے احاطے میں رکی تو باہر آنگن میں کام کرتی ثوبیہ بیگم نے حیرت سے مہمند خانزادہ کو دیکھا جس کی یہاں موجودگی ان کے لئے حیران کن تھی۔۔

"مہمند۔۔۔"وہ جو اندر کی جانب بڑھ رہا تھا ان کی آواز پر پلٹا۔

"آغا جان کا حکم ہے تم جیسے ہی حویلی آؤ سب سے پہلے ان سے ملو"

آغا جان کا پیغام دیتے وہ رکی نہیں تھیں جبکہ وہ ان کے سر درویے کے پیچھے چھپی وجہ بہت اچھے سے سمجھ رہا تھا اس لئے بنا کچھ کہتے وہ اوپر اپنے کمرے میں جانے کی بجائے اس کمرے کی جانب آیا تھا جہاں وہ دشمن جان موجود تھی۔

وہ اتنا بھی بے خبر نہیں تھا اس سے جتنا وہ سمجھ رہی تھی۔۔

کمرے میں داخل ہوتے اسکی نظر بیڈ پر پڑی اوزے سے ٹکرائی تو سینے میں موجود اس دل میں حرکت ہوئی وہیں جذبات میں تلاطم سا پیدا ہوا تھا۔

بے آواز دروازہ لاک کرتے وہ دبے قدموں سے بیڈ پر اسکے قریب آکر کھڑا ہوا اور بغور اسے دیکھا۔۔

کالے لباس میں وہ پیٹ کے بل لیٹی گہری سوچوں میں تھی جب کے پچھلے گردن پر موجود تل مہمند کی ساری توجہ اپنی اور کھینچ گیا تھا۔۔

گھٹنوں کے بل بیڈ پر آہستہ سے بیٹھتے وہ اسکی بے خبری پر عش عش کر اٹھا اسی لئے اسے اپنی جانب متوجہ کرنے کی خاطر وہ اسکی گردن پر جھکتا اسکے تل پر اپنے سلگتے لب رکھ گیا۔۔

اس لمس پر ہوش کی دنیا میں واپس آتے اوزے تڑپ کر پلٹی تبھی مہمند نے اسکے دونوں اطراف ہاتھ رکھ فرار کا راستہ بند کیا تھا۔۔

"آپ؟"

"ہاں میں کیا ہوا میری یہاں موجودگی کی توقع نہیں تھی؟"

اسکے سبز آنکھوں میں آنکھیں ڈالے وہ مزید اسکے قریب ہوتا اسکی سانسیں منتشر کر رہا تھا۔

تیز ہوتی دھڑکنوں کو نظر انداز کر اوزے نے خشک ہوتے لبوں پر زبان پھیری۔۔

"کیا ہوا کیا سوچ رہی ہیں اوزے مہمند؟"

اپنے نام کے ساتھ اسکا نام جوڑ وہ اس پر بہت کچھ واضح کر گیا تھا۔

"آپ یہاں کیوں آئے ہیں جائیں یہاں سے"

بے رخی سے کہتے اس نے رخ موڑا۔

مہمندنے مسکرا کر اسکا یہ انداز دیکھا اور پھر مزید قریب ہوتے اسکی گردن کو اپنے لبوں سے سلگایا کہ وہ تڑپ کر اپنا رخ آسکی جانب کر گئی۔

اور اسی چیز کا فائدہ اٹھاتے اسے پیچھے دھکا دیتا مہمند اس پر جھکتا اسکے لبوں کو اپنی گرفت میں لے گیا۔۔۔

اسکے اس قدر جارہانہ عمل پر اوزے کی آنکھیں پھیلیں وہیں مہمند کو اپنے رگ وپے میں سکون اتر تا محسوس ہوا تھا۔۔

اسکی سانسوں کو پیتے وہ مدہوش ہوتا ہر چیز بھول گیا تھا جبکہ اوزے کو لگا آج وہ زندہ نہیں رہے گی اپنی سانسوں میں گھلی اسکی سانسوں کی مہک۔۔

اوزے کے جھٹکا لگنے پر وہ اسے اپنی پر شدت گرفت سے آزادی دے گیا مگر دور وہ اب بھی اس سے نہیں ہوا تھا۔

اسکے بھیگے لبوں پر نگاہیں جمائیں مہمند نے اپنا انگوٹھا اسکے ہونٹوں پر پھیر اسے پتھر کیا تھا۔

"اس دن حوس پرست کا الزام لگایا تھا سوچ رہا ہوں اس الزام کو سچ ثابت کر دوں کیا خیال ہے؟"

اسے اپنی بانہوں کے گھیرے میں قید کئے اسکے ماتھے سے ماتھا ٹکائے وہ اپنے لفظوں سے اسکی جان نکال رہا تھا۔۔

"آپ"

"کیا آپ؟ پھر کچھ نیا لفظ کہنا ہے جو میری انا کو چوٹ پہنچائے؟"

اسکے ماتھے پر انگلی سے لکیر کھینچا وہ نیچے لاتے ہونٹوں پر رکا اور پھر ٹھوڑی سے گردن تک جاتے اسکا ہاتھ گردن سے نیچے سرکا جس پر تڑپ کر اوزے نے اسے پکارا۔

"مہمند نہیں؟"

سبز نین کٹوروں میں پانی بھرے وہ رو دینے کو تھی۔

"یہ انکار تب کیوں نہیں کیا اوزے کیوں؟"

وہ کا اشارہ جس بات کی طرف تھا وہ اچھے سے سمجھ گئی تھی۔

"میں"

"آپ کے پاس اب بھی وضاحت دینے کی ہمت ہے؟"

مہمند کے کاٹ دار لہجے پر وہ سسکی۔۔

"مجھے سزا مت دیں مہمند"

اسکی گردن میں منہ چھپائے وہ سسکی اور اپنی گردن پر اسکی سانسوں کی تپش نے مہمند خانزادہ کے خون میں ابال پیدا کیا تھا۔

"رونا بند کریں اوزے اس سے پہلے میں اس شخص کے اسکی سانسیں چھین لوں"

اسکے لفظوں کی سختی پر وہ رونا بھول اپنے سانسیں تک روک گئی۔

مہمند نے ناگواری سے اسکی رکی سانسوں کو دیکھا جس کی وجہ سے اسکا چہرہ سرخ ہوا تھا۔

"سانس لیں اوزے" اسکے چہرے پر پھونک مارتے وہ اتنی سختی سے بولا تھا کہ اوزے نے فورا سے گہرا سانس بھرا۔

"ان سانسوں کو روکنے کا اختیار میرا ہے خود سے یہ کر کے آئندہ خود کو میری دی ہوئی سزا کے لئے تیار رکھئے گا"

اسے کہتے وہ اپنی جگہ سے اٹھا تھا اسے جاتے دیکھ جھٹکے سے اٹھتے اوزے نے اسکا ہاتھ اپنی نازک گرفت میں لے کر اسے جانے سے روکا تو ایک دل جلی مسکراہٹ مہمند خانزادہ کے لبوں پر آئی۔۔

"ابھی آپ کی سزا ختم نہیں ہوئی ہے اور آج جو ہوا وہ اس بات کا احساس دلانے کے لئے تھا کہ اوزے صرف اور صرف مہمند خانزادہ کی ہے اور اگر اوزے کو لگتا ہے کہ دوسرے کے کہنے پر وہ مہمند کو خود سے دور رکھ سکتی ہے تو آج یہ چھوٹی سی چھلک اس بات کا ثبوت ہے مہمند خانزادہ کو کوئی اوزے کے قریب آنے سے نہیں روک سکتا خود اوزے بھی نہیں"

مہمند کی بات پر جہاں اسکے چہرے کا رنگ فق پڑا تھا وہیں مہمند کے چہرے پر زہر خند مسکراہٹ آئی۔۔

بنا دوسری نظر اس پر ڈالے وہ کمرے سے نکلتا چلا گیا اور اسکے جاتے تکیے پر گرتی وہ پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔۔

زندگی کیسے مقام پر لے آئی تھی اسے۔۔۔

#تصویر_من

#فروا_نور

#قسط_13

سورج کی کرنیں چاروں اور پھیلتی آسمان کو روشن کر رہی تھیں اور اسکی روشنی آپکے کمرے میں کھڑکی کے پاس بیٹھی مہر گل کے حسین مگر اداس چہرے پر پڑ اسے تنگ کر رہی تھی مگر وہ اتنی گہری سوچوں میں تھی کہ اسے زرا بھی احساس نہیں ہوا تھا۔

آدھی رات بھیانک خواب کی وجہ سے اسکی آنکھ کھلی اور پھر اسکے بعد وہ بالکل بھی سو نہیں سکی تھی۔

کل رات گھر واپس آنے تک وہ خود کو بہت بہادر سمجھ رہی تھی جیسے یہ سب کوئی بہت معمولی بات ہو مگر اب جیسے جیسے وقت گزرتا جارہا تھا اسے احساس ہو رہا تھا کہ اسکے ساتھ کیا ہو چکا ہے اور اب اسکے ساتھ آگے کیا کچھ ہو چکا ہے۔

خوف سے وہ ٹھیک سے سو نہیں سکی تھی آنکھیں رونے کی وجہ سے سرخ ہو رہی تھیں اور اب بھی وہ اپنی بے بسی پر سوگ منا رہی تھی مگر دروازہ ناک ہوا جس نے اسے سوچوں کے گرداب سے کھینچ کر حقیقت کی دنیا میں لا پٹخا۔۔

"مہر؟"

ناب گھماتے زمرد بیگم کمرے میں داخل ہوئیں اور اسے جاگتے پا کر انہیں حیرت ہوئی ورنہ سب سے زیادہ اٹھنے میں وہ ہی انہیں تنگ کرتی تھی۔۔

اپنی ماں کو دیکھ اسکے چہرے پر خوف ابھرا۔

حساب کتاب کا وقت قریب آگیا تھا مگر ان کے اتنے نرم انداز پر اسے جھٹکا لگا۔

"طبعیت ٹھیک ہے بیٹا؟رات میں پریشان ہوگئی تھی مگر پھر نیلی نے بتایا کہ تمہاری طبعیت ٹھیک نہیں تھی تم میڈیشن لے کر سوگئی تو میں بہت پریشان ہوگئی تھی میں آئی تو تم نے دروازہ ہی اندر سے بند کیا تھا"

اسکے چہرے پر ہاتھ پھیر وہ اسکے لئے فکر مند تھیں۔

"بچے آئندہ ایسا کچھ ہو تو بھلے لاک لگا لینا مگر کنڈی مت لگانا آئندہ"

"سوری" اتنا کہتے وہ ان سے لپٹ گئی آنکھوں سے آنسو بہہ کر اس کے گال پر پھسلتے جارہے تھے۔۔

"مہر بیٹا کیا ہوا ہے ایسے کیوں رو رہی ہو؟"

اسے یوں بچوں کی طرح روتے دیکھ ان کے دل کو کچھ ہوا تھا۔۔

"امی وہ" وہ انہیں سب بتا دینا چاہتی تھی مگر التتمش کی دھمکی یاد آنے پر لب سختی سے بھینچتے وہ خود کو کچھ بھی کہنے سے روک گئی۔۔

"طبعیت زیادہ خراب ہے تو ڈاکٹر کے پاس چلیں؟"

"نہیں میں اب ٹھیک ہوں بس ویسے ہی رونا آ گیا تھا"

ان سے دور ہوتے وہ خفت سے کہتی اپنا چہرہ صاف کرنے لگی۔۔

"اچھا فریش ہو جاؤ پھر نیچے آجانا حورے رسم کے مطابق ملنے آئی گی شام میں تو شام کی تیاریاں بھی کرنی ہیں"

"جی امی"

انہیں جواب دے کر وہ اپنے کپڑے لئے واشروم میں آگئی مگر دل تھا کہ بھر بھر آرہا تھا۔۔

دروازے سے ٹیک لگائے وہ روتی چلے گئی۔

زمرد بیگم کا رویہ اپنے ساتھ محسوس کر اسکا دل برا ہو تا تھا کیوں وہ اسے ویسے پیار نہیں کرتی تھیں جیسے کائنات اور زوہا سے کرتی تھیں۔۔

وہ اور حورے اکثر ثمرہ اور ان کی زیادتیوں کا نشانہ بنتے تھے اور انہیں چھوٹا کہہ کر چپ کروادیا جاتا تھا۔۔

آج اسکا دل کیا اسکی ماں اسے بات کرے پوچھے مگر وہی ہوا جو ہمیشہ سے ہوتا آیا تھا۔

کھڑے کھڑے اسکی ٹانگیں شل ہو رہی تھیں۔

مگر ساری باتیں یاد کر وہ نئے سرے سے تکلیف میں مبتلا ہوتی پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔۔

سب مہمانوں میں گھری وہ صبح سے نیچے ہی موجود تھی صبح کے بعد اسکا سالک حیدر سے سامنا نہیں ہوا تھا۔

"لڑکیوں بس بھی کرو حورے کو سانس لینے دو۔۔عائشہ جاؤ بیٹا حورے کو تیار کرواسے اپنے گھر بھی جانا ہے رسم کے لئے "

"جی امی "مسکرا کر کہتی وہ حورے کو سب سے درمیان سے اٹھاتے اسکے کمرے میں آگئی۔

"بتاؤ کون ساڈریس پہنو گی ؟"

"کوئی سا بھی دے دیں" آہستگی سے کہتے وہ بیڈ پر بیٹھ گئی جب عائشہ نے تعجب سے حورے کو دیکھا۔۔

"کوئی سا بھی مطلب ؟ سالک نے بتایا نہیں کہ کون سا ڈریس پہننا ہے ؟" حیرت کا مظاہرہ کرتی وہ حورے کو شرمندہ کر گئی۔۔

"نہیں وہ"

"اوو سوری شاید مجھے نہیں پوچھنا چاہیے تھا دراصل جب میری شادی ہوئی تو فراز تو بالکل ہی میرے دیوانے ہو گئے تھے ایک لمحے بھی مجھے اکیلا نہیں چھوڑ رہے تھے ہر دعوت میں پہننے کے لئے کپڑے وہ ہی سلیکٹ کرتے تھے" اترا کر کہتے اس نے حورے کا چہرہ دیکھا جہاں سوائے معصومیت کے کچھ بھی نہیں تھا۔۔

"تم سے ایک بات پوچھوں حورے ؟"

الماری بند کرتے وہ اسکے سامنے آکر بیٹھی تو حورے نے سر ہلایا۔

"رات کیسی گزری؟"

"جی؟"عائشہ کے سوال پر وہ اسکا منہ دیکھنے لگی۔۔

"میرا مطلب ویڈنگ نائٹ تھی تو سب ٹھیک تھا نا؟"

عائشہ کا پوچھنے کا انداز ایسا تھا کہ حورے کا چہرہ شرم سے لال سرخ ہوا تھا اسے اپنے کانوں سے دھواں نکلتا محسوس ہوا اور اسکے چہرے پر یہ رنگ دیکھ عائشہ کا رنگ اڑا۔۔۔

"کل رات سالک گھر کب آیا میں نے تو دیکھا تھا وہ کافی دیر تک گھر نہیں آیا تھا"

دل میں دعا کرتی اس نے ایک اور سوال کیا تھا اور حورے کو سمجھ نہیں آ رہا تھا وہ اسے کیا جواب دے کیونکہ اس بات کو جواب تو اسے بھی نہیں معلوم تھا کہ وہ کب کمرے میں آیا۔۔

"بتاؤ نا حورے"

"جی وہ۔۔"

"حورے آپ تیار نہیں ہوئیں ابھی تک؟"

کمرے میں آتے سالک نے اسکی مشکل آسان کی تھی۔

"یہ کیا آپ ابھی تک ایسے ہی بیٹھی ہیں گھر والوں سے ملنے نہیں چلنا کیا؟"

"جی وہ"

"جلدی سے تیار ہو جائیں جلدی جائینگے تبھی تو جلدی گھر واپس آئیں گے نا" مسکرا کر اسکا گال سہلاتا جہاں اسے شرم سے گلنار کر گیا تھا وہیں عائشہ کے دل پر اسکا یہ روپ دیکھ سانپ لوٹے تھے۔

"سالک میرا ہی تھوڑا لحاظ کر لو میں بھی یہی ہوں"

"او سوری میں نے آپ کو دیکھا نہیں۔۔ حورے آج میں آپ کو بتاؤ کہ کونسا ڈریس پہننا ہے؟"

وہ ایک بار پھر عائشہ کو یکسر نظر انداز کرتے تھوڑا ساجھکا حورے سے پوچھ رہا تھا جو اسکے پوچھنے پر اثبات میں سر ہلا گئی۔۔

الماری سے اپنی پسند کا ڈریس حورے کو تھماتے وہ بیڈ پر بیٹھ گیا جبکہ حورے چینج کرنے کے لئے ڈریسنگ روم کی جانب بڑھی تھی۔

ڈریسنگ روم کا دروازہ بند کرتے اس نے اپنے دل پر ہاتھ رکھا جبکہ دوسرا ہاتھ اسکے گال پر تھا۔۔

دل کی رفتار ٹرین سے بھی زیادہ تیز تھی۔

عائشہ کے سامنے سالک کا اس طرح کرنا۔۔

"نہیں یہ سب ٹھیک نہیں ہے میں انہیں دھوکہ نہیں دے سکتی"

چہرہ ہاتھوں میں چھپائے وہ سسکی تھی۔۔

سالک اور زہرہ بیگم کے ہمراہ وہ اپنے گھر واپس ان سے ملنے آئی تھی۔

وہ اس وقت گل اناری رنگ کے جارجٹ کی فراک پہنے ہوئے تھی جس پر دھاگوں سے باریک کام کیا گیا تھا جبکہ فراک اور دوپٹے کے کارنر پر کریشیہ کام تھا۔

ہاتھوں میں بھر بھر چوڑیاں لائٹ میک اپ اور جیولری کے نام پر زہرہ بیگم کی جانب سے دیا چین لاکٹ اور جھمکے پہنے وہ نظر لگ جانے کی حد تک حسین لگ رہی تھی۔

اسے دیکھ زہرہ بیگم نے جلدی سے آگے بڑھ کر اسکی نظر اتاری اور اس معصوم سے مبہوت تو سالک حیدر بھی ہوا تھا۔

اسکے سامنے وہ سر جھکائے بیٹھی تھی۔

"تائی امی مہر کہاں ہے؟"

خود پر پڑتی سالک حیدر کی نظروں سے کنفیوز ہوتے اس نے آہستہ سے زمرد بیگم سے پوچھا۔

ان کے بتانے وہ اٹھ کر مہر کے کمرے میں آئی جو بستر پر اوندھے منہ پڑی ناجانے کیا سوچ رہی تھی۔

"مہر؟"

حورے کے پکارنے پر فوراً سے اپنے آنسو صاف کرتے وہ سنبھل کر بیٹھی۔۔۔

"حورے کب آئی؟میں انتظار کرکے کچھ دیر پہلے ہی کمرے میں آئی تھی"

چہرے پر مصنوعی مسکراہٹ لائے وہ خود کو نارمل ظاہر کر رہی تھی۔

"مہر مجھ سے تو جھوٹ نا بولو" اسکے پاس بیٹھتے حورے نے اس کے ہاتھ تھامے۔۔

"کیا ہوا ہے کسی نے کچھ کہا ہے تائی امی تایا ابو؟"

"نہیں بالکل بھی نہیں بس کل کی وجہ سے اتنی تھکن ہو گئی تھی کہ رات تک اتنا سر درد ہو رہا امی سے پوچھ لے اگر یقین نہیں آ رہا تو"

اسکی بات پر حورے نے سر ہلاتے اسے زور سے ہگ کیا۔۔

دونوں کے درد ایک جیسے تھے مگر دونوں کو یہ درد چھپانا تھا دنیا سے ایک دوسرے سے اور خود سے بھی۔۔

"خود کو نا تھکاؤ اتنا"

"ہمم تو بتا سب ٹھیک ہے سالک بھائی کیسے ہیں؟"

"وہ"

"کیا ہوا حورے کچھ ہوا ہے کیا؟"

"نہیں ایسا کچھ بس ابھی میں انہیں اتنا کہاں جانتی ہوں ایک ہی دن تو ہوا ہے"

"ہاں ایک ہی دن تو ہوا ہے لیکن مجھے یقین ہے وہ بہت اچھے ہونگے تم ایک دن خود کو دنیا کی خوش قسمت ترین لڑکی سمجھو گی"

مہر کے یقین پر مسکراتے اس نے سر ہلایا۔

"فریش ہو کر نیچے چلو نا گل ساتھ بیٹھ کر کھانا کھائیں گے اتنے دن ہو گئے"

"حورے" وہ جو بیڈ سے اٹھ رہی تھی مہر کی پکار پر اس نے گردن موڑ کر اسے دیکھا۔

"غلط انسان سے جدائی تکلیف دیتی ہے مگر ایک اچھے انسان کا ساتھ سارے زخم مندل کر دیتا ہے"

مہر گل کی بات پر حورے کا دل دھک سے رہ گیا۔۔

اس نے خوفزدہ نظروں سے مہر گل کو دیکھا۔

"گل"

وہ خوف سے اسکے پاس بیٹھتے اسکا ہاتھ تھام گئی۔۔

"مجھے نہیں پتا تھا گل مجھے کچھ نہیں پتا تھا"

"حورے میں جانتی ہوں اور بہت کچھ جانتی بھی ہوں لیکن اب وقت گزر گیا تم اب سالک حیدر کی بیوی ہو اگر اسے شکست دینی ہے تو تمہیں سالک بھائی سے محبت کرنی ہو گی"

مہر اپنے ایک ایک لفظ پر زور دے کر کہتی اسے سمجھا رہی تھی جس پر وہ محض سر ہلا گئی۔۔

ایک بہترین ڈنر کے بعد چائے کا دور چلا تھا۔

سب کو باتوں میں مصروف دیکھ حورے اٹھ کر اپنے کمرے میں اگئ تھی۔

وہ نہیں چاہتی تھی کہ کچھ بھی اسکے چہرے سے عیاں ہوں۔۔

کمرے میں داخل ہوتے وہ مڑی تھی مگر سامنے بیڈ پر بیٹھے ارمغان خان کو دیکھ وہ طوفانوں کی زد میں آئی۔۔

"کیا ہوا حورے؟ مجھے دیکھ کر جھٹکا لگا کیا؟"

"تم۔۔۔"خوف سے اسکے چہرے کو رنگ اڑا اور اسکی آڑی رنگت دیکھ ارمغان کے چہرے پر مسکراہٹ آئی تھی۔۔

"مجھ سے بے وفائی کرتے وقت تمہیں ڈر نہیں لگا تھا حورے جواب مجھے اپنے سامنے دیکھ لگ رہا "؟

وہ صاف اسکا مذاق اڑا رہا تھا حورے نے نفرت سے اسے دیکھا۔۔

"بے وفائی۔۔کون سی بے وفائی کی بات کر رہے ہیں آپ ارمغان خان۔۔۔میں نے بیوفائی کی جس سے تم سے میں کیوں تم سے بیوفائی کرنے لگی؟"

نڈر و جرات بھرا انداز۔۔ارمغان نے پہلی بار اسکا یہ روپ دیکھا تھا وہ تو ڈری سہمی حورے کو جانتا تھا وہ کیسے ایک دن میں اتنا بدل گئی تھی۔

"حورے"

"خبردار اپنی گندی زبان سے میرا نام بھی لیا تو"

اسکی آنکھوں میں اپنے لئے نفرت دیکھ ارمغان خان کو بہت کچھ غلط ہونے کا احساس شدت سے ہوا۔۔

"حورے کیا ہو گیا ہے یہ کس انداز میں بات کر رہی ہو"؟

"نکل جائیں یہاں سے ارمغان خان اس سے پہلے میں شور کر کے سب کو اکھٹا کر لوں" نا جانے اس میں اتنی ہمت کہاں سے آگئی تھی۔۔

"واہ حورے بی بی واہ شادی کرتے ہی بدل گئی ویسے تو بڑی معصوم بنتی تھیں اور نکلیں پوری کی پوری"

اس سے پہلے ارمغان اپنی بات مکمل کرتا حورے کا ہاتھ اٹھا تھا اور ارمغان خان کا گال لال کر گیا۔۔

"تم جیسے دھوکہ باز سے محبت تو دور نفرت کرنا بھی ضروری نہیں سمجھتی میں دفع ہو جاؤ یہاں سے "اسکے سینے پر ہاتھ مارتے وہ دبا دبا چلائی۔۔۔

"کیوں ڈر لگ رہا ہے کہیں تمہارا شوہر نا آجائے اس بیچارے کو تو کچھ بھی پتا نہیں ہو گا نا کہ اسکی بیوی شادی سے پہلے میرے ساتھ "

"حورے؟"

باہر سے آتی حورے کی نام کی پکار کر ارمغان نے جان کر اپنا جملہ ادھورا چھوڑا۔۔۔

خوف زدہ ہونے کے باجود حورے مضبوط بنی اسکے سامنے کھڑی تھی۔۔

ارمغان کو آج وہ ہر لمحے حیران کر رہی تھی جس ڈرپوک حورے کو اس نے پھنسایا تھا یہ وہ حورے نہیں تھی۔۔

"تمہیں مجھ سے بے وفائی بہت مہنگی پڑے گی حورے۔۔اور تمہارے شوہر کو میں چھوڑوں گا نہیں"

اسے دھمکاتے وہ پیچھے قدم لیتا بالکونی کے رستے سے وہاں سے نکلتا چلا گیا اور اسکے جاتے ہی وہ بیڈ پر گرنے کے انداز میں بیٹھتی پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔۔

ان دو دنوں میں اس کی زندگی کیا سے کیا ہو گئی تھی۔۔

"حورے؟"

کمرے میں آتی مہر اسے روتے دیکھ بھاگ کر اسکے پاس آئی تھی۔

"وہ آیا تھا یہاں مہر وہ کہتا ہے وہ"

ہچکیاں لیتے وہ بس روئے جا رہی تھی۔

مہر کے لئے اسے سنبھلنا مشکل ہو رہا تھا۔

"حورے نیچے سب بلا رہے ہیں گھر جانے کا وقت ہو گیا ہے ایسے کروں گی تو کیسے چلے گا"

"میں انہیں سب بتا دوں گی گل وہ دھمکی دے کر گیا ہے وہ انہیں بھی نقصان پہنچا سکتا ہے۔۔۔۔
میں ان سے کچھ نہیں چھپاؤں گی اسکے بعد جو ان کا فیصلہ ہو گا مجھے منظور ہو گا میں ایسے ڈر ڈر کر
نہیں رہ سکتی۔۔"

"اچھا بس ٹھیک ہے رونا تو بند کرو پلیز"

مہر کے سمجھانے پر بے بسی سے اسے دیکھتی وہ سر ہلا گئی مگر اس نے سالک کو سب بتانا تھا یہ اس نے سوچ لیا تھا۔۔

"اوزے جاؤ مہمند کو کھانے کے لئے بلا کر لاؤ بیٹا؟"

ثوبیہ بیگم کی آواز پر پشمینہ کے ساتھ بیٹھی اوزے نے انہیں دیکھا۔

"کیا ہوا جاؤ نا بیٹا"

"لیکن"

"اوزے جاؤ بیٹا میں زرا یہ سب دیکھ لوں"

ان کا انداز اٹل تھا اوزے کی جان اٹکی تھی۔

شیر کی کچھار میں بھیج رہی تھیں وہ اسے اور وہ اف بھی نہیں کر سکی تھی۔

خاموشی سے اٹھ کر دھیمے قدموں سے اوپر آکر مہمند کے کمرے کے باہر آکر رکی۔۔

گہرا سانس فضا کے سپرد کر اس نے دروازہ ناک کیا اور کمرے میں داخل ہوئی۔۔

خالی کمرہ دیکھ اسکا دل دھڑکا۔۔

"کیا ہوا سب خیریت؟"

وہ جو پورے کمرے میں نظریں دوڑا رہی تھی مہمند کی آواز پر اسکا دل اچھل کر حلق میں آیا۔۔

"وہ کھانا کھانے"

"ہاں ٹھیک ہے آرہا ہوں"

اسکی بات سنتے وہ جلدی سے کمرے سے نکل رہی تھی کہ مہمند کی آواز نے اسکے قدم روکے۔۔

"کھانے کے بعد اپنی پیکنگ کر لیں آپ میرے ساتھ شہر آرہی ہیں"

دھڑ دھڑ ساتوں آسمان اسکے سر پر گرے تھے جھٹکے سے مڑتے اس نے مہمند کو دیکھا جو سنجیدگی سے اسے دیکھ رہا تھا۔

"کیا ہوا مجھے کیا اب یہ اختیار بھی نہیں حالانکہ میں تو شوہر ہوں"

"پلیز مہمند ہو گئی تھی غلطی بس کریں پلیز بس کریں" اسکے آگے ہاتھ جوڑتے وہ غصے سے کمرے سے نکلتے چلے گئی اور مہمند خانزادہ سختی سے لب بھیچے اسے جاتے دیکھتا رہ گیا۔۔

دھیان کے سارے دھاگے گزرے وقت میں الجھے تھے۔۔

جاری ہے

مہمند اور اوزے کیوں ہیں ایک دوسرے سے خفا کل سامنے آئے گا ان کا سچ۔۔سے

#تصویر_من

#فروا_نور

#قسط_14

ماضی

وہ کالج سے نکلتے اپنی گاڑی کی جانب بڑھی تھی مگر کسی کی نظروں کی تپش خود پر محسوس کرا سکے قدم ٹھٹکے۔۔۔

گردن ترچھی کر اس نے دیکھا تو نگاہوں کے تصادم پر اوزے کا دل بری طرح سے دھڑکا تھا۔

مہمند خانزادہ پچھلے کئی دنوں سے اسے یونہی نظر آتا تھا کبھی دوکان پر کھڑا چائے پیتے کبھی اپنی گاڑی سے ٹیک لگائے۔

وہ اسے کچھ نہیں کہتا تھا مگر نا کہہ کر بھی وہ بہت کہہ گیا تھا اور اوزے اچکزئی کے دل کی دنیا تہہ و بالا کر گیا تھا۔

اپنے دل کی بدلتی کیفیت سے وہ انجان نہیں تھی وہ مہمند خانزادہ کو اپنے دل کی مسند کے اونچے درجے پر بیٹھا چکی تھی۔۔

مگر اسکا خانزادہ خاندان سے تعلق اسے خوف میں مبتلا کرتا تھا۔

وہ اس سے محبت کرنے لگی تھی وہ اسے اچھا لگتا تھا مگر شاید قسمت کو کچھ اور ہی منظور تھا۔

وہ مہمند خانزادہ کی محبت سے خائف تب ترپی جب اسکے رشتے کی باتیں ہونے لگیں۔۔

وہ مر کر بھی سہیل سے شادی نہیں کرنا چاہتی تھی وہ اسے کبھی اچھا نہیں لگا تھا لیکن کہنے کی ہمت کہاں سے لاتی۔۔۔

"اوزے میں بات کروں گا آپ کے بابا سے میں آپ کو اپنی عزت بنانا چاہتا ہوں۔۔"

اس دن وہ اسکے سامنے آگیا تھا شاید اسکے رشتے کی خبر مہمند تک پہنچ چکی تھی۔

"یہ ناممکن ہے مہمند ہم آپ سے شادی نہیں کر سکتے"

"اوزے وہ شخص کہیں سے بھی آپ کے قابل نہیں ہے آپ ایک غلط فیصلہ کر رہی ہیں"

"آپ ہوتے کون ہیں یہ بات کہنے والے کے ہم غلط فیصلہ کر رہے ہیں؟"

وہ اسے کوئی امید نہیں دے سکتی تھی کیونکہ اچھے سے جانتی تھی مہمند کو امید دینا مطلب سالوں پہلے بجھی آگ کو دوبارہ بھڑکانہ۔۔

"کیا آپ دل میں میرے لئے کوئی جگہ نہیں کیا آپ کو مجھ سے زرا انسیت نہیں اوزے؟"

وہ تڑپا تھا اسکے لفظوں سے۔۔

اوزے نے ایک نظر اسے دیکھا اسے یوں ٹوٹا دیکھنا یہ تو اس نے کبھی نہیں چاہا تھا۔۔

ایک ان کہی محبت کی داستان کیا آج ختم ہونے والی تھی اسکا دل خون کے آنسو رو رہا تھا۔۔

"نہیں ہے آپ سے کوئی محبت"

سر جھکائے وہ آنسو پینے کی کوشش میں ہلکان تھی۔۔

مہمند کے چہرے پر زہر خند مسکراہٹ آئی۔

"میری آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہیں اوزے کے آپ کو مجھ سے محبت نہیں ہے؟"

وہ آج اسکا امتحان لینے کے درپر تھا۔

مٹھیاں بھینچے اس نے آنسوؤں کو پیچھے دھکیلا اور سر اٹھا کر مہمند کی آنکھوں میں دیکھا۔

دل ان آنکھوں میں ڈوب کر ابھرا تھا۔

مہمند دل دھڑکا تھا۔۔

"مجھے آپ سے محبت نہیں ہے مہمند خانزادہ"

"مل گیا آپ کو"

اس سے پہلے وہ مزید کچھ کہتی مہمند ہاتھ اٹھاتے اسے کچھ بھی کہنے سے روک گیا۔

"اگر آپ کو مجھ سے محبت نہیں تو مہمند خانزادہ زبردستی کا قائل نہیں اوزے مگر ایک بات یاد رکھئے گا جتنی ہمت مجھے انکار کرتے ہوئے دیکھائی ہے نا اسی طرح غلط اور صحیح کے وقت بھی

دیکھائیں گی تو مہمند خانزادہ کو فخر ہو گا آپ پر اور اگر ڈر کر سہم کر بیٹھ جائیں گی اس دن مہمند خانزادہ آپ سے محبت کرنا چھوڑ دے گا۔۔"

اسے کہتے وہ رکا نہیں تھا مگر جاتے جاتے وہ اوزے گل کا دل بھی اپنے ساتھ لے گیا تھا اسکے جانے کے بعد اسے اپنا آپ سوائے ایک خالی جسم کے اور کچھ نہیں لگا۔۔

مردہ قدموں سے وہ گھر میں آتے اپنے کمرے میں بند ہو گئی۔

آج سوگ کا دن تھا آج اسے اپنی ادھوری محبت کا ماتم منانا تھا۔۔۔

"مہمند کیا ہوا تو کچھ پریشان لگ رہا ہے؟"

قمر کب سے اسے پریشان دیکھ رہا تھا کافی دیر جب مہمند کچھ نہیں بولا تو قمر اسکے سامنے آیا تھا۔

"کیا ہوا ہے؟"

سر اٹھا کر قمر کو دیکھتے مہمند نے سوال کے بدلے سوال کیا تھا۔

"سہیل خان سے منگنی ہو رہی ہے اس کی"

"کون سہیل خان" قمر الجھا اور پھر جیسے کچھ یاد آنے پر اس نے جھٹکے سے مہمند کو دیکھا۔

"وہ سہیل خان جس پر ریپ کا الزام"

مہمند کے بھیچے لب دیکھ قمر نے اپنی بات ہی ادھوری چھوڑ دی۔۔

"مہمند یہ ناممکن ہے ایسا کیسے کر سکتی ہیں وہ سہیل کہیں سے ان کے قابل نہیں ہے تو بتاتا نا انہیں".

"انہیں کچھ بھی کہتا تجھے لگتا ہے وہ میرا یقین کرتیں؟"

"تو اب کیا کرنا ہے مہمند؟"

"وہ مجھ سے محبت نہیں کرتیں قمر"

"تو؟"

"کیا تو؟"

مہمند الجھا

"تو انہیں اس ذلیل انسان کے ساتھ ان کی زندگی برباد کرنے دے گا؟"

"تو کیا کروں جا کر لڑوں ان سے؟ تا کہ وہ بدنام ہو جائیں؟"

"لیکن مہمند "

"میں نے سوچ لیاہے مجھے کیا کرنا ہے تو فکر مت کر"

اس کے دماغ میں تیزی سے چل رہا تھا وہ اچھے سے جانتا تھا کہ سہیل خان نے اگر اچکزئی خاندان میں رشتہ جوڑا ہے تو ضرور اس کے پیچھے کوئی بڑا مقصد تھا اور وہ اس مقصد کو جان بھی گیا۔

لیکن بہت دیر سے۔

حویلی میں اج سبھی لوگ مزار پر جارہے تھے جبکہ اوزے کی طبعیت تو کئی روز سے خراب تھی محبت چھوڑی تھی یہ حال تو ہونا ہی تھا۔۔ حویلی میں ملازمین تھے مگر اس حویلی میں اسکا دم گھٹ رہا تھا۔۔

اس لئے بنا کسی کو کچھ بھی بتائے وہ حویلی کے پچھلے حصے کی جانب آ گئی۔

ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا دل کو سکون بخش رہی تھی سورج غروب ہو چکا تھا اور اب آسمان سیاہ چادر اوڑھے ہوئے سامنے تھا۔

سامان کو دیکھتے اسکی سوچیں اس ستمگر کی جانب گئیں جس نے ایک بار بھی پلٹ کر اسے دیکھا تک نہیں تھا۔

دل میں ہوک سے اٹھی کہ اچانک اسکے لگا کسی نے اسکی گردن کو چھوا ہو۔۔

گردن پر ہاتھ مارتے وہ مڑی مگر سامنے کھڑے سہیل خان کو دیکھ اسکی آنکھیں پھیلیں۔۔

"آپ"

"جی میری جان آپ کا سہیل"

خباثت چہرے پر سجائے وہ غلیظ نظروں سے اوزے کو دیکھتے اس کے قریب ہوا۔۔

"آپ یہاں کیا کر رہے ہیں؟"

قدم پیچھے لیتے وہ خوف سے زرد پڑ رہی تھی کیونکہ سہیل کی نظریں اسے اپنے جسم میں کھوبتی محسوس ہوئیں۔۔

"تم سے ملنے آیا تھا منگنی کے بعد سے تو موقع ہی نہیں ملا میں اکیلے میں تم سے ملنا چاہتا تھا تمہیں محسوس کرنا چاہتا تھا" اسکی جانب ہاتھ بڑھاتے وہ اپنے دل کا حال اسکے سامنے کھول رہا تھا۔۔

"پلیز آپ جائیں یہاں یہ سب غلط ہے"

اسے سمجھ نہیں آیا کہ وہ کیسے اسے یہاں سے واپس بھیجے۔۔

"کیا ہوا اتنا کیوں گھبرا رہی ہو میری جان"

"یہ آپ کس طرح سے مجھ سے بات کر رہے ہیں پلیز"

اس سے پہلے وہ کچھ کہتی سہیل نے آگے بڑھ کر اسکا ہاتھ تھاما اور اسکے ٹوٹی دیوار سے لگایا۔

"ارے کیسے بات کروں اور میری جان" وہ اس پر جھکتا مسلسل اسکی مزاحمت کو روکتے اس پر جھکنے کی کوشش کر رہا تھا جبکہ خود کو بچاتی اوزے روئے جا رہی تھی اس شخص کا مقابلہ کرنا اسکے بس کی بات نہیں تھی۔

اسے لگنے لگا تھا جیسے آج سب ختم۔

اس سے پہلے سہیل اپنی حدیں پھلانگتا پیچھے سے کسی نے اس کے چہرے پر کپڑا ڈال اسکی گردن میں ہاتھ ڈالے پیچھے گھسیٹ کر زمین پر پھینکتے اس پر لاتوں کی برسات کر دی۔۔

اوزے نے گھبرا کر اس شخص کو دیکھا جو آج سہیل کی جان لینے کے در پر تھا۔

آنسو اسکے گال پر برستے جارہے تھے اور وہ اپنی سسکیوں کا گلا گھونٹے منہ پر ہاتھ رکھ زمین پر بیٹھتی چلے گئی۔

اس میں اتنی سکت نہیں تھی کہ وہ آگے بڑھ کر مہمند کو روکتی۔۔اسے منع کرتی۔۔

سہیل کو مار وہ اسکی جانب مڑا۔

سرخ آنکھوں میں وحشت نے ڈیرے جمائے تھے اوزے کو اپنا دل بند ہوتا محسوس ہوا۔۔

مضبوط قدموں سے اسکی جانب آتے وہ گھٹنوں کے بل اسکے سامنے بیٹھا۔

"اب صحیح غلط کا فیصلہ آپ کے ہاتھ میں اوزے گل میں بھی دیکھنا چاہتا ہوں آپ کی ہمت.. میرا کہا یاد ہے نا؟"

اوزے بس پھٹی نگاہوں سے اسے دیکھ رہی تھی جو اب اسے اندر جانے کا بول رہا تھا۔۔

اسکے کہتے وہ تیر کی تیزی سے اسکے پہلو سے نکل کر بھاگی تھی۔۔

دھڑکتے دل کے ساتھ دروازہ لاک کر وہ زمین پر بیٹھتی چلے گئی۔۔

مہمند نا آتا تو۔۔۔اس سوچ کے آگے ہی اسکے رونگٹے کھڑے ہوئے تھے۔

اپنے گرد بازو باندھ وہ خوفزدہ سی ایک کمرے میں بیٹھی تھی۔

رات ڈھل چکی تھی نیچے سب کے آنے کا شور تھا اور وہ بے حسی و حرکت بیٹھی تھی جب اسکا بلاوا آیا مگر وہ طبعیت خرابی کا بہانہ بنا گئی۔۔

اس میں اتنی ہمت نہیں تھی کہ وہ سہیل کی حقیقت کسی کے سامنے لا سکتی اپنے ہاتھ میں موجود سہیل کے نام کی انگوٹھی دیکھ اسکا دل دھاڑے مار مار کر رونے کا کیا۔۔

مہمند کے لفظ کانوں میں گونج رہے تھے۔۔

ایک بات یاد رکھئے گا جتنی ہمت مجھے انکار کرتے ہوئے دیکھائی ہے نا اسی طرح غلط اور صحیح کے وقت بھی دیکھائیں گی تو مہمند خانزادہ کو فخر ہو گا آپ پر اور اگر ڈر کر سہم کر بیٹھ جائیں گی اس دن مہمند خانزادہ آپ سے محبت کرنا چھوڑ دے گا۔۔"

وہ اس سے محبت کرنا چھوڑ دے گا۔۔وہ اس سے نفرت کرنے لگے گا۔۔

وہ بے بسی کی آخری حد پر تھی۔

ہمت کر وہ سب کے پاس گئی کہ سہیل کا سچ بتا سکے مگر وہاں اسکی شادی کی باتیں سہیل کی تعریفیں اسکی طبیعت خرابی کی جھوٹی خبر۔۔وہ بن باپ کی بچی اتنی ہمت ہی نا کر سکی کہ انکار کر دیتی۔۔

ہاں اس نے مہمند خانزادہ کی محبت کو اپنے ہاتھوں سے گنوایا تھا۔

اسکی پر خلوص محبت چھوڑ ایک روندے کو چنا تھا۔

پورے گاؤں میں اسکی بات پکی کی مٹھائیاں تقسیم ہو رہی تھیں اور دوسری طرف مہمند خانزادہ انگاروں پر لوٹ رہا تھا۔

دونوں کی راہیں جدا ہونے کو تھیں لیکن قسمت کو شاید کچھ اور ہی منظور تھا۔۔

کمال سے مہمند ہے ماموں بری طرح زخمی ہوئے تھے ڈاکٹر نے انہیں جواب دے دیا تھا مگر اللہ کا انہیں زندگی دینی تھی وہ بچ گئے تھے مگر یہ بات سب سے چھپائی گئی۔۔

انہوں نے اسے ایک راستہ دیکھایا تھا اوزے کو اس سہیل سے بچانے کا۔۔۔

اور پھر وہ دن بھی آیا جب اس نے سب کے سامنے اوزے گل کو اپنے خون بہا میں مانگا جہاں سے شروع ہوئی ان کی کہانی۔۔

گھٹنوں کے گرد ہاتھ باندھے وہ خاموشی سے بیٹھی تھی یاد ماضی عذاب تھی اس نے اپنے ہاتھوں سے اپنی محبت گنوائی تھی۔۔

"بھابی آپ نے پیکنگ کر کی لالہ انتظار کر رہے ہیں"

پشمینہ کی بات پر اسکے چہرے پر ہوائیاں اڑئی تھیں۔

اس شخص کی ناراضگی اور پھر اسکی من مانیاں۔۔

"بھابھی جلدی سے آجائیں اس سے پہلے لالہ خود آجائیں"

پشمینہ کے کہتے ہی وہ تیزی سے اٹھتی جلدی جلدی اپنی پیکنگ کرنے لگی۔

مہمند کا سچ میں کوئی بھروسہ نہیں تھا کہ وہ واقعی آجاتا اور اسکے آنے کے بعد جو ہوتا وہ برداشت کرنا فلحال اوزے کے بس کی بات نہیں تھی۔

ساری پیکنگ جلدی جلدی کرتے اس نے سیاہ شال اپنے گرد اوڑھی۔

اس سے پہلے وہ باہر جاتی مہمند کمرے میں داخل ہوا وہ جو اسے دیکھنے آیا تھا اسے دیکھ ماتھے پر پڑے بل قدرے کم ہوئے تھے۔

خاموشی سے اسکا بیگ اٹھائے وہ کمرے سے نکلا تو اوزے نے اسکے پیچھے اپنے قدم بڑھائے تھے۔

سبھی گھر والوں سے ملتے وہ خاموشی سے باہر آئی تھی اسکے باہر آتے ہی مہمند ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھا اسکے اس طرح سرد رویے پر اوزے کا دل دکھا آنکھوں میں آنسو لئے وہ خاموشی سے فرنٹ سیٹ پر اسکے برابر بیٹھی۔

اسکے بیٹھتے ہی مہمند نے گاڑی اسٹارٹ کی تھی جس کا رخ شہر کی جانب تھا۔۔

"مہر بمشکل اسے سنبھالتے اسے سمجھا رہی تھی جب دروازہ ناک ہونے پر وہ دونوں چونکی۔۔

حورے نے فوراً سے اپنے آنسو صاف کرتے خود کو کمپوز کیا تبھی سالک حیدر نے کمرے میں قدم رکھا جسے دیکھ وہ دونوں چونکہ تھیں جبکہ چونکا تو وہ بھی حورے کا سرخ ہوتا چہرہ دیکھ۔۔

"آئی ایم سوری میں"

"اٹس او کے سالک بھائی آپ آجائیں"

مسکرا کر کہتی مہر نے حورے کا ہاتھ تھاما۔

"دراصل میں کال سننے آیا تو آنٹی کے کہاں کہ حورے کا روم یہاں ہے"

"اپنی بیوی سے ملنے کے لئے آپ کو صفائیاں دینے کی ضرورت نہیں ہے آپ کی ہی ہے لے جائیں"

ماحول کا بوجھل پن کم کرنے کی خاطر مہر ہلکے پھلکے انداز میں کہتی سالک حیدر کو مسکرانے کر مجبور کر گئی۔

"حورے چلیں؟" گردن موڑ اس نے بیڈ پر بیٹھی حورے کو دیکھا جو سر جھکائے اپنی انگلیاں مروڑنے میں مصروف تھی۔۔

سالک کے پوچھنے پر سر ہلاتی اپنی جگہ سے اٹھی تو وہ تینوں ہی آگے پیچھے کمرے سے نکلتے تھے۔

تھوڑی دیر بعد سب سے ملتے وہ لوگ اپنے گھر کی جانب بڑھے۔۔

گھر میں حسب توقع سبھی لاونج میں بیٹھے تھے۔

"حورے آپ روم میں جائیں میں آتا ہوں"

حورے کو انکمفرٹیبل دیکھ اسے جانے کا کہتا وہ خود سب کے درمیان آکر بیٹھا۔

"یہ کیا بات ہوئی سالک بھائی آپ نے بھابھی کو اوپر بھیج دیا وہ بھی ہمارے ساتھ بیٹھتیں تو مزہ آتا۔

"بیٹا وہ ابھی تھوڑا اداس ہے گھر والوں سے مل کر آئی ہے نا تو"

سالک کی جگہ زہرہ بیگم نے سب کو جواب دیا تھا جبکہ عائشہ نے بغور ان دونوں کو دیکھا۔

"سالک بیٹا تم یہاں کیا ان لوگوں کے پاس بیٹھے ہو جاؤ دولہن اکیلی ہے جاؤ تم"

روبینہ بیگم نے اسے سب کے درمیان بیٹھے دیکھا تو بولے بنا نہیں رہ سکیں جس پر وہ خاموشی سے سر ہلاتے اوپر اپنے کمرے کی جانب بڑھا تھا اور اسے اوپر جاتے دیکھ عائشہ کی نظروں نے دور تک اسکا پیچھا کیا تھا۔۔

کمرے کا دروازہ بند کرتے وہ بنا چینج کئے ہی بستر پر گرتے ایک بار پھر رو دی تھی۔

ایسا لگتا تھا کہ اسکی زندگی میں صرف رونا ہی رہ گیا ہے۔۔

ارمغان کے لفظ بار بار اسکے ارد گرد گونج رہے تھے اس شخص سے اسے کوئی بعید نہیں تھی۔۔

وہ رونے میں اتنا مصروف تھی کہ اسے بالکل بھی احساس نہیں ہوا کب سالک روم میں آیا۔

دروازہ لاک کر وہ خاموشی سے اسکے پاس آکر کھڑا ہوا جو گود میں رکھے تکیے میں چہرہ چھپائے رونے میں مصروف تھی اسے یوں سسکتے دیکھ وہ خاموشی سے اسکے پاس بیڈ پر بیٹھا۔

اپنے پاس کسی کی موجودگی محسوس کر وہ لمحے کو رونا بھول کر ساکت ہوئی تھی۔

گردن موڑ اس نے اپنے پاس بیٹھے سالک کو دیکھا تو آنکھیں ایک بار پھر نم ہوئی تھیں۔

بنا کچھ بھی اسے کہے سالک نے آگے بڑھ اسکے اپنے ساتھ لگایا تھا۔

اسکے اس عمل سے وہ ایک بار پھر ساکت ہوئی تھی۔

#تصویر_من

#فروا_نور

#قسط_15

سالک نے آگے بڑھ کر بنا کچھ کہتے اسے اپنے سینے سے لگایا۔

اسکا سہارا ملتے ہی ضبط کا دامن اسکے ہاتھ سے چھوٹا تھا۔

بنا کچھ کہے بنا کچھ پوچھے وہ اسے اپنے ساتھ لگائے بس رونے دے رہا تھا تا کہ اسکے اندر کا غبار ختم ہو جائے۔۔

جب بہت دیر ہو گئی اور اسکا رونا بند نہیں ہوا تب گہرا سانس بھرتے سالک نے اسکی کمر پر ہاتھ رکھ اسکے پر سکون کرنے کے لئے اسکی کمر سہلائی۔

"حورے۔۔۔"

"وہ آپ کو مار دے گا وہ آپ کو بھی نہیں چھوڑے گا میں کیا کروں؟"

ہچکیوں سے روتے وہ اپنے لفظوں سے سالک حیدر کا حیران کر گئی تھی۔۔

کچھ تھا جو مسنگ تھا۔

اسکا چہرہ اپنے ہاتھوں کے پیالے میں بھرے سالک نے اسکے آنسوؤں میں تر سرخ چہرے کو دیکھا۔۔

"حورے۔۔۔۔"

"وہ اچھا نہیں ہے اس نے مجھے بدلے کے لئے"

ٹوٹ پھوٹ کر الفاظ ادا کرتے وہ سالک کو اچنبھے کا شکار کر گئی تھی۔۔

"حورے کیا ہوا ہے کس نے آپ کو دھمکی دی ہے مجھے بتائیں"

سالک کا انداز اتنا سنجیدہ تھا کہ حورے اسکا چہرہ دیکھنے لگی۔

"حورے ٹرسٹ می کوئی ہمیں کچھ نہیں کہے گا ٹیل می واٹ ہیپنڈ۔۔۔"

اسکے ہاتھوں کو اپنی مضبوط گرفت میں تھامتے وہ اسے یقین دلا رہا تھا۔۔۔

اس نے لمحے کو سوچا اس ایک سچ جو چھپانے کی خاطر وہ آگے سو جھوٹ نہیں بول سکتی تھی اس لئے بنا انجام کی پرواہ کئے وہ سالک کو سب کچھ بتاتی چلے گئی آغاز سے اختتام تک اور پھر وہ رات۔۔

ان کے نکاح سے ایک دن پہلے۔۔

وہ اپنے کمرے میں بیٹھی تھی جب فون کی آواز پر وہ اٹھ کر کمرے سے باہر آئی۔

سبھی لوگ گہری نیند میں تھے اتنی رات میں کسی کا فون آنا برے خیالوں کو جھٹکتے وہ نیچے آئی اور فون اٹھایا تو دوسری طرف کوئی اجنبی تھا۔

"واچ مین کے پاس ایک پیکٹ ہے آپ کے لئے جس میں آپ کے سارے سوالوں کے جواب ہیں اسے دیکھ کر واپس اسی جگہ پر رکھ دیجیے گا۔۔"

بنا اسکا جواب سنے وہ اجنبی فون رکھ چکا تھا۔۔

وہ شخص کس بارے میں بات کر رہا تھا اسے بالکل اندازہ نہیں ہوا مگر دل میں جاگے تجسس کے ہاتھوں وہ شال اپنے گرد لپیٹے گھر سے باہر آئی تو واچ مین کو گہری نیند میں سویا پایا جب کے گیٹ کے پاس بلیک شاپر میں کوئی چیز تھی۔

بنا کچھ سوچے وہ اس شاپر کو اٹھاتے بھاگ کر واپس اپنے کمرے میں آئی اور دروازہ اچھے سے لاک کر وہ بیڈ پر آکر بیٹھی۔

اسکے سامنے وہ شاپر تھا۔

دھڑکتے دل اور کپکاتے ہاتھوں سے اس نے وہ شاپر کھولا تو اندر موبائل تھا۔

موبائل دیکھ اس نے حیرت سے موبائل کو دیکھا جس کالاک ان تھا اور وال پیپر پر لکھا تھا

"اوپن گیلری"

دل تیزی سے دھڑک رہا تھا فوراً سے پہلے وہ گلیری میں گئی جہاں کوئی چار سے پانچ وڈیوز تھیں مگر توجہ جس چیز نے کھینچی وہ تھی ارمغان خان کی ان وڈیوز میں موجود گی۔۔۔

"پہلی وڈیو اس نے کھولی تو اسے لگا آسمان اس کر گرا ہو۔۔

ارمغان اپنے دوستوں کے ساتھ اسے بدنام کرنے کی پلاننگ کر رہا تھا۔

ایک ایک کے بعد ایک وڈیو کھلتی گئی اور ارمغان خان کا سیاہ و مکروہ چہرہ اسکے سامنے آتا چلا گیا۔

دل بری طرح سے ٹوٹا تھا یہ کیسا کھیل کھیلا گیا تھا اسکے ساتھ اور کیوں۔۔۔

وہ شخص اسے بدلے کے لئے استعمال کر رہا تھا اور کس بدلے کی خاطر۔اس سب سے وہ انجان تھی۔۔۔

اپنی محبت کا سوگ مناتے اس نے ارمغان خان کی محبت کو اسی وقت اپنے دل سے نکال پھینکا تھا یا شاید وہ محبت اسکے دل میں کبھی تھی ہی نہیں۔۔

سالک کے سامنے بیٹھی وہ بولتے بولتے رکی اور روئی روئی سرخ نگاہیں اٹھا کر سالک کو دیکھا دل میں ڈر بھی لگا کہ سب اسکاری ایکشن کیا ہو گا مگر دوسری جانب جامد سکوت تھا۔۔

"آئی ایم سوری"

"حورے بس" اسے ایک بار پھر رونے کی تیاری پکڑتے دیکھ سالک نے نفی میں سر ہلاتے اسکا چہرہ ہاتھوں کے پیالے میں بھرا۔

"آپ جو سزا دینگے مجھے منظور ہے آپ مجھے ڈانٹیں ماریں میں اف تک نہیں کروں گی مجھے معاف کر دیں پلیز میں۔۔۔" ہچکیوں سے کہتے وہ انجانے میں اپنے معصوم حسن سے سالک حیدر کا دل پگھلا رہی تھی۔

"بس اتنا کیسے رو رہی ہیں آپ" انگوٹھے کی مدد سے اسکے گالوں پر بہتے آنسو صاف کر وہ اتنی نرمی سے بولا کہ حورے نے تعجب سے اس شخص کو دیکھا۔۔

"آپ مجھے ڈانٹ کیوں نہیں رہے مجھ سے کچھ پوچھ کیوں نہیں رہے مجھے سزا کیوں نہیں دے رہے؟"

سڑ سڑ کرتے وہ ہاتھ کی پشت سے بے دردی سے اپنے گال صاف کرنے لگی مگر تبھی سالک نے اسکا ہاتھ اپنی گرفت میں لیا۔

"اپ چاہتی ہیں میں آپ کو دانتوں سزا دوں؟"

اسکے پوچھنے پر اس نے جلدی سے اثبات میں سر ہلایا۔۔

"آپ کو پتا ہے حورے نکاح ایک بہت مضبوط رشتہ ہے اور پھر جب ایک بار اس رشتے میں بندھ جائیں تو کوئی چیز اسے نہیں توڑ سکتی سوائے ہمارے۔۔۔"

"اور ویسے بھی جنہیں چن لیا جاتا ہے نا اس سے سوال جواب نہیں کئے جاتے انہیں اعتماد کی ڈور تھمائی جاتی ہے انہیں تحفظ کا احساس دلایا جاتا ہے ان کی حفاظت کی جاتی ہے ان کے کردار پر تبصرے نہیں کئے جاتے انہیں الزام نہیں دیئے جاتے۔۔ بانہیں واں کر ان کا کھلے دل سے استقبال کیا جاتا ہے"

وہ ٹھہر ٹھہر کر نرمی سے کہتا اسے حیران کر گیا تھا۔

کیا وہ اتنے اچھے شخص کے قابل تھی۔

"لیکن آپ مجھے سزا دے دیں پلیز"

اسکی سزا والی بات پر معنی خیز سی مسکراہٹ سالک کے چہرے پر آئی تھی۔

"سزا مانگ رہی ہیں لیکن میری دی ہوئی سزا آپ برداشت نہیں کر سکیں گیں۔" اسکے چہرے پر آئے بالوں کو کان کے پیچھے کرتے وہ ہلکا سا آگے ہوتے اسکے چہرے پر جھکا تو مارے شرم کے حورے کا چہرہ سرخ ہوا تھا۔

پیچھے ہوتے وہ گرنے کو تھی جب سالک نے اسکی کمر میں ہاتھ ڈال اسے اپنی جانب کھینچا۔

کٹی ڈال کی طرح گرتی وہ سالک کے سینے سے لگی۔

دھڑکنوں کے اس ملاپ پر جہاں سالک مسکرایا وہیں حورے کی جان ہتھیلی میں آئی۔۔۔

اسکی جانب جھکتے وہ اسکے کان کے قریب آیا تو حورے نے سختی سے آنکھیں میچیں۔۔

"سب بھول جائیں ماضی میں کیا ہوا اس سے ہمیں کچھ لینا دینا نہیں یاد رکھیں حال اور مستقبل میں آپ سالک حیدر کی ہیں اور اسی کی رہیں گی" حورے کی کان کی لولبوں سے چھوتا وہ پیچھے ہوا اور ایک نظر اسکے چہرے پر ڈال اپنے بے لگام ہوتے جذبات کی پکار پر لبیک کہتے وہ اسکے چہرے پر جھکتا اسکی سانسوں پر اپنا قبضہ جما گیا۔۔

اس کے اس عمل پر حورے کی آنکھیں پھیلیں وہیں سالک کے پر شدت بھرے لمس پر اسکی شرٹ وہ مضبوطی سے تھام گئی۔

گھونٹ گھونٹ اسکی سانسوں کو خود میں اتارتا وہ اس نازک وجود میں کھو گیا تھا۔

اس سے پہلے وہ اسے مزید خود میں قید کرتا بجتے موبائل نے ماحول میں چھایا فسوں توڑا تھا۔

گہرا سانس بھرتے اس نے موبائل دیکھا تو چہرے کے تاثرات یکلخت تبدیل ہوئے۔۔

"چلیں اٹھیں اب جا کر چینج کریں مجھے زرا کچھ کام ہے میں جلدی آجاؤں گا" اسکے گال سہلاتے وہ اپنی جگہ سے اٹھا اور اسکے پاس سے اٹھتے ہی وہ جلدی سے اپنے کپڑے لئے واشروم میں بند ہوئی تھی۔

حورے کے جانے کے بعد وہ سب سے طبعیت خرابی کا بہانہ کرتی اپنے پورشن میں آگئی۔

سب لوگ دوسرے حصے میں تھے اور اس پورشن میں سناٹا چھایا ہوا تھا۔

دل و دماغ اپنی ہی الجھنوں میں الجھے ہوئے تھے۔

وہ اپنے کمرے میں آئی اور دروازہ لاک کر بیڈ پر بیٹھ گئی۔

ان دونوں بہنوں کے ساتھ یہ کیسا کھیل قسمت نے کھیلا تھا۔

ساری سوچوں سے سر جھٹک وہ اپنے کمرے لئے واشروم میں بند ہوئی تھی۔

طبعیت کا بوجھ پل گرم پانی سے شاور لے کر کافی ہلکا ہوا تھا۔۔

اپنے سلک کا بلیک نائٹ ڈریس زیب تن کئے وہ کھلے بالوں کو تولیے سے خشک کرتے باہر آئی تو کھلی کھڑی سے آتی ٹھنڈی ہوا نے اسے ٹھٹھرا دیا تھا۔

"یہ کھڑکی کس نے کھول دی۔۔"

آگے بڑھ کر کھڑکی لاک کرتے وہ لمحے کو ٹھری۔۔ریڑھ کی ہڈی میں سنساہٹ سی ہوئی تھی۔۔

کھڑکی پر اسکی گرفت ہلکی ہوتے اسکا ہاتھ اسکے پہلو میں گرا۔۔

دل کے دھڑکنے کی اسپیڈ معمول سے تیز ہوئی تھی۔

گردن موڑا اس نے بیڈ کی جانب دیکھا جہاں آرام سے لیٹے التمش کو دیکھ اسکی سانسیں سینے میں اٹکیں۔۔

"تم۔۔۔تم یہاں کیوں آئے ہو نکلو ابھی کے ابھی"

سارا ڈر بھولے وہ غصے سے کھولتے اسکے سر پر کھڑی ہوئی تو التمش نے سرخ آنکھیں اٹھا کر اسکے بھیگے سراپے کو نظر بھر کر دیکھا اسکی ایکسرے کرتی نظروں سے اسے احساس ہوا وہ اسکے سامنے بنا دوپٹے کے ہے۔

بدحواسی میں اسے کچھ سمجھ نہیں آیا اس لئے رخ موڑتے وہ وارڈروب تک جانا چاہتی تھی مگر اس سے پہلے ہی اسکی کلائی مضبوطی سے تھامتے التمش نے اسے اپنی جانب کھینچا تو وہ سیدھا اسکے اوپر جا کر گری تھی۔

"میں نے جانے کو کہا تھا کیا؟"اسکے چہرے پر آئے بالوں کو پیچھے کرتے التمش نے اسکے چہرے پر پھونک ماری تو وہ غصے سے پھڑ پھڑائی۔۔۔

"چھوڑو مجھے یہ کیا بدتمیزی ہے تمہاری ہمت کیسے ہوئی میرے گھر میں آنے کی چھوڑو مجھے"

خود کو اسکی گرفت سے آزاد کرنے کی خاطر مزاحمت کرتی سی انجانے میں اسکے مزید قریب آگئی تھی۔۔

"اپنی بیوی سے ملنے کے لیے آیا ہوں بیوی کو کل سے خیال نہیں آیا تو سوچا میں ہی یاد کر لوں"

"تم ایک نمبر کے جاہل انسان چھوڑو مجھے میں منہ توڑ دونگی تمہارا"

اسکے سینے پر ہاتھ مارے وہ غصے سے پاگل ہو رہی تھی۔

اسکے غصے سے گلابی پڑتے چہرے پر نظریں جمائے التمش نے بے اختیار کی کروٹ لی تھی اور اب حال کچھ یوں تھا کہ وہ بیڈ پر اور التمش اسکے اوپر تھا۔۔

التمش کا اپنے اتنا قریب دیکھ مہر کی آنکھیں پھیلیں وہیں اسکے چہرے کے تاثرات دیکھ التمش نے اپنی مسکراہٹ دبائی۔

"بدتمیز انسان ہٹو میرے اوپر سے کیا بدتمیزی ہے؟"

"بدتمیزی سے تو آپ کر رہی ہیں اپنے مجازی خدا سے ایسے بات کرتے ہیں؟"

اسکے بھیگے گالوں کو ہاتھ کی پشت سے سہلاتا وہ مہر کی جان نکال گیا تھا اسے اب صحیح معنوں میں اس سے خوف محسوس ہوا تھا۔۔

"دیکھو"

"دیکھائیں" معنٰی خیزی سے اسے کہتے وہ مہر کے مزید قریب ہوا نگاہیں اسکے گلاب پنکھڑی جیسے ہونٹوں سے ٹکرائی تو دل بے ایمانی کر آمادہ ہوا تھا۔

دل کی پکار پر لبیک کہتے وہ جھکا اور مہر کے ہونٹوں کو نرمی سے اپنی گرفت میں لے گیا۔

اسکی اس بے باک جسارت کر تڑپتے مہر بن پانی کی مچھلی کی طرح تڑپی تھی مگر دوسری طرف وہ اسکے نرم لمس پر مدہوش ہر چیز بھولے اسکے لبوں کا جام پی رہا تھا۔۔

مہر کی ساری مزاحمت بیکار گئی تھی وہ مدہوش سا اس پر جھکا اپنی من مانیوں پر اتر آیا تھا۔۔

اسکے سلگتے لمس پر مہر کی آنکھوں میں نمی آئی جسے محسوس کر وہ اس سے دور ہوتا اسے دیکھنے لگا جو گہرے سانس لیتی اپنی سانسیں بحال کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔۔

"اتنی نفرت ابھی نہیں ہے مہر گل التمش" اسکے گال پر اپنے بھیگے لب رکھتے التمش نے اسکے بالوں میں چہرہ چھپایا جب کے آس کے لمس پر پگھلتی وہ پاگل ہوتے دل کی حالت پر خائف ہوئی تھی۔۔

اسے تو وہ یہ بھی نہیں کہہ سکی کہ جس نفرت کی وہ بات کر رہا تھا تو وہ سرے سے اسکے دل میں تھی ہی نہیں کیونکہ اس نفرت پر بار بار محبت غالب آ رہی تھی مگر وہ یہ کہہ نا سکے نا اسکا ایسا کچھ کہنے کا ارادہ تھا۔

خفا خفا سی رخ موڑے وہ اسکا بھاری وجود خود پر برداشت کر رہی تھی۔

"دیکھنے کا دل تھا اس لئے آگیا مگر اگلی بار جب آؤ گا تو آپ کو اپنے ساتھ لے کر جاؤں گا اور وہ بھی سب کی نظروں کے سامنے سے"

جاتے جاتے بھی اس پر دھماکہ کرنا نہیں بھولا تھا۔

"آپ" وہ اسے کہتی جب واپس سے جھکتے التمش نے اسکے لبوں کو ہولے سے چھوا تھا۔

"سوجائیں جانم اس سے پہلے میں ہر حد کرنے لگوں" اسکی آنکھوں کو اپنے لبوں سے سلگاتے وہ پیچھے ہوتا کھڑکی سے باہر نکل گیا اسکے جاتے ہی وہ بھاگ کر کھڑکی تک آئی تھی مگر وہ کہیں نہیں تھا۔

اپنی سانسوں میں گھلی اسکی خوشبو محسوس کر وہ سر تا پیر سرخ ہوتی بستر پر گرتی چہرہ تکیے میں چھپا گئی۔۔

آسمان پر سیاہ بادلوں کا راج تھا بارش کے آثار دیکھ اس نے اسٹیرنگ پر اپنی گرفت مضبوط کر گردن گھما کر گہری نیند میں گم اوزے کو دیکھا جو سیٹ پر پاؤں رکھے خود کو شال میں چھپائے بے خبر سو رہی تھی۔

مہمند کو اس پر رشک آیا تھا۔

وہ کافی دیر سے ڈرائیو کر رہا تھا راستے میں ایک جگہ رک ان دونوں نے ڈنر کیا تھا۔

اوزے نے چند زہر مار نوالے لئے تھے وہ ہر چیز نوٹ کر رہا تھا مگر کہا اس نے کچھ نہیں تھا اسکی بے اعتنائی پر کڑھتی وہ کب نیند کی وادیوں میں گم ہوئی اسے احساس نہیں ہوا۔

رات گیارہ کے قریب وہ اپنے اپارٹمنٹ پہنچا تھا۔

"اوزے اٹھیں" گاڑی سے اترنے سے پہلے اس نے اوزے کو جگایا مگر وہ تو لگتا تھا ساری نیند آج ہی پوری کرنا چاہتی ہو۔۔

گاڑی سے سامان نکال واچ مین کے حوالے کرتے وہ اوزے کی جانب آیا اور اسے اٹھانا چاہا مگر وہ سن ہی نہیں رہی تھی گہرا سانس بھر آگے بڑھ مہمند نے اسے بانہوں میں اٹھایا اور پیر سے دروازہ بند کرتے اندر کی جانب بڑھا۔۔

اسکا نرم وجود اپنی بانہوں میں محسوس کر اسکا دل بغاوت پر آمادہ ہوا جسے جھاڑ پلاتے وہ اسے لئے سیدھا اپنے کمرے میں آیا اور اوزے کو بیڈ پر لٹاتے اس پر بلنکٹ ڈالتا اپنے کمرے لئے واشروم میں بند ہوا۔

دروازہ بند ہونے کی آواز پر اوزے نے جھٹ سے آنکھیں کھولیں۔

شرارتی سی مسکراہٹ نے اسکے لبوں کا احاطہ کیا تھا۔

"میں بھی دیکھتی ہوں آپ کب تک مجھ سے ناراض رہتے ہیں"

دانتوں تلے لب دبائے اسکا دماغ نئی کھچڑی پکا رہا تھا شرارت سے مسکراتے وہ مہمند کے آنے سے پہلے ہی جلدی سے آنکھیں موند گئی۔۔

#تصویر_من

#فروا_نور

#قسط_16

مہمند چینج کر کے واپس آیا تو وہ اب بھی گہری نیند میں تھی فرق بس یہ تھا کہ اب اسکا بیڈ پر پورا قبضہ تھا۔

ایک گہری نظر اس پر ڈالتا وہ دروازہ لاک کر مڑا تھا۔

وہ جو زرا سی آنکھیں واں کر مہمند کو دیکھ رہی تھی اسکے مڑنے پر جھٹ سے آنکھیں بند کر گئی۔

قدموں کی آواز بیڈ کے قریب آکر رکی تو اوزے کا دل دھڑکا۔

وہ اب مہمند کے اگلے قدم کی منتظر تھی کہ کمرے میں اندھیرا چھا گیا۔

وہ لائٹس آف کر چکا تھا اوزے نے دل مسوس کر سونے کی کوشش کی جب اسے لگا کوئی بیڈ پر اسکے پیروں کے پاس بیٹھا ہو۔

مہمند کے کلون کی خوشبو اسکے نتھنوں سے ٹکرائی تو اسکے حواس جھنجھلا اٹھے۔

وہ کیا کر رہا تھا۔

اس سے پہلے وہ کچھ سوچتی اپنے پیروں پر مہمند کے ہاتھوں کو لمس محسوس کر اسکی سانسیں سینے میں اٹکیں۔۔

"اچھا ہوا سو گئی اوزے ورنہ میرے کام میں خلل ڈالتی ہیں"

خود سے کہتے وہ اسکے قریب کی جگہ بنا کر لیٹتے اسے اپنے حصار میں قید کر گیا تھا۔

وہ جو اس امید پر تھی کہ وہ آج صوفے پر سوئے گا اسکے پاس لیٹتے دیکھ اوزے کے سارے ارمانوں پر پانی پھرا تھا۔

اسکی بات پر اوزے کے کان کھڑے ہوئے اس سے پہلے وہ کچھ کرتی مہمند نے اسے اپنی گرفت میں لیتے اسکا رخ اپنی جانب کرتا وہ اسے پوری طرح سے اپنے گرفت میں لیتے اسکی گردن پر جھکا۔

اسکے سلگتے لبوں کا لمس اپنی گردن پر محسوس کر اوزے نے جھٹ سے آنکھیں کھول کر اسکا کندھا تھاما۔۔

مگر بنا نوٹس کئے وہ اسکی گردن کو اپنے دیکھتے لبوں سے سیر اب کرتا اسکی شرٹ کندھے سے سر کا گیا۔

اس کے عمل پر اوزے کی دھڑکنیں بے ترتیب ہوئی تھیں۔۔

"مہمند؟"

اسکی بڑھتی جسارتوں سے خائف وہ بے ترتیب ہوتی سانسوں کے ساتھ اسے پکار گئی۔

اسکی پکار پر مہمند نے مخمور نگاہیں اٹھا کر اسکے چہرے کو دیکھا جہاں اسکی قربت سے سرخیاں گھلی تھیں۔

"میرا قریب آنا برا لگتا ہے نا اوزے حوس لگتا ہے نا؟"

اسکی ٹھوڑی پکڑے وہ اسکے روبرو آیا تو اسکے لفظوں پر وہ تڑپی اور نفی میں سر ہلایا۔۔

"میں بیوقوف لگتا ہوں اوزے مجھ سے سچ چھپانا آسان لگا تھا نا اوزے؟"

وہ ایک ایک لفظ پر زور دے کر اوزے کو حواس باختہ کر رہا تھا اسکے دماغ میں کیا چل رہا تھا اوزے کو زرا بھی خبر نہیں تھی۔۔

"مہمند؟"

"شش۔۔۔کچھ نا کہیں اوزے کیونکہ آپ نے ہمارے درمیان کہنے سننے کو کچھ چھوڑا ہی نہیں ہے"

"مہمند ایک بار"

"سو جائیں"

اپنی جگہ پر لیٹتا وہ اوزے کو خود سے دور کر گیا۔

اسکے دور ہونے پر اوزے تڑپی تھی۔

وہ یہ کیسی عجیب سی سزا دے رہا تھا پاس آ کر یوں دور چلے جانا۔۔۔

اسے کروٹ بدلے لیٹے دیکھ اسے خود پر غصہ آیا تھا کاش وہ گھر والوں کو سہیل کی سچائی بتا دیتی کاش وہ اسکی دھمکی پر مہمند کو وہ سب نا کہتی۔

اسکے پاس پچھتانے کے لئے بہت کچھ تھا اور سنوارنے کے لئے کچھ بھی نہیں۔۔

آج اسکا ولیمہ تھا اور گھر میں چہل پہل مچی ہوئی تھی سالک رات گھر واپس نہیں آیا تھا کل وہ جو اسکے رویے سے تھوڑی مطمئن ہوئی تھی پوری رات اس نے غائب ہو کر اسکے ننھے سے دل کو اندیشوں میں مبتلا کر دیا تھا۔۔

وہ سو کر اٹھی تھی تو بے شکن بستر نے اسکا منہ چڑایا۔

وہ نہیں جانتی تھی اس نے ٹھیک کیا یا غلط مگر سالک کو سب بتانے کے بعد اسکا دل بے حد سکون میں آ گیا تھا۔

وہ اپنے رشتے کی شروعات جھوٹ پر ہرگز نہیں کر سکتی تھی۔

"حور ے کیا ہوا سالک نظر نہیں آ رہا؟"

وہ اپنی سوچوں میں گم تھی جب عائشہ کی آواز پر وہ سوچوں کے گرداب سے نکل کر اسے دیکھنے لگی۔

ناجانے کیوں اسے عائشہ کی آنکھوں میں عجیب سی تپش محسوس ہوتی تھی۔

"آج ولیمہ ہے اور دولہا ہی غائب ویسے حیرت کی بات ہے کون اپنی نئی نویلی دلہن کو ایسے اکیلے چھوڑ کر جاتا ہے سالک کا رویہ تمہارے ساتھ ٹھیک تو ہے نا؟"

چہرے پر فکر لائے وہ لہجے میں حد فرجہ چاشنی گھولے اس سے پوچھ رہی تھی۔

"حورے بیٹا پارلر والی آگئی ہیں آپ یہاں کیوں بیٹھی ہیں جائیں کمرے میں"

وہ کو عائشہ کے سوالوں پر پریشان ہو رہی تھی زہرہ بیگم نے اسکی پریشانی دور کی اور وہ فوراً سے اٹھ کر اپنے کمرے کی جانب بڑھ گئی۔

اور اسکے جاتے ہی زہرہ بیگم صوفے پر بیٹھی عائشہ کے سامنے آ کر رکیں۔

"عائشہ وقت بدل گیا ہے رشتے بدل گئے ہیں تم بھی بدل جاؤ خدا کے لئے بہت مشکلوں سے میرے بیٹے کی زندگی میں خوشیاں آئی ہیں انہیں مت خراب کرو میں تمہارے آگے ہاتھ جوڑتی ہوں"

زہرہ بیگم کی بات اسے کسی تیر کی طرح لگی تھی۔

ایک جھٹکے سے اٹھ وہ اسکے مقابل ہوئی۔

"میں کیا کر رہی ہوں؟"

"یہ بات تمہیں بھی اچھے سے پتا ہے کہ تم کیا کر رہی ہو۔۔ لیکن ایک بار اچھے سے سمجھ لو عائشہ سالک اور حورے کے بیچ میں کسی کو نہیں آنے دو نگی"

ان کی بات پر پر اسکا دلکش قہقہ فضا میں گونجا۔

وہ ان پر ہنس رہی تھی مذاق اڑاتی ہنسی۔۔

"مجھے جو چاہیے ہوتا ہے ناوہ میں حاصل کر کے رہتی ہوں چاہے سامنے والے کی مرضی ہو یا نہیں"

انہیں کہتی وہ ان کی سائیڈ سے نکلتے چلے گئی جبکہ اس کی باتوں سے زہرہ بیگم کو ایک نئی ٹینشن نے آن گھیرا تھا۔۔

"ماشاءاللہ آپ بہت پیاری لگ رہی ہیں" اسکی تیاری کو آخری ٹچ دیتے بیوٹیشن نے اسکی تعریف کی تھی کیونکہ وہ لگ رہی ایسی رہی تھی۔

"واقعی بالکل اپنے نام کی طرح حور لگ رہی ہیں آپ"

ساتھ آئی اسکی ہیلپر کی تعریف پر وہ سر جھکا گئی۔

کیا فائدہ ایسی تیاری کا۔۔ دل میں کہتے وہ اپنی کلائی میں موجود چوڑیوں کو دیکھنے لگی۔

ہاں یہ سچ تھا اسے ارمغان نے اپنی طرف راغب کیا مگر یہ بھی سچ تھا وہ اسے پسند ضرور کرتی تھی مگر محبت نہیں۔۔

اسکے ساتھ وہ عجیب سی الجھن محسوس کرتی تھی جبکہ سالک کے ساتھ اسے ان دونوں میں ایک تحفظ کا احساس ہوا تھا ایک گرمائش سی تھی اسکے ساتھ میں۔۔

اور کچھ نکاح کا بندھن ہی ایسا تھا۔۔

"آپ کے شوہر تو آپ کو دیکھتے رہ جائیں گے"

ان کی بات پر وہ نا چاہتے ہوئے بھی ہولے سے مسکرا دی۔

اسکادوپٹہ سیٹ کر وہ دونوں کمرے میں اسے چھوڑ کر چلے گئیں اور ان کے جاتے ہی کمرے کا دروازہ کھلا تھا۔

عجلت میں اندر آتے سالک حیدر دروازہ بند کر جیسے ہی مڑا سامنے شیشے کے سامنے کھڑی حورے کو دیکھ اسکے قدم تھمے۔۔

رائل گولڈن کلر کی پیروں کو چھوتی میکسی پر پسٹل گولڈ جیولری میں وہ مکمل میک اپ کے ساتھ دوآتشہ بنی اسکے سامنے رکھی اسے اپنے معصوم حسن سے مبہوت کر گئی تھی۔

خود پر پڑتی نظروں کی تپش پر حورے نے سر اٹھا کر دیکھا اور سامنے سالک حیدر کو کھڑے دیکھ وہ خفا خفا سی رخ موڑ گئی جس پر سالک کے چہرے پر دلفریب مسکراہٹ نے احاطہ کیا۔۔

مضبوط قدم اٹھاتا وہ اسکے روبرو آیا اور اسکا رخ اپنی جانب کئے اسکا جھکا سر دیکھنے لگا۔

"ناراض ہیں مجھ سے حورے؟"

"حورے۔۔۔اتنی ناراضگی کی جواب بھی نہیں دینگی اب؟"

اسکے ٹھوڑی کے نیچے انگلی رکھ اسکا چہرہ اوپر اٹھاتے اس نے ایک بار پھر اپنا سوال دہرایا۔

حورے نے اپنی غلافی آنکھیں اٹھا کر سالک حیدر کو دیکھا جو ان آنکھوں کو دیکھ ان آنکھوں میں ڈوب کر ابھرا۔۔

"ان آنکھوں کے میں صدقے جانم"

اسکی آنکھوں پر جھک کر اپنے لب رکھتا وہ اسے تھرا گیا۔۔

"آپ"

"شش۔۔ابھی کچھ نا بولیں ورنہ ضبط کرنا مشکل ہو جائے گا خود پر" اسکے ہونٹوں پر انگلی رکھتا وہ اسے کچھ بھی بولنے سے روک گیا۔

اسکے لفظوں پر حورے کے سارے جسم کا خون چہرے پر چھلکا۔۔

"سمجھ نہیں آتا میں آپ سے بات کروں یا بس آپ کو دیکھتا رہوں"

اسکے حسین چہرے پر نگاہیں جمائے وہ اسکی کمر میں ہاتھ ڈال اسے مزید اپنے قریب کر گیا۔

ایک سکون سا سالک حیدر کے رگ و پے میں سرایت کر گیا تھا۔

حورے کے ماتھے سے ماتھا ٹکائے وہ آنکھیں بند کئے اسے محسوس کر رہا تھا۔

حورے کے ہاتھ اسکے سینے پر رکھے تھے۔

"حورے تیار ہو گئی ہو تو"

عائشہ جو اپنے دھیان میں ہی حورے کو بلانے آئی تھی ان دونوں کو دیکھ اسکے قدم ساکت ہوئے وہیں حورے بوکھلا کر سالک کی گرفت سے دور ہوئی تو سالک کے ماتھے پر بلوں کا جال بنا تھا۔۔

"آئی ایم سوری میں"

مارے غصے کے عائشہ کا چہرہ لال ہوا جس پر قابو پاتے وہ مصنوعی شرمندگی سے کہتے آگے بڑھی۔

"وینیو پر جانے کا ٹائم ہو گیا ہے"

"تم چلو ہم آتے ہیں"

سنجیدگی سے کہتا وہ بنا حورے پر دوسری نظر ڈالے اپنے کپڑے لئے واشروم میں بند ہوا تھا جبکہ اسکے اس طرح کرنے پر حورے کا دل بیٹھ گیا وہ اسے ناراض کر گئی تھی۔

گاڑی وینیو پر آکر رکی تو بجھے دل سے وہ سب کے ساتھ گاڑی سے اتری۔

کوئی اور وقت ہو گا تو وہ خوشی خوشی یہاں آتی مگر جو طوفان اسکی زندگی میں آیا تھا وہ اسکی ساری خوشیاں اپنے ساتھ بہالے گیا تھا۔۔

سب کے ساتھ وہ اندر داخل ہوئی تو اسے حورے اسٹیج پر گم صم سی بیٹھی نظر آئی۔

اسکی بات یاد آئی تو جلدی سے اسٹیج پر حورے کے پاس آئی۔

"مہر"

اسے اپنے سامنے دیکھ وہ فوراً سے اسکے گلے لگی۔۔

"کیا ہوا سب ٹھیک ہے نا؟"

"ہمم سب ٹھیک ہے میں نے انہیں سب بتا دیا ہے مہر"

"پھر؟"

"انہوں نے کہا ہے انہیں ماضی سے کوئی فرق نہیں پڑتا"

حورے کی بات پر اس نے سکون کا سانس لیا۔

"بس اب تم بھی سب بھول جاؤ اور اپنے اور سالک بھائی کے بارے میں سوچو"

"مگر میں نے انہیں ناراض کر دیا مہر"

منہ بسور کر کہتی وہ مہر کے چہرے پر مسکراہٹ لے آئی۔

"اب کیا کر دیا؟"

مہر کے پوچھنے پر اسکا جہاں اسکا چہرہ سرخ ہوا وہیں سب سمجھتے مہر معنی خیزی سے مسکرائی۔

"بتا بھی دو میں کسی کو نہیں بتاؤں گی"

"مہر"

اسکی دھائی پر وہ کھکھلا کر ہنس پڑی اور وہیں دور اسٹیج پر نظریں جمائے بیٹھے التمش خانزادہ کے چہرے کے زاویے بگڑے تھے۔۔

"میرے سامنے تو اتنی خوش مزاجی کا مظاہرہ نہیں کیا جاتا"

"آپ اپنی شکل بھی تو دیکھیں نا"

اسکے کندھے پر ہاتھ رکھتے سالک نے شرارت سے کہا تو ساتھ بیٹھے مہمند کے چہرے پر مسکراہٹ آئی۔

"میری شکل تجھ سے تو پیاری ہی ہے اگر تو دوست نا ہوتا تو یہ شادی بھی نا ہو رہی ہوتی"

التمش کے دل جلے انداز کر اب کے ان دونوں کو قہقہ گونجا تھا۔

"بھابھی کو کیوں نہیں لایا؟"

التمش کے جلے انداز کو نظر انداز کر سالک نے مہمند کی جانب رخ کیا جو اسکے ذکر پر کندھے آچکا گیا۔

"بھائی معاف بھی کر دے اب انہیں ایسی بھی کیا سزا دینا"

"تم دونوں میرے دوست ہو یا اپنی بھابی ہے بھائی؟"

جل کر کہتے اس نے ان دونوں کو گھورا۔۔

"دیکھ بھائی ابھی ہم بھابھی کے بھائی ہیں اور ان کی وکالت کرینگے"

"ہاں تو کرو وکالت میں زرا اسٹیج کی طرف جاکر اپنی پیاری سی بہن کو شادی کی مبارک تو دے آؤ"

"حورے کو دیکھتے التمش کی آنکھیں نم ہوئی تھیں۔

ان دونوں نے اپنی بہن کی کمی کو بہت محسوس کیا تھا اور حورے کو دیکھ ان دونوں کا دل ہی نرم ہوا تھا۔

حورے ان سے ملئے یہ میرے دوست ہیں"

حورے کو مہر سے باتوں میں مگن تھی سالک کی آواز پر سر اٹھا کر اس نے سالک کے دائیں بائیں کھڑے مہمند اور التمش کو دیکھا جو مسکراتی نظروں سے اسے دیکھ رہے تھے۔

حورے کی نظروں کے تعاقب میں مہر نے دیکھا تو اسکا دل لمحے کو دھڑکنا بھول گیا۔

سامنے کھڑے التمش جو دیکھا اسکی سانسیں سینے میں اٹکیں۔۔

جبکہ وہ تو ایک نظر مہر پر ڈالتا حورے کی جانب متوجہ ہو چکا تھا۔

"خوش رہو ہمیشہ "اسکے سر پر باری باری ہاتھ رکھ ان دونوں نے دعا دی۔۔ جس پر حورے کی آنکھیں نم ہوئیں۔

بھائی ہو کر بھی اس نے کبھی بھائی کی محبت نہیں محسوس کی تھی اور آج جب ان دونوں نے اسکے سر پر ہاتھ رکھا تو ایک تحفظ کا احساس اسے ہوا تھا۔۔

اسٹیج سے اتر وہ واپس اپنی سیٹ پر آکر بیٹھ گئی اب باقی سب حورے سے مل رہے تھے۔

التمش کو یہاں دیکھ خوف سے اسکا دل بیٹھے جارہا تھا۔

"آپ کو آپ کی امی بلا رہی ہیں" وہ کوئی لڑکی تھی جو اسکے پاس آئی۔

"میری امی کہاں ہیں؟"

"انہوں نے کہا ہے کہ وہ پارکنگ میں اپنی شال لینے جارہی ہیں آپ کو بلایا ہے"

وہ لڑکی اپنی بات کہہ کر جاچکی تھی۔

اسکے جاتے ہی وہ اتنی پارکنگ کی جانب بڑھی کہ اچانک پوراھال اندھیرے میں ڈوب گیا۔۔

"امی "خوفزدہ ہوکر اس نے اپنی ماں کو پکارنا چاہا جب کسی نے اسکے ہونٹوں پر اپنے ہاتھ رکھ اسکی بولتی بند کی۔

"جاناں مجھ سے خفا کیوں ہیں یار؟"

التمش کی آواز پر مہر کی آنکھیں پھیلیں۔

"ہاتھ ہٹا رہا ہوں اگر شور کیا تو میں آپ کو لے کر بھاگو گا یہاں سے"

اسکے ہونٹوں پر سے ہاتھ ہٹاتے وہ کچھ کہنا چاہتا تھا جب اسکا موبائل رنگ ہوا۔

میسج پڑھ اسکے ماتھے کی رگیں ابھری۔

"آپ سے رات آکر بات کروں گا ابھی جانا ضروری ہے" اسکے کان کے قریب سرگوشی کرتے اسکی کنپٹی پر اپنا سلگتا لمس مہکاتا وہ لمبے ڈاگ بھرتا وہاں سے نکلتا چلا گیا۔

پارکنگ میں آکر اس نے سب سے پہلے مہمند کا نمبر ڈائل کیا تھا۔۔

"وہ شخص اپنی حرکتوں سے باز نہیں آرہا ہے اب وقت آگیا ہے اسے مزہ چکھانے کا۔۔،"

"تو اکیلے کچھ نہیں کرے گا یہ ہماری جنگ ہے مل کر لڑیں کہ تو انتظار کر میرا"

مہمند اسے انتظار کا کہتا فون رکھ گیا۔

جبکہ مہمند کا انتظار کرتے اس نے اسٹرینگ پر سر ٹکا کر آنکھیں موندی تو ماضی کی تلخ یادیں اسکی یاداشت کے پردے پر چلتی اسکی رگوں میں دوڑتے خون میں ابال پیدا کر گئیں۔۔۔

مہمند کے آتے ہی وہ کسی کو سبق سیکھانے کے لئے روانہ ہوئے تھے۔۔

جبکہ دوسری طرف صوفے پر بیٹھا ارمغان حورے کو اغوا کرنے کی پوری پلاننگ کر چکا تھا۔۔

جاری ہے

اس اپی پر اچھا سا رسپانس دیں تا کہ نیکسٹ اپی 😍 نیکسٹ اپی ہو گی حورے اور سالک ا سپیشل جلدی آ سکے

#تصویر_من

#فروا_نور

#قسط_17

(حورے سالک حیدر اسپیشل)□□

ماضی۔۔۔

"خدا کے لئے ساجد مجھے مت مارو پلیز مجھے مت مارو"

اپنی کمر پر بیلٹ کے پڑنے سے عذرہ کی چیخ بلند ہوتی جا رہی تھی۔

کمرے کے ایک کونے میں سہما بیٹھا التمش خوفزدہ سا اپنی ماں کو پٹتے دیکھ رہا تھا۔۔

اور یہ کوئی نئی بات نہیں تھی یہ روز کا معمول تھا اسکا باپ ذہنی مریض تھا جو روز روز اسکی ماں کو اپنے نفسیاتی پن کا نشانہ بناتا اور گھر کے سبھی لوگ خاموش تماشائی بنے یہ سب ہونے دیتے۔۔

جھوٹ بول کر عذرہ کی ساجد سے شادی کروائی گئی۔۔

شجاع اور قمروز احمد کا جھوٹ کھلنے پر بھی کوئی کچھ نہیں کر سکا۔۔

وہ دونوں بھائی ساجد کو سمجھانے کے بجائے اسے مزید بڑھاوا دیتے اور وہ ان کی شہ پر جانور سے بھی بدتر سلوک عذرہ اور التمش کے ساتھ کرتا۔۔

التمش کے معصوم ذہن میں اپنے دونوں تایا کے لئے صرف اور صرف نفرت تھی۔۔حد سے زیادہ نفرت۔۔

ساجد کے ساتھ ساتھ وہ دونوں بھی اسکی ماں کے برابر کے قصوروار تھے۔۔

روز روز کی مار اور ذلت برداشت کرتے کرتے عذرہ تھک گئی تھی اور پھر ایک دن ساجد نے تمام حدیں پار کر دیں۔۔۔گرم سلاخ سے اس نے عذرہ کی کمر داغ دی کیونکہ شجاع نے اس پر یہ الزام لگایا تھا کہ وہ شجاع احمد کو اپنی محبت کے جال میں۔پھنسانے کی کوشش کر رہی ہے۔۔۔

ساجد نے مار مار کر عذرہ کو آدھ موا کیا تھا۔

برستی بارش میں عذرہ اور التمش کو ان لوگوں نے گھر سے نکال دیا زخموں سے چور عذرہ روڈ پر گھسیٹتی جا رہی تھی۔

وہ دونوں ماں بیٹے نہیں جانتے تھے ان کا ٹھکانہ کہاں ہو گا۔

عذرہ کے باپ نے دو شادیاں کی تھیں۔

پہلی بیوی سے ان کے دو بچے تھے صابر اور ثمینہ

جبکہ دوسری سے عذرہ اور ایک عذرہ کا بھائی۔۔

چھوٹے بھائی کے وقت عذرہ کی ماں مر گئی تو وہ سوتیلی ماں کے رحم و کرم پر آ گئیں اور پھر بڑے ہو کر باپ کا سایا بھی ان سے چھین گیا۔۔

ساری زندگی خوشیوں کو ترستی رہیں اور پھر ساجد کے ساتھ شادی کے بعد ان کی زندگی پہلے سے بھی بدتر ہو گئی۔

انہیں سوچ میں گم وہ برستی بارش میں روڈ کے بیچ و بیچ چلتی جا رہی تھیں کہ انہیں پیچھے سے گاڑی کا بجتا ہارن بھی سنائی نا دیا۔

گاڑی ان کے پاس آکر رکی تو وہ ہوش میں آئی اور ہوش میں آتے انہوں نے ایک خالی نظر گاڑی سے اترتے علی یار کو دیکھا اور ہوش و حواس سے بیگانہ ہو گئیں۔

انہیں جب ہوش آیا تو خود کو اسپتال کے کمرے میں پایا۔۔

علی یار ان کے پاس ہی بیٹھے تھے جبکہ ان کا اپنا سگا بھائی التمش کا ہاتھ تھامے پریشان نظروں سے اپنی بہن کو اس ادھ مری حالت میں دیکھ رہا تھا۔۔

عذرہ کی دماغی حالت ٹھیک نہیں تھی وہ بالکل ہی خاموش ہوگئی تھیں۔

زندگی میں پہلے ہی مشکلات اتنی تھیں کہ ایک دن خبر آئی کہ ساجد مر گیا عذرہ بیوہ ہوگئی مگر یہ خبر سنتے ان کی آنکھوں سے ایک آنسو بھی نہیں گرا۔۔

وہ بے حسی کی انتہا پر تھیں ایسے میں علی یار نے ان سے شادی کا فیصلہ کیا۔۔

عذرہ راضی نہیں تھیں مگر انہیں راضی ہونا پڑا۔۔

اور ان کا یہ فیصلہ غلط ثابت نہیں ہوا۔۔

علی یار نے ان کی زندگی میں خوشیاں بھر دیں۔۔انہیں اس بات سے بھی غرض نہیں رہی کہ علی یار کی فیملی انہیں پسند نہیں کرتی ان کے لئے علی یار کی محبت اور ان کا ساتھ کافی تھا۔

مہمند کی پیدائش کے بعد ان کی زندگی میں خوشیوں کی بہار اتر آئی۔

وقت گزرتا گیا اور التمش اور مہمند ایک ساتھ بڑے ہونے لگے۔

مہمند کی پیدائش کے سالوں بعد خدا ان پر ایک بار پھر مہربان ہوا اور مہمند کے دس سال بعد ان کے گھر ایک بار پھر خوشخبری آئی مگر۔۔یہ خوشی ان کی زندگی کی آخری خوشی تھی۔

عذرہ کے یہاں بیٹی کی پیدائش ہوئی مگر وہ بچی ان کی گود میں آنے سے پہلے ہی ان سے چھین لی گئی۔۔

ان کی بچی کو اغوا کر لیا گیا تھا۔

علی یار غصے سے پاگل ہو گئے تھے انہوں نے ایڑی چوٹی کا زور لگا دیا مگر وہ اپنی بچی واپس نہیں لا سکے۔۔

اپنی معصوم بچی کے غم میں گھلتی عذرہ نے علی یار کی بانہوں میں دم توڑ دیا۔۔

علی یار کی زندگی کی ساری خوشیاں اجڑ چکی تھیں ایسے میں ان کا دھیان التمش اور مہمند سے بھی ہٹ گیا مہمند کو سب پیار کرتے مگر التمش اس پیار کو ترستا رہا۔

اور پھر ایک دن علی یار گھر سے باہر گیا تو اسکا جنازہ ہی گھر میں آیا۔۔

حویلی میں کہرام گیا تھا۔

زندگی نے بہت بھیانک کھیل کھیلا تھا۔

اپنی ماں کو کھونے کے بعد التمش نے اپنے باپ کو بھی کھو دیا تو وہ اپنے ماموں کے ساتھ ان کے گھر آ گیا۔۔

وقت گزرتا گیا اور مہمند اور اس نے پریکٹیکل لائف میں قدم رکھا۔۔

وہ دونوں ہی بہت میچور تھے لیکن غصے میں ایک سے بڑھ کر ایک۔۔

التمش شجاع اور قمروز سے اپنی ماں کا بدلہ لینا چاہتا تھا ہو تکلیف ان دونوں بھائیوں کی وجہ سے اسکی ماں نے برداشت کی وہ ان دونوں کو بھی یہی تکلیف دینا چاہتا تھا۔

ارمغان خان اسکے سوتیلے ماموں کا بیٹا۔۔۔

وہ قمروز احمد سے بدلہ لینا چاہتا تھا کیونکہ قمروز احمد کے بیٹے نے اسکی بہن سے محبت کا ناٹک کر خود اپنی کزن سے نکاح کر لیا کچھ پرانی دشمنی اور کچھ بہن کا دکھ۔۔۔

ارمغان خان نے اس دن قسم کھائی تھی کہ وہ ان لوگوں کو چھوڑے گا نہیں اور اس سب میں التمش اسکے ساتھ تھا۔۔

مہمند اس بات سے بے خبر تھا۔

اور پھر التمش خانزادہ کو ایک ایسی بات بتا چلی جس نے اسکی پوری ہستی کو ہلا کر رکھ دیا۔

"کیا ہوا ہے تو نے اتنی جلدی میں کیوں بلایا ہے مجھے؟"

وہ عش ڈرائیو کرتا یہاں اسکے پاس آیا تھا جو سرخ آنکھوں سے اسکے سامنے دیکھا شدید ذہنی انتشار کا شکار تھا۔۔

"وہ مل گئی ہے مہمند ہمارے بہن ہمیں مل گئی ہے" اسکی آواز رندھ گئی تھی مہمند کے ہاتھ میں موجود گاڑی کی چابی چھوٹ کر زمین پر جا گری۔۔

"کہاں ہے وہ؟"

مہمند کو اپنی آواز کسی دور کھائی سے آتی سنائی دی۔۔

"حورے قمروز احمد۔۔۔ہماری بہن ہے مہمند"

التمش نے اسکے سر پر دھماکہ کیا جس پر اسکا پورا وجود تھرا گیا تھا۔

"حورے؟"

اس نے زیر لب یہ نام دہرایا تھا۔۔

جبکہ چونکا تو سالک حیدر بھی تھا اس نے حیرت سے ان دونوں کو دیکھا۔

"ایسا کیسے ممکن ہے؟"

اسے ابھی تو شجاع احمد اور قمروز احمد کے بارے میں پتا چلا تھا اور اب یہ نیا انکشاف۔۔

ہاں سالک حیدر۔۔۔ سلیمان خانزادہ کی اکلوتی لاڈلی بیٹی زہرہ خانزادہ کا بیٹا۔

جنہوں نے اپنی پسند سے شادی کی اور ان پر حویلی کے دروازے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے بند کر دیئے گئے تھے

ڈرائیونگ سیٹ پر موجود وہ بہت دھیان سے ڈرائیونگ کر رہا تھا چہرے پر سنجیدگی چھائی ہوئی تھی۔

حورے نے کوئی تیسری بار اسے دیکھا اور پھر نگاہیں واپس اپنے ہاتھوں کر مرکوز کر لیں۔

وہ اسکی ناراضگی بھانپ گئی تھی مگر خود کا کیا کرتی۔۔

"ہم کہاں جارہے ہیں؟"

گاڑی انجان راستوں پر مڑتے دیکھ وہ بے اختیار ہی اس سے پوچھ بیٹھی مگر جواب ناپا کر اسکا دل بھر آیا۔

"حورے ان آنکھوں سے ایک آنسو بھی نہیں گرنا چاہیے"

اسے رونے کی تیاری پکڑتے دیکھ وہ فوراً سے پہلے اسے ٹوک گیا جس پر سختی سے لب بھینچے وہ اپنا رخ کھڑکی کی جانب موڑ گئی۔

اس نے دل میں پکا عہد کر لیا تھا کہ وہ اب سالک حیدر سے پورے راستے کوئی بات نہیں کرے گی۔۔

ایک طویل سفر کے بعد گاڑی اس عالیشان فارم ہاؤس میں داخل ہوتے رکی تو نیند میں جاتی حورے چونکی۔۔

انجان جگہ دیکھ اس نے پھر سالک سے سوال پوچھنا چاہا مگر اسکا سرد رویہ یاد آتے وہ سختی سے اپنے ہونٹ بھینچ گئی۔

گاڑی سے اتر کر وہ اسکی جانب آیا اور دروازہ کھول اسے باہر آنے میں مدد کی مگر اسکا بڑھا ہاتھ دیکھ حورے اپنا ہاتھ اسکی ہتھیلی پر رکھنے کی بجائے اپنا پلو اسے تھما کر خود گاڑی سے اتر دروازہ بند کر گئی اس کے خفا خفا سے انداز کر سالک کے چہرے پر بھرپور مسکراہٹ آئی۔۔

آگے بڑھ کر اسکا ہاتھ تھامے وہ اسے لئے اندر آیا۔

اتنا خوبصورت فارم ہاؤس دیکھ حورے کی آنکھوں میں ستائش ابھری۔۔

"اوپر دوسرا روم ہمارا ہے آپ جائیں میں آتا ہوں اور ہاں چینج مت کیجیئے گا"

اسے قریب کر کان میں سرگوشی کرتے اسے جانے کا کہتا وہ خود باہر آگیا۔

وہ اپنی میکسی سنبھالے سالک کے بتائے کمرے میں داخل ہوئی تو کمرے کا فسوں خیز ماحول دیکھ اسکا دل دھڑکا۔۔

گلاب و موتیے سے سجا کمرہ جہازی سائز بیڈ کے گرد گلاب اور موتیے کی سجاوٹ کی گئی تھی۔

سائیڈ ریکس پر سینٹڈ کینڈلز کمرے کے ماحول کو مزید رومانوی بنا رہی تھیں۔۔

"کیسا لگا میرا سرپرائز" حورے کو پیچھے سے اپنے حصار میں لیتا وہ اسکے کندھے پر ٹھوڑی ٹکائے اس سے پوچھ رہا تھا جو اسکی اچانک آمد پر اگلا سانس لینا بھول گئی تھی۔

وہ روم میں داخل ہوا تو اسے مبہوت سا کمرے کو دیکھتا پاتے دانتوں تلے لب دباتا وہ دروازہ لاک کرتا اسے اپنے حصار میں قید کر گیا۔۔

مگر اسکے یوں ساکت کھڑے دیکھ سالک حیدر نے اسکا رخ اپنی جانب کیا جو سانس روکے اسکے سامنے کھڑی تھی۔

"اے حورے ریلکس" اسکے چہرے کو ہاتھوں کے پیالے میں بھرے سالک نے اسکے چہرے پر پھونک ماری۔

ہوش کی دنیا میں آتے اس نے گہرا سانس بھرا۔۔ غلافی آنکھوں میں نمی سی گھلی تھی اور یہ آنکھیں ہی تو تھیں جن پر سالک حیدر دل ہار بیٹھا تھا۔

اسکے چہرے پر جھکتے سالک نے اسکی آنکھوں کو اپنے لمس سے دہکایا حورے نے سختی سے اسکے کوٹ کو مٹھیوں میں بھینچا۔

سالک حیدر کی زندگی ہیں آپ کوئی مذاق تھوڑی ہے ایسے سانسیں روکیں گی تو میں کیا کروں گا" اسکے دانتوں تلے دبے لبوں کو آزادی دیتاوہ اسکے گرد بازو باندھ اسے مزید اپنے قریب کر گیا۔

وہ اسکے سامنے تھی پور پور اسکے لئے سجی۔۔

سالک حیدر کا دل آج بے ایمانی پر آمادہ تھا۔

اسکے نتھ پر ہاتھ پھیر وہ اسکے حسن پر مسمرائز سا ہوتا اپنی جیب سے ڈائمنڈ کا نفیس سالاکٹ نکال اسکی گردن کی زینت بنا گیا۔

وہ کو اسکے قریب آنے پر سانس روک گئی تھی اپنی گردن پر اسکا لمس اور پھر کچھ محسوس کر اسکے ہاتھ بے ساختہ اپنی گردن پر گئے تھے۔

"رونمائی کا تحفہ ادھار تھا آج وہ ادھار بھی پورا ہوا۔"

اسکا ہاتھ تھامے وہ اسے لئے آئینے کے سامنے آیا جہاں سامنے آئینے میں ان دونوں کا عکس ایک ساتھ جھلملایا۔

وہ ایک ساتھ کھڑے ایک دوسرے کو مکمل کر رہے تھے۔

"یہ بہت خوبصورت ہے" اس ڈائمنڈ کے لاکٹ کو چھوتے وہ اس تمام وقت میں پہلی بار مسکرائی تھی۔

اور اسکے مسکرانے پر سالک حیدر کو اپنی دنیا رکتی محسوس ہوئی۔

"آپ میرا امتحان لینے پر تلی ہیں جانم" اسکے کان میں سرگوشی کرتا وہ اسکا رخ اپنی جانب کر گیا۔

اس سے پہلے وہ اسکی بات کا مطلب سمجھتی سالک اسے کمر سے تھام ڈریسنگ پر بیٹھاتے اسکے لبوں پر جھکتا اسکی سانسوں کی روانی اس سے چھین گیا تھا۔

اسکی کمر پر اپنی گرفت مضبوط کرتے وہ اسے اسکی سانسوں پر اپنا تسلط جماتا حورے کی دھڑکنوں میں شور برپا کر گیا۔۔

اسکی کمر کے گرد گرفت مضبوط کئے وہ دوسرے ہاتھ کی مدد سے اسکے نیکلس کو اتار کو سائیڈ پر کر گیا اب اسکے ہاتھ اسکے کانوں میں موجود ائیر نگ اتار رہے تھے اور اسکے ہاتھوں کے لمس کر حورے خود میں سمٹتی جارہی تھی۔

اسکے لبوں کو رہائی دیتا وہ اسکی ٹھوڑی کو اپنے لبوں سے دہکاتا اسکی گردن پر آیا تھا۔

حورے نے بے ساختہ اسکے ہونٹوں کر ہاتھ رکھ اسے روکنا چاہا جس پر مخمور نگاہیں اٹھاتے اس نے حورے کے کپکاتے وجود کو دیکھا۔

شرم سے لال سرخ چہرہ بھیگے کپکپاتے لب سرخ ناک وہ اس پر سالک حیدر کو اپنے حسن سے مات دے رہی تھی۔

"کیا ہوا؟"

"حیدر" اسکے سینے پر سر رکھ اس نے بہت الگ انداز میں اسے پکارا.

"ریلکس جانم" اسکی کمر سہلاتے سالک نے اس کے سر پر ٹکا دوپٹہ اتار کر ایک سائیڈ رکھا تو حیا سے وہ مزید اس میں سمٹی۔۔

اسکی گھبراہٹ و شرم دیکھ وہ ہولے سے مسکراتا اسے اپنی بانہوں میں۔قید کئے بیڈ کی جانب بڑھا تو حورے کے رہے سہے اوسان بھی خطا ہوئے تھے۔

اسے بیڈ پر لٹاتے وہ خود کوٹ اتار کر ایک طرف رکھتا اپنی شرٹ کے بٹن کھول واپس سے اس پر جھکا تھا جو اسکے قریب آنے پر سختی سے آنکھیں میچ گئی۔۔

"ایسے ظلم کریں گی تو بندہ کہاں جائے گا؟" اسکے کان کی لو کو لبوں سے چھوتے وہ اپنے لبوں سے چھوتا اسکی گردن تک آیا تھا۔

گردن سے ہوتا اسکی ٹھوڑی کو چھوتے وہ اسکی سانسوں پر قبضہ جماتے اسے اپنی بانہوں کے حصار میں لئے رفتہ رفتہ اسکی سانسوں پی رہا تھا۔

اسکے نرمی بھرے لمس پر حورے نے اپنی بانہوں کا حصار سالک کی گردن کے گرد باندھا اس کی پیش قدمی پر وہ اس پر دل و جان سے نثار ہوتا اسے خود میں بھینچ گیا۔

اسکی سانسوں کو آزادی دیتے اس نے مخمور نگاہوں سے اپنے رنگ میں رنگی حورے کو دیکھا۔

گہرے سانس لیتی وہ اپنی سانسیں ہموار کر رہی تھی۔

اپنی شرٹ سائیڈ رکھتے سالک نے آگے بڑھ کر کمرے میں جلتا واحد بلب بھی بند کیا اور حورے پر جھکتے وہ ایک بار پھر اسے اپنے حصار میں قید کر گیا۔۔

"حیدر ہمیں ڈر لگ رہا ہے"

اسکی گردن میں چہرہ چھپائے وہ انجانے خوف میں مبتلا ہوئی جب سالک حیدر نے اسکے ہونٹوں کر انگشت شہادت رکھ اسے کچھ بھی کہنے سے روکا۔۔

"کچھ مت سوچیں آپ کا حیدر آپ کو کچھ نہیں ہونے دے گا۔۔۔"

"مجھ سے کبھی ناراض مت ہوئیے گا آپ" رفاقت کے لمحوں میں وہ اس سے باتیں کرتی اسکا دھیان بٹانا چاہ رہی تھی۔

اسکی چالاکی سمجھتے وہ اسکی کمرے کے گرد ہاتھ ڈال اسے اپنے سینے پر گرا گیا۔۔

"بھلا کوئی اپنی جان سے بھی خفا ہو سکتا ہے اب مزید کچھ نہیں کہیں بس مجھے اور میری محبت کو محسوس کریں" اسکے شرٹ کی ڈوریاں کھولتا وہ اسے واپس سے تکیے پر منتقل کرتا اسکی انگلیوں میں اپنی انگلیاں الجھاتے اسکی سانسوں کو قید کر اسے خود میں گم کر گیا تھا۔۔

کھڑکی سے جھانکتا چاند اس خوبصورت ملن پر مسکراتا بادلوں کی اوٹ میں چھپا وہیں تاروں نے شرما کر اپنا رخ بدلا تھا۔۔

#تصویر_من

#فروا_نور

#قسط_18

"تمہاری ہمت کیسے ہوئی اس کے ساتھ جانے کی؟" سہیل کی آواز اسکے کانوں سے ٹکرائی تو موبائل پر اسکی گرفت مضبوط ہوئی تھی۔۔

"تم ہوتے کون ہو مجھ سے سوال جواب کرنے والے؟" تمام ہمت مجتمع کرتے اس نے اسکے سوال کا جواب دیا۔

"میں کون ہوتا ہوں منگیتر"

"بس بہت ہو گیا میرا تم سے کوئی تعلق نہیں ہے میں مہمند خانزادہ کی بیوی ہوں ان کی عزت اگر اب تم نے مجھے فون کیا یا مجھ سے رابطہ کرنے کی کوشش کی تو میں مہمند کو تمہارے میں بارے میں بتادوں گی کہ تم مجھے بلیک میل کر رہے ہو اور یہ جان کر وہ جو حشر تمہارا کریں گے نا اس کے زمہ دار تم خود ہونگے"

اسکے کھری کھری سنانے پر سہیل کو جھٹکا لگا تھا جہاں وہ دبو سی اوزے اور اب کہاں یہ شیرنی۔۔

"تم شاید بھول رہی"

"میں جو بھولی تھی وہ مجھے یاد آگیا ہے میں بھول گئی تھی کہ میرا شوہر تم جیسے دو ٹکے کے انسان کو منٹوں میں ڈھیر کرنے ان ہنر جانتا ہے اب یاد رکھنا میں تمہاری دھمکیوں میں نہیں آنے والی اور اگر اپنی زندگی چاہتے ہو تو مجھ سے دور رہنا" غراکر کہتے وہ بنا سہیل کا جواب سنے فون بند کر گئی۔

کال کٹ کرتے اس نے موبائل سینے سے لگایا دل تھا۔۔

وہ مزید اس بلیک میلنگ کا حصہ نہیں بن سکتی تھی۔

اس نے اپنے ہاتھ میں موجود موبایل دیکھا یہ موبائل سہیل نے اسے حویلی میں دیا تھا۔۔

وہ اسے دھمکا کر گیا تھا کہ اگر اس نے مہمند سے دوری نہیں رکھی تو وہ مہمند کو جان سے مار دے گا اور ڈر گئی تھی بہت بری طرح سے مگر اب مہمند کی ناراضگی پر اسکا دل مچل رہا تھا اسکی محبت کے لئے اسکی قربت کے لئے۔۔

اس نے سوچ لیا تھا آج کیسے بھی کر وہ مہمند کو منا کر رہے گی۔

وہ اس سے محبت کرتا تھا اور آج وقت آگیا تھا کہ وہ اپنی محبت کا اظہار اس سے کر سکے۔۔

مگر اب کچھ سمجھ نہیں آرہا تھا کیا کرے اور کیسے کرے۔۔

مہمند گھر پر نہیں تھا وہ کب واپس آئے گا یہ بھی نہیں پتا تھا اسے۔۔

وہیں بیڈ پر بیٹھتے وہ مہمند کو منانے کے طریقے سوچنے لگی۔۔

ولیمے کی تقریب سے فارغ ہوتے وہ سب گھر آ گئے تھے اور اب سبھی شجاع احمد کے پورشن میں بیٹھے تھے جبکہ مہر کچن میں سب کے لئے چائے بنا رہی تھی۔۔

"یہ کیا ہے بھائی؟"

ٹیبل پر رکھے خاکی انلوپ کو دیکھ قمروز صاحب نے وہ انویلپ شجاع احمد کے سامنے کیا۔

لاعلمی کا اظہار کرتے انہوں نے وہ انویلپ تھاما جہاں ان کا نام لکھا تھا۔

"یہ کب آیا؟"

خود سے کہتے وہ اسے کھولنے لگے۔

مہر نے ان کے آگے چائے کی ٹرے رکھی اور مڑ کر قمروز احمد کو چائے دینے لگی۔۔

شجاع احمد نے کچھ تصاویر اس پیکٹ میں سے نکالی جنہیں دیکھ ان کے چہرے کا رنگ اڑا تھا۔۔

"کیا ہوا بھائی؟"

"مہر"

وہ جو واپس کچن کی جانب جا رہی تھی اپنے بابا جی دھاڑ پر خوف سے اسکے ہاتھ میں موجود ٹرے زمین بوس ہوئی تھی

"کیا ہوا ہے بھائی؟"

"ہمت کیسی ہوئی اتنا بڑا دھوکہ دینے کی اتنا بڑا دھوکہ مہر"

وہ غصے سے دھاڑے اور ان کی دھاڑ پر مہر کو اپنا دل بند ہوتا محسوس ہوا ان کے ہاتھ میں کچھ تصاویر تھیں۔

تو کیا انہیں۔۔۔اس سے آگے مہر سے سوچا بھی نہیں گیا۔۔

"مہر ادھر آؤ"

قمروز احمد کے بلانے پر وہ شکستہ قدموں سے اپنے باپ کے سامنے آئی تو انہوں نے غصے سے ہاتھ میں تصاویر اس کے منہ پر ماری۔۔

تصویریں اسکے چہرے پر لگتیں زمین پر بکھرتی چلے گئیں۔

اسکے اور التمش کے نکاح کی تصاویر"

"کون ہے یہ کیوں کیا ایسا مہر کیا کمی رہ گئی تھی" وہ اسے مارنے کو لپکے تھے اسکے منہ پر تھپڑ مار انہوں نے دوبارہ اس پر ہاتھ اٹھانا چاہا جب مہر کو مارتا ان کا ہاتھ ہوا معلق رہ گیا۔

شجاع احمد نے گردن گھما کر خود کو روکنے والے کو دیکھا۔

التمش کو سامنے دیکھ اسکے ماتھے پر بل پڑے وہیں مہر کو اسے دیکھ صدمہ ہوا تھا۔۔

"تم"

"میری بیوی پر ہاتھ اٹھانے سے پہلے سو بار سوچنا چاہیے تھا آپ کو سسر صاحب"

سنجیدگی سے کہتے وہ ان کا ہاتھ تھامے ان کے اور مہر کے درمیان آیا تھا۔

"تمہاری ہمت کیسی ہوئی میرے گھر"

"آپ کا گھر سیر سیلی؟"

اس نے حیرت کا مصنوعی مظاہرہ کیا۔

"جہاں تک مجھے یاد ہے کہ گھر میرے باپ کے نام تھا ہیں نا؟"

اس کی بات پر ایک جھٹکے سے شجاع احمد نے اسے دیکھا۔

"وہی آپ کا بھائی ساجد احمد جسے آپ لوگوں نے اپنے لالچ میں آ کر مار دیا۔۔"

ایک ایک لفظ پر زور دیتا وہ ان کے سروں پر پہاڑ گرا گیا۔۔

"بکواس بند کرو اپنی اور نکلو یہاں سے" اسکے سینے پر ہاتھ مار اسے پیچھے دھکا دیتے وہ چلائے جبکہ اپنے باپ کا یہ روپ دیکھ مہر پتھر ہو گئی تھی۔

یہ ساجد کون تھا اور التمش کس ساجد کی بات کر رہا تھا۔۔

"کیا ہوا تایا ابو بھول گئے میرے باپ کو جس کے ساتھ مل کر آپ نے میری ماں سے چھت تک چھین لی تھی۔

دھڑ دھڑ ساتوں آسمان مہر کے سر پر گرے تھے۔

التمش اسکا کزن۔۔۔

"یاد آیا اب۔۔؟"

"اور آپ"

وہ اب قمروز کی جانب بڑھا تھا۔

"آپ کو کیا لگا تھا نکاح میں میرا ساتھ دے کر میرے ہی خلاف یہ سب کرینگے اور مجھے بتا نہیں چلے گا؟"وہ بولا نہیں غرایا تھا۔

"قمروز"

شجاع احمد کی حیرت میں ڈوبی آواز ابھری

"ہاں آپ کے بھائی انہوں نے میرا ساتھ دیا تھا تاکہ میں مہر سے نکاح کر سکوں اور اپنے بابا کا حصہ آپ سے چھین سکوں نکاح میں مہر کے ولی بنے تھے یہ اور بعد میں میرے ساتھ ہی دھوکہ کر رہے تھے مگر ایک بات میری یاد رکھیں جو شخص میری بہن کو ہم سے چرا کر یہاں رکھ سکتا ہے وہ کچھ بھی کر سکتا ہے"

اب کی بار وہ دونوں بری طرح گھبرائے تھے۔

"میری حورے کو اپنے پاس رکھ کر ہمیں سزا دینا چاہ رہے تھے نا؟

"کیا بول رہے ہو تم کیا بول رہے ہو؟"

ثاقب نے آگے بڑھ اسکا گریبان پکڑا۔

"سچ بول رہا تھا حورے کو اغوا کیا تھا ان لوگوں نے میری بہن ہے وہ" وہ چلایا تھا۔

"اور یہ میری بیوی جسے میں آج لینے آیا ہوں"

"خبردار جو میری بیٹی کی طرف نظر اٹھا کر بھی دیکھا"

شجاع احمد نے مہر کو اپنے پیچھے چھپایا وہیں ثمرہ اور زمرد بیگم کے چہرے پر خوف ابھرا تھا۔

"نکاح نامہ میرے پاس ہے سارے حق رکھتا ہوں اپنی بیوی پر"

"جانے دیں مہر کو اس کے ساتھ شجاع صاحب" زمرد بیگم کی آواز پر روتی مہر نے جھٹکے سے سر اٹھا کر اپنی ماں کو دیکھا۔۔

"کیا بکواس کر رہی ہو؟"

"بکواس ہی سہی مگر میں اپنی بیٹی کی زندگی آپ کے غلط فیصلوں کی نظر نہیں ہونے دوں گی ساری زندگی آپ نے اپنے لالچ میں فیصلے کئے آپ نے حورے کی شادی بھی سالک سے اس لئے کی کیونکہ اسکا تایا آپ کو بزنس میں ایک بڑا پر افٹ دے رہا تھا اگر وہ نا دیتا تو آپ کبھی وہ فیصلہ نہیں کرتے آپ نے صابر خان کی زمین پر بھی قبضہ کیا جس کی وجہ سے وہ ہمارا دشمن بنا ہوا ہے۔۔ اور آپ میری مہر کو بھی اپنے لالچ کے لئے استعمال کریں گے اور میں ایسا نہیں ہونے دوں گی"

سالوں کا دبا غصہ تھا جس آج نکلا تھا۔۔

"جاؤمہر اپنے شوہر کے ساتھ اگر تم نہیں چاہتیں کہ تمہاری ماں خود کو ختم کر لے"

"امی نہیں"

ان کے چھری گردن پر رکھنے پر وہ تڑپی۔۔

"امی"

"چلی جاؤ تم مہر گل چلی جاؤ یہاں سے کیونکہ اگر آج تم نہیں گئیں تو یہ نکاح باقی رہے گا نا تمہاری خوشیاں"

"نہیں امی"

"اپنی بیوی کو لے کر جا رہا ہوں میں اگر کوئی بیچ میں روکنے آیا تو سارے ثبوت کل پولیس کو مل جائیں گے"

دھمکی دیتا وہ مہر کا ہاتھ تھامے آگے بڑھا جس پر وہ تڑپی تھی۔۔

"نہیں میں نہیں جاؤں گی بابا"

اس نے تڑپ کر اپنے باپ کو دیکھا جو ایک طرف خاموشی سے کھڑے تھے اسے دھچکا لگا تھا۔

وہ ایک خود غرض انسان تھے جنہیں صرف دولت روپے سے مطلب تھا۔

اپنی انا کی تسکین کی خاطر انہوں نے حورے کو اغوا کیا اور اسے ساری زندگی دبا کر رکھا اور سب بھی پکڑے جانے کے خوف سے وہ خاموش کھڑے تماشا دیکھ رہے تھے۔

"مجھے زبردستی کرنے پر مجبور مت کریں مہر" سنجیدگی سے کہتا وہ اسکا ہاتھ تھامے اس گھر سے نکلتا چلا گیا۔۔

اور وہ اسکے ساتھ گھسیٹتی چلے گئی۔

گاڑی میں اسکے پہلو میں بیٹھی وہ مسلسل روتی سسکتی التمش کا امتحان لے رہی تھی۔

لب بھینچے وہ خاموشی سے گاڑی ڈرائیو کر رہا تھا ابھی وہ جس حال سے گزر رہی تھی اسکا چپ رہنا ہی بہتر تھا۔

موڑ کاٹتے گاڑی اسکے اپارٹمنٹ کی حدود میں داخل ہوئی تو التمش نے ایک نظر اپنے پہلو میں بیٹھی مہر کو دیکھا۔

جو ولیمہ والا ہی ڈریس پہنی ہوئی تھی جبکہ رونے سے آنکھوں کا کاجل پھیل گیا تھا۔

گاڑی پارک کرتا وہ گاڑی سے اترتا اسکے پاس آیا جو ابھی تک رونے شغل فرما رہی تھی۔

"مہر باہر آئیں"

سنجیدگی سے کہتے اس نے اپنا ہاتھ مہر کے سامنے پھیلایا جسے مکمل نظر انداز کرتے وہ گاڑی سے اتر اسکے پہلو سے نکلتی چلے گئی۔۔

التمش نے غصے سے مٹھیاں بھینچ کر اسکا یہ رویہ برداشت کیا اور گاڑی سے اسکا سامان نکالنے لگا جو زمرد بیگم پہلے ہی اسکے حوالے کر چکی تھیں وہ اس سے جان چھڑانا چاہتی تھیں کیونکہ مہر ان کی سوتیلی بیٹی تھی یہ وہ راز تھا جو وہ مر کے بھی مہر کے سامنے نہیں کھول سکتا تھا پہلے ہی اپنے سگے رشتوں کو بھیانک روپ دیکھا تھا اب یہ سچ اسے ہلا کر رکھ دیتا۔۔۔

گہرا سانس لیتے خود کو پر سکون کرتا وہ اسکے پیچھے آیا کو ایک کونے میں کھڑی تھی۔

بنا کچھ کہے التمش نے اسکا ہاتھ تھاما اور اسے لئے اندر بڑھا تھا لفٹ کے ذریعے وہ اپنے فلور پر آیا جبکہ مہر کا ہاتھ ہنوز اسکے ہاتھ میں موجود تھا۔

نا اس نے ہاتھ چھڑایا نا اس نے چھوڑا۔۔

ڈور لاک کرتا وہ اسے لئے اندر آیا۔

مہر نے فوراً سے اپنا ہاتھ اسکی گرفت سے الگ کیا تھا جس پر التمش نے ایک نظر اسے دیکھا اور پھر دروازے لاک کر اپنا کوٹ اتار کر صوفے پر پھینک خود صوفے پر بیٹھتے اپنے کف کھول آستین اوپر چڑھا گیا۔

"یہاں آکر بیٹھ جائیں مہر"

اسے سوسو کرتے دیکھ اسکا دل تھوڑا نرم ہوا تھا ورنہ اسکے باپ کی وجہ سے مہر پر بھی وہ غصہ تھا۔۔

"مجھے نہیں آنا آپ کے پاس آپ بالکل بھی اچھے نہیں ہیں"

ہاتھ کی پشت سے آنسو پونچھتے وہ غصے سے چلائی جس پر التمش کے ماتھے پر بل پڑے۔

اپنی جگہ سے اٹھتا وہ اسکے سامنے آکر کھڑا ہوا اسکے قریب آنے پر وہ بدک کر پیچھے ہوئی مگر اسکے کمر کے گرد ہاتھ باندھ اسے اپنے قریب کھینچتے التمش نے اسکی یہ کوشش ناکام بنائی تھی۔

"میرے ہی گھر میں میرے ہی نکاح میں ہو کر مجھ سے ہی پنگا لینا آپ کو بھاری پڑ سکتا ہے مسز التمش" اسکے بھیگے گال سے اپنا گال رگڑتا وہ مہر کو ساکت کر گیا۔۔

"یہ۔۔یہ کیا بد"

اس سے پہلے وہ اپنا جملہ مکمل کرتی التمش جھک کر اسکے لبوں کو چھوتے پیچھے ہوا اور اسکے اس عمل پر مہر کی آنکھیں بڑی ہوئی تھیں پورے جسم میں ایک کرنٹ سا دوڑا تھا۔

"تم۔۔ تمہاری ہمت کیسے ہوئی یہ واہیات"

اس سے پہلے وہ اپنی بات پوری کرتی اسکے بالوں میں ہاتھ پھنساتے وہ اسکی کمر کے گرد اپنی گرفت مضبوط کر اسے اپنے قریب کرتا اسکے لبوں پر جھکتا اسکے لفظوں کو پی گیا۔۔

اسکے حصار میں قید وہ بے بس سہ مزاحمت کرنے کے قابل بھی نہیں رہی تھی۔۔

اسکے ہونٹوں کا جام پیتے وہ مدہوش سا اسکے وجود پر چھا گیا تھا۔۔

مہر نے سختی سے اپنی آنکھیں بند کی جبکہ التمش مدہوش سا اسکے چہرے پر جھکا اپنی من مانیوں پر اتر آیا تھا۔

مہر نے پوری طاقت لگا کر اسے خود سے دور کرنا چاہا مگر ناکام رہی۔۔

"جتنا دور کرنا چاہیں گی اتنا ہی پاس آجاؤ گا پھر شکایت بھی آپ کو ہو گی"

اسکی کمر پر گرفت مضبوط کرتے وہ ذو معنی لہجے میں کہتا مہر کو آگ لگا گیا۔

پوری قوت سے اسے پیچھے دھکیلتی وہ اسکی پہنچ سے دور ہوئی۔

"بس بہت ہو گیا سمجھ کیا رکھا ہے آپ نے مجھے ؟ کوئی کھلونہ ہوں جو پہلے اٹھا کر اغوا کر لیا اور اب یہ سب ؟ کیا لگتا ہے اس طرح میرے باپ کو میرے سامنے برا بنا کر پیش کرینگے تو میں مان لونگی ہونگے وہ دنیا کی نظر میں برے مگر میرے لئے وہ میرے بابا ہیں آئی سمجھ "

پاس رکھے واس پر ہاتھ وہ اسے زمین بوس کر گئی۔

"مہر؟"

"کیا مہرہاں کیا مہر آپ تو خوش ہونگے نا التمش صاحب کہ آپ کے دوشمن کی بیٹی خود کو بے بس محسوس کر رہی ہے وہ تکلیف میں ہے "

آنسو لڑی کی صورت اسکا چہرہ بھگو رہے تھے۔

التمش کے دل خنجر سا چلا تھا۔

"مہر"

"خبر دار جو اپنی زبان سے میرا نام بھی لیا ہو" انگلی اٹھا کر اسے وارنگ دیتے وہ پیچھے ہوتے دیوار سے جا لگی۔

التمش نے سنجیدگی سے اسے دیکھا۔

اگر اسکی جگہ کوئی اور ہوتا تو وہ کب کا اسے اچھے سے سمجھا چکا ہوتا کہ التمش خانزادہ سے اس طرح بات کرنے کا انجام کیا ہوتا ہے۔

"میں نے آپ کا کوئی فائدہ نہیں اٹھایا ہے میرا مقصد صرف تمہاری حفاظت"

"ایسے کرتے ہیں آپ سب کی حفاظت ان سے نکاح کر کے اسکے ساتھ یہ گند" کچھ کہتے کہتے اس نے سختی سے اپنے لب آپس میں بھینچے۔

"اچھا ٹھیک ہے نہیں سننا چاہتی نا تو مت سنو لیکن خدا کے لئے رونا بند کرو"

وہ جھنجھلاہٹ کا شکار ہوا تھا۔

"نفرت کرتی ہوں میں آپ سے نفرت التمش "غصے سے کہتی وہ بھاگ کر سامنے والے کمرے میں بند ہوئی تھی۔

التمش نے گہرا سانس بھرا اپنے ماتھے پر بکھرے بال پیچھے کئے۔۔

اب ایک نیا مرحلہ شروع ہو گیا تھا۔۔

جاری ہے

اوزے اور مہمند کو پسند کرنے والوں صبر کرو کل ہے ان کی اسپیشل ایپی

#تصویر_من

#فروا_نور

#قسط_19

وہ رات گئے گھر میں داخل ہوا تھا۔

التمش مہر کو لینے گیا تھا وہ جانا چاہتا تھا مگر التمش نے اسے روک دیا۔

شجاع احمد مہر کا رشتہ طے کر رہے تھے اور جس طرح وہ یہ سب کر رہے تھے ان کا کوئی بھروسہ نہیں تھا وہ کل کے کل ہی مہر کا رشتہ پکا کر دیتے۔۔۔

گہرا سانس ہوا کے سپرد کرتا وہ اپنی شرٹ کے اوپری بٹن کھولتا کچن میں آیا۔

گھڑی رات کے تین بجا رہی تھی۔

اسے اوزے کا خیال تھا مگر آج اسے اپنی بہن سے ملنا تھا وہ کیسے نا جاتا۔

اپنی سوچوں میں گم وہ کمرے میں آیا تو کمرے میں اندھیرا چھایا ہوا تھا۔

اسکا ارادہ چینج کرنے کا تھا اس سے پہلے وہ اپنے ارادے پر عمل کرتا تو نرم بازو پیچھے اسے اسکے گرد بندھے تھے۔

وہ چونکا تھا مگر اپنے ہی پرفیوم کی خوشبو محسوس کر چہرے پر سنجید گی چھائی۔

"ہاتھ ہٹائیں اوزے" سختی سے کہتے وہ اس کا دل خوف میں مبتلا کر گیا۔

ہمت تو کرلی تھی مگر اسکے ری ایکشن کے لئے بھی اسے تیار رہنا تھا۔۔

"اوزے"

"نہیں میں نہیں ہٹاؤں گی" ضدی لہجے میں کہتے وہ اسکی ہشت پر اپنا ماتھا ٹکا گئی۔۔

اور اسکی یہ حرکت مہمند خانزادہ کو بڑی بھاری پڑی تھی۔

جتنا وہ خود کو اس سے دور رکھنا چاہتا تھا اتنا ہی وہ اسکے قریب آتی جا رہی تھی۔

"میری ایک بات آپ کو سمجھ نہیں آ رہی ہے اوزے دور ہٹیں" اسکے ہاتھ کھولتا وہ ایک جھٹکے سے دور ہوتے لائٹس آن کر گیا تو کمرے میں موجود گلاب دیکھ اسے دھچکا لگا تھا۔

"کیا ہے یہ سب آخر کیوں یہ سب حرکتیں کر رہی ہیں آپ؟"

وہ چیخا نہیں رہا تھا مگر ضبط سے اسکا چہرہ سرخ ہو گیا تھا۔

"میں آپ سے معاف"

"کیوں اب اجازت مل گئی آپ کو اس انسان سے جس کی وجہ سے آپ نے مجھے حوس پرست کہا تھا؟"

"مہمند"

"خبر دار اوزے جو مجھے صفائیاں دیں نہیں چاہیے مجھے آپ سے کچھ بھی سمجھ آئی آپ کو۔۔۔ اگر میں آپ کو یہاں لایا ہوں تو اسکا یہ مطلب نہیں کہ میں نے آپ کو معاف کر دیا۔ اس لئے"

"میں بہت اچھے سے جانتی ہوں آپ کیوں مجھے معاف نہیں کر رہے مت کریں بہانے بازیاں مہمند خانزادہ سمجھ آگیا ہے مجھے سب"

اس کی بات کاٹ وہ غصے سے چلائی مہمند نے حیرت سے اسکا یہ روپ دیکھا۔۔

"کیا مطلب ہے اب اس بات کا؟"

"مطلب بہت صاف ہے میرا جب تک میں دور تھی آپ کو مجھ سے محبت تھی مگر اب آپ کے نکاحِ میں ہوں تو آپ کو مجھ سے کوئی محبت نہین ہے اور ہو گی بھی کیوں ایک ایسی لڑکی جس کے ساتھ اسی کے منگیتر نے زیادتی کرنے کی کوشش".

"اوزے" وہ بولا نہیں دھاڑا تھا مگر دوسری جانب وہ جیسے آج سارے حساب بے باک کرنے پر تلی تھی۔۔

"کیا اوزے ہاں کیا اوزے کچھ غلط بولا میں نے ٹھیک تو بولا ختم ہو گئی ہے آپ کی محبت بس یہی آپ کی محبت تھی جو نکاح ہوتے ہی ختم۔۔۔اور میں چلی تھی ہمارے درمیان سب ٹھیک کرنے

لیکن اچھا ہوا جو سب میرے سامنے آگیا کہ آپ مجھ سے کوئی محبت نہیں کرتے بہت شکریہ مہمند خانزادہ میری آنکھوں کھولنے کے لئے"۔

وہ بولتی جارہی تھی اور مسلسل بولتی روتی جارہی تھی۔۔

"اوزے میری بات" مہمند نے آگے بڑھ کر اسکا ہاتھ تھاما جو وہ بری طرح سے جھٹک گئی۔۔

"اوزے بس ہوگیا" اسے بازو سے تھام کر اپنے قریب کرتے وہ بے بس ہوا تھا۔

وہ شاید کبھی اس سے خفا نہیں ہوسکے گا اسکا ایک ایک آنسو مہمند کو اپنے دل کر گرتا محسوس ہوا تھا۔

"چھوڑیں مجھے نہیں دیکھنا چاہتی میں آپ کی شکل" اسکی گرفت میں مچلتے وہ مسلسل مزاحمت کر رہی تھی جب مہمند نے اسے اپنے حصار میں مضبوطی سے قید کر اسکی فرار کی ساری راہیں مفقود کر دیں۔۔

مہمند نے بے بسی سے اسے دیکھا جو ہچکیوں سے روتے اسے پاگل کر رہی تھی

"اوزے رونا بند کریں بہت ہو گیا ہے"

"میں روؤں یا نہیں آپ سے مطلب آپ بس مجھے سزا دیں"

"یار میں کون ہوتا ہوں آپ کو سزا دینے والا"

"مجھے نہیں کرنی آپ سے بات چھوڑیں مجھے مہمند نہیں چاہیے آپ کی جھوٹی ہمدردی "

وہ بپھر کر اسکی گرفت سے آزاد ہونے کو مچل رہی تھی اسکی کوشش کو ناکام بناتے مہمند اسکے چہرے پر جھکتے اسکی سانسوں کو اپنے گرفت میں لیتا اسے ساکت کر گیا تھا۔

اس طرح کی سچویشن میں مہمند کی طرف سے اس طرح کی حرکت کی توقع تو اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھی۔

ہوش کی دنیا میں واپس آتے اس نے مہمند کے سینے پر مکے مار خور کو آزاد کرنے کی کوشش کی تھی مگر وہ تو جیسے ہٹنا ہی بھول گیا تھا۔

یونہی اسے بانہوں میں بھرے وہ بیڈ کی جانب بڑھا تو صحیح معنوں میں اوزے کی آنکھیں پھیلیں۔

وہ کیا کرنے والا تھا۔

اسے بیڈ پر لٹاتے وہ اس پر حاوی ہوا وہیں اوزے کی جان خشک ہوئی جو خود کو اسکے لبوں سے سیراب کرتا اسے مکمل طور پر بے بس کر چکا تھا۔

اوزے کو اپنا سانس رکتا محسوس ہوا آنکھوں سے آنسو رواں ہوئے تو ہونٹوں کو آزادی دیتے وہ اسکی نم پلکوں کو اپنے سلگتے لبوں سے سیراب کرنے لگا۔

اپنے ہونٹوں سے اسکے آنسو چنتے وہ اوزے کو اپنے لمس سے پاگل کر رہا تھا۔

"یہ سزا ان لفظوں کی ہے جو آپ نے اپنے لئے استعمال کئے ہیں"

"میں کروں گی بار بار کروں گی" وہ ہتھے سے اکھڑ رہی تھی مہمند کے لئے اسکا یہ روپ بالکل نیا تھا۔

"اوزے"

"کیوں سزا دے رہے مجھے جانتی ہوں غلط کیا مجھے سہیل کی حقیقت بتانی چاہیے تھی مگر میں نہیں مانی میں ڈرتی تھی میں نے اپنے بابا کو کھویا ہے مہمند مجھے تو ان کی شکل بھی ٹھیک سے نہیں یاد وہ کہتا وہ آپ کو مار" بولتے بولتے اسکی ہچکیاں بندھ گئی تھیں۔۔

"ششش اوزے رو کیوں رہی ہو بس" اسے اپنے ساتھ لگائے وہ بے بسی کی انتہا پر تھا۔

"وہ مار سکتا ہے آپ کو اگر آپ کو کچھ ہوا تو میں مر جاؤ گی مہمند"، اسکا سینے پر سر ٹکائے روتی وہ مہمند خانزادہ کے دل کی دنیا تہس نہس کر رہی تھی اسکا ایک ایک آنسو مہمند کو اپنے دل پر گرتا محسوس ہو رہا تھا۔

سختی سے ہونٹ بھینچے وہ اسے خود سے لگائے ہوئے تھا۔۔

"اگر آپ نے رونا بند نہیں کیا جاوزے میں اس شخص کی جان اپنے ہاتھوں سے لونگا"

مہمند کی بات پر اس نے تڑپ کر اسکے سینے پر سے چہرہ نکال اسکی سرخ آنکھوں میں دیکھا جہاں بھائی وحشت دیکھ وہ اندر تک کانپ اٹھی۔۔

"نہ۔۔ نہیں خدا کے لئے نہیں میں نہیں رو رہی آپ کچھ نہیں کرینگے پلیز"، اسکے چہرے کو تھامے وہ خوفزدہ سی نا میں سر ہلاتی مہمند خانزادہ کا دل چیر کر رکھ گئی۔۔

"اوزے کوئی کچھ نہیں کر سکتا میں کچھ نہیں ہونے دوں گا آپ کو میری جان" اسکا چہرہ ہاتھوں کے پیالے میں بھرے اسکے ماتھے سے ماتھا ٹکائے وہ انگوٹھے سے اسکے آنسو صاف کرتا اسکا سرخ چہرہ دیکھنے لگا۔۔۔

"اوزے"

"میں آپ سے بہت پیار کرتی ہوں مہمند پلیز مجھ سے ناراض نہیں ہوں پلیز"

اسکی سانسوں میں سانس لیتی وہ اس سے درخواست کر رہی تھی۔

"میں نہیں ہوں ناراض" اسے اپنے ساتھ لگائے وہ اسکے بال سہلانے لگا۔۔

"بس اب ایک آنسو بھی نہیں"

اسے اپنے ساتھ لگائے وہ گہرا سانس بھر کر رہ گیا جبکہ چہرے پر سوچ کی لکیریں چھائی تھیں۔۔

پھولوں کی محسور کن خوشبو نے پورے کمرے کو مہکایا ہوا تھا۔۔

کمرے میں آتی چاند کی روشنی فسوں خیز ماحول کو مزید رومانوی بنا رہی تھی۔

حورے کے وجود میں کھوئے سالک حیدر کی توجہ بجتے موبائل نے کھینچی تھی۔

ماحول کافسوں لمحوں میں ٹوٹا۔

اس نے ایک نظر اپنی قربت سے سرخیوں میں گھلی حورے کو دیکھا جو ایک بار پھر اسکے دل کو دھڑکا گئی تھی۔

اسکا ارادہ کال نظر انداز کرنے کا تھا مگر بار بار بجتے فون پر حورے نے لرزتی پلکوں کی چلمن اٹھا کر اسے دیکھا اور پھر موبائل کی جانب دیکھا۔

گہرا سانس بھر سائیڈ ہوتے اس نے موبائل اٹھایا مگر وہاں جگمگاتے نمبر کو دیکھ سالک کے کشادہ ماتھے پر بل پڑے وہیں چہرے پر سنجیدگی چھائی تھی جسے دل حورے کا دل گھبرایا تھا۔

"حیدر"

کپکاتی آواز اور اپنا نام سن وہ ہولے سے مسکرا دیا کچھ لمحے پہلے آیا غصہ جو گھنٹوں بعد بھی ٹھیک نہیں ہوتا تھا اسکی ایک پکار پر جھاگ کی طرح بیٹھا تھا۔

موبائل سوئچ آف کرتے وہ اسکی طرف کروٹ لیتا اسکے سر کے نیچے اپنا ہاتھ رکھ اسے اپنے مزید قریب کر گیا جس پر حورے کے معصوم چہرے پر حیا سے سرخیاں گھلی تھیں۔۔

جھک کر اسکے لبوں کو چھوتے وہ پیچھے ہوا جب حورے نے بغور اسکا چہرہ دیکھا۔

"حیدر" اسکا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لئے اس نے اپنی انگلیاں اسکی انگلیوں میں الجھائیں تو اسکے عمل پر حیدر چونک اٹھا۔۔۔

"جی؟"

"آپ کو کوئی بات پریشان کر رہی ہے نا؟" اسکے فکر مند انداز پر مسکراتے اس نے نفی میں سر ہلایا۔

"پھر آپ اتنی چپ کیوں ہو گئے؟"

"کیا آپ چاہتی ہیں میں بولوں؟"

اسکے جانب قدرے جھکا وہ سنجیدگی سے پوچھ رہا تھا جبکہ آنکھوں میں شرارت ناچ رہی تھی۔

اگر کوئی سالک حیدر کو ایسے دیکھتا تو عش عش کر اٹھتا۔۔

"جی" بنا اسکی شرارت سمجھے اس نے جلدی سے سر ہلایا جس پر مسکراتے وہ جھک کر اسکے چہرے پر حیا کے کئی رنگ بکھیر گیا۔۔

"آپ" صدمے سے اسکا منہ کھلا۔۔

"آپ تو کہا کچھ بولوں اور آپ کے لئے میری زبان یہی ہے محبت کی زبان"

اسکی بات پر حورے کا چہرہ سرخ ہوا جبکہ اسکے چہرے پر جھکتا وہ ایک بار پھر سے اسے اپنی گرفت میں لے گیا تھا۔

اسکی سانسوں کو اپنی گرفت میں لیتے وہ مدہوش سا اسکے وجود کی نرمی کو محسوس کرتا اسے ایک بار پھر خود میں قید کر گیا۔۔

اسکے ہاتھوں پر اپنی گرفت مضبوط کرتے حورے نے اپنا چہرہ اسکی گردن میں چھپایا تھا۔۔

اسکے چہرے کو اوپر اٹھاتے وہ اسکے ہونٹوں کو چھوتا اسکے چہرے کے ایک ایک نقش کو اپنے لمس سے سلگاتے اسے خود میں گم کرتا دنیا بھلا گیا تھا۔۔

صبح کا اجالا جالی دار پردوں سے نکلتا کمرے میں بکھر تا صوفے پر سوئے التمش کو بری طرح ڈسٹرب کر گیا تھا۔

آنکھوں پر ہاتھ رکھ بمشکل آنکھیں کھولے اس نے گھڑی کو دیکھا اور پھر خود کو۔۔

جو صوفے پر آڑا ترچھا پڑا تھا۔

رات وہ کب یہاں سویا اسے بالکل بھی خبر نہیں ہوئی ہوش کی دنیا میں آتے اسے سب سے پہلا خیال مہر کا آیا تھا جو اندر کمرے میں بند تھی۔

گہرا سانس لیتے وہ اٹھ بیٹھا گھڑی صبح کے سات بجا رہی تھی۔۔

صوفے پر سونے سے جسم میں اٹھتا درد محسوس کر وہ اٹھ کر سائیڈ ٹیبل تک آیا اور دراز سے چابی نکال وہ اس کمرے میں کے سامنے آیا جہاں اندر مہر موجود تھی۔

چہرے پر مسکراہٹ سجائے لاک کھولتا وہ اندر داخل ہوا۔

پورا کمرہ اندھیرے میں ڈوبا ہوا تھا۔۔

دبیز پردوں سے آتی ہلکی روشنی کمرے میں جگہ بنانے کی ناممکن کوشش کررہی تھی۔

التمش نے ایک نظر بیڈ پر بے خبر سوئی مہر جو دیکھارات والے لباس میں وہ بیڈ پر بنا دوپٹے کے گہری نیند میں سوئی تھی تھی اسکے وجود کی رعنائیوں میں کھوتا وہ ہوش کی دنیا میں آیا۔

اپنی شرٹ اتار ایک طرف پھینکتے اس نے سب سے پہلے چینج کیا تھا۔

شرٹ لیس وہ سیدھا بیڈ پر آتے اسکے پہلو میں لیٹتے اسکا سر اپنے سینے پر رکھ اسے اپنے قریب کر گیا۔

نازک نرم و ملائم وجود نے اسکے جذبات کو بری طرح بھڑکا یا تھا جن پر بند باندھتے وہ اسکے ماتھے پر لب رکھتے سکون سے آنکھیں موند گیا۔۔

آنکھوں پر پڑتی سورج کی روشنی نے اسکی نیند میں خلل پیدا کیا تھا۔

مندی مندی آنکھیں کھول اس نے گھڑی کو دیکھا اور پھر اپنی باہوں میں سمٹی حورے کو۔۔

جو اسکی شرٹ میں موجود اسکے چہرے پر مسکراہٹ بکھر گئی۔

اسکی شدتوں سے اسکا چہرہ ابھی تک لال سرخ ہو رہا تھا۔۔

اس نے کبھی نہیں سوچا تھا کہ وہ موو آن کر سکے گا وہ شادی کرے گا اور اسکی زندگی میں کبھی روشن صبح طلوع ہو گی مگر آج وہ دن آیا تھا جب اسے اپنا آپ بڑا خوش قسمت لگا تھا اسکی پلکوں کو انگلی کی پوروں سے چھوتے وہ اپنے ہاتھ کی پشت سے اسکے گال سہلانے لگا۔

دل ایک بار پھر اسکی قربت کا تمنائی تھا مگر وہ پہلے ہی اسے رات اتنا تنگ کر چکا تھا کہ مزید اسے تنگ کرنا اسے اچھا نہیں لگا وہ نازک سے گڑیا اسکی تھی اور یہ احساس ہی اسکے دل میں سکون کا باعث بنا تھا۔

اپنے سینے پر رکھے اسکے سر کو تکیے پر منتقل کرتا وہ اسکے ماتھے کو لبوں سے چھوتے اس پر کمفرٹر ڈالتا بیڈ سے اٹھا اور الماری سے اپنے کپڑے لئے وہ واشروم میں بند ہوا تھا۔

وہ فریش ہو کر واپس آیا تو اپنے موبایل کا خیال آیا بیڈ پر بیٹھتے اس نے اپنا موبائل آن کیا ہی تھا جب پیچھے سے حورے نے اسکی ہشت پر سر ٹکاتے اسکے گرد اپنے نازک بانہوں کا حصار باندھا۔

چونک کر سالک نے حیرت سے اسے دیکھا اور پھر کھل کر مسکرا دیا۔

وہ نیند میں تھی اگر جاگ رہی ہو گی تو ایسی جسارت کبھی نا کرتی موبائل واپس سائیڈ کر رکھتے اس نے حورے کو آگے کر اسے مکمل اپنے حصار میں لیتے بیڈ کراؤن سے ٹیک لگالی۔۔

تبھی اسکا موبائل ایک بار پھر بجنا شروع ہوا تھا۔

وہ جانتا تھا کون اسے اتنے میسج کر رہا تھا اسے یہ قصہ بھی ختم کرنا تھا وہ بالکل نہین چاہتا تھا کہ حورے کسی بھی قسم کی بدگمانی کا شکار ہو۔۔

"حورے جان۔۔اٹھ جائیں ہمیں گھر کے لئے بھی نکلنا ہے" چہرے پر آئے بال کو پیچھے کرتا وہ نرمی سے اسکے گال سہلانے لگا۔

نم ہاتھوں کے لمس پر حورے نے سرخ ہوتی آنکھیں کھول ایک نظر سالک کو دیکھا اور پھر اسکے شرٹ لیس وجود کو اس سے لگی وہ بکھری سے حالت میں موجود تھی۔

لمحوں میں اسکے چہرے کا رنگ سرخ ہوا تھا۔

جس پر قہقہ لگاتے سالک نے اسے مزید خود میں بھینچا تھا۔۔

جاری ہے

#تصویر_من

#فروا_نور

#قسط_20

(عائشہ کا راز)

وہ گہری نیند میں تھی جب اسے اپنا دم گھٹتا محسوس ہوا تھا جیسے کسی نے کوئی بھاری بھرپور سامان اسکے اوپر لا کر رکھ دیا ہو۔

ایک جھٹکے سے آنکھیں کھولے اس نے خود پر رکھے بوجھ کو دیکھا تو اسکی آنکھیں حیرت سے پھٹی تھیں۔

التمش کو اپنے قریب وہ بھی بنا شرٹ کے دیکھ اسکا چہرہ مارے شرم کے لال ہوا تھا۔

جبکہ وہ اسکی حالت سے بے خبر اسے اپنے حصار میں گہری نیند میں تھا۔۔

پیشانی پر بل ڈالے مہر نے پوری قوت سے اسے خود سے دور کرنا چاہا مگر اس کوشش میں وہ مزید اسکے قریب ہوئی تھی۔

التمش کو ایک انچ بھی ہلانا اسکے نازک وجود کا کام نہیں تھا مگر وہ ہمت نہیں آرہی تھی اسے خود سے دور کرنے کی خاطر وہ مسلسل کوشش کر رہی تھی اور اسی کوشش میں اسکا پورا چہرہ سرخ ہو چکا تھا۔۔

جبکہ دوسری جانب وہ جو نیند سے جاگ چکا تھا مسکراہٹ چھپائے اسکی کوششوں کو دیکھ رہا تھا۔

"اففف اتنا وزنی انسان۔۔۔پتا نہیں کیا کھاتے ہیں کو ایک انچ بھی نہیں ہل رہے" گہرے گہرے سانس بھرتے وہ واپس سے اسکے ہاتھ پر سر رکھ گئی۔

ایک تو کل سے کچھ کھایا نہیں تھا اور سے صبح صبح اتنی مشقت کرلی تھی کہ وجود میں اب بالکل بھی جان نہیں بچی تھی۔

تھک کر اسکے ہاتھ پر سر رکھے اس نے زرا سا نظریں اٹھا کر التمش کو دیکھا***۔۔***

کھڑے نقوش گھنی داڑھی مونچھوں سے ڈھکے عنابی لب کھڑی ستواں ناک اور اس پر موجود وہ ننھا سا تل۔

مہر گل کے دل میں ایک بار پھر اسکی محبت نے انگڑائی لی تھی۔

یہ وہ شخص تھا پہلی ملاقات میں بھی اسکے دل کو اپنا اسیر کر گیا تھا۔

جس کے خواب اس نے جاگتی آنکھوں سے دیکھے تھے اور اب وہ ملا بھی تھا تو کیسے۔۔

وہ اسکے چہرے کو دیکھے گئی دل میں اسے چھونے کی خواہش نے شدت سے زور پکڑا تھا۔۔

وہ اس لمحے کے سحر میں جکڑی محبت میں لپٹی آہستہ سے اوپر ہوتی التمش کے ہونٹوں کر اپنے ہونٹ رکھتے آنکھیں موند گئی۔

اور یہ عمل کرتے اسکا دل اتنی زور سے دھڑکا تھا کہ جیسے ابھی سینے سے نکل کر باہر آجائے گا وہیں دوسری طرف التمش اسکے عمل سے گویا پتھر کا ہوا تھا۔

وہ اسکے لبوں کو نرمی سے چھوتی التمش خانزادہ کے ضبط کا امتحان لے رہی تھی۔

لمحوں کا کھیل تھا اسے محسوس کر وہ پیچھے ہوئی تھی اپنی ہی حرکت پر چہرہ حد سے زیادہ سرخ ہوا تھا۔

التمش کے لبوں پر لگی لپ اسٹک دیکھ اس نے خفت سے دانتوں تلے لب دبایا۔۔

اور آہستہ سے اپنا ہاتھ اسکے ہونٹوں کی جانب بڑھایا مگر تبھی وہ ہاتھ التمش کی گرفت میں آیا وہیں مہر کی جان لبوں پر آئی تھی۔

"کیا کر رہی ہیں مہر گل؟"

اسکا نازک ہاتھ اپنی مضبوط گرفت میں لئے وہ ہلکا سا آپ پر جھکا جو سختی سے آنکھیں بند کئے بے سدھ پڑی تھی جیسے نا جانے کتنی گہری نیند میں ہو۔

"مہر کیا آپ سو رہی ہیں" اسکے کان کے قریب ہونے لاتا وہ نرمی سے پوچھ رہا تھا جب اسکے کان پر التمش کے ہونٹوں کا لمس سے سلگا رہا تھا۔

مگر وہ ڈھیٹ بنی رہی۔

اپنے گالوں پر التمش کے ہونٹوں کا لمس اب ٹھوڑی سے ہوتا گردن پر محسوس کر بہت غیر محسوس طریقے سے مہر نے کروٹ بدل اسکے سینے میں۔ چہرہ چھپایا اور اسکی چالاکی پر التمش کا دل کیا قہقہ لگائے مگر اسے مزید تنگ کرنے کا اردہ ترک کرتا وہ اسکے گرد حصار باندھ اسے مزید اپنے قریب کرتا آنکھیں موند گیا۔۔

گاڑی سے ٹیک لگائے وہ حورے کے باہر آنے کا ویٹ کر رہا تھا ان دونوں کو گھر کے لئے واپس نکلنا تھا۔

اس سے پہلے وہ اسے آواز دیتا اسے وہ گھر سے باہر آتی نظر آئی۔

اسکے منگوائے گل اناری رنگ کے جارجٹ کا فراک پہنے جس پر ہلکا کام ہوا ہوا تھا بالوں کو کھلا چھوڑے اس نے دوپٹہ سر پر لیا ہوا تھا میک اپ سے پاک چہرہ۔۔

وہ اسکی چاہتوں کے رنگ میں ڈھلی اسکے خوشبوؤں میں نہائی سالک حیدر کو مبہوت سا کر گئی۔۔

بے اختیار اسکے لبوں سے ماشاءاللہ نکلا تھا۔۔

قریب آنے پر اس نے حورے کی جانب ہاتھ بڑھایا تو مسکراتے لبوں کے ساتھ اسکا ہاتھ تھام گئی۔

حلال محبت میں کتنی طاقت ہوتی ہے وہ اچھے سے سمجھ گئی تھی۔

اسکے لئے دروازہ کھولتے اس کے گاڑی میں بیٹھاتے وہ خود ڈرائیونگ سیٹ پر آکر بیٹھا تھا۔

اسکا ہاتھ تھامے گاڑی ڈرائیو کرتا وہ مسلسل گنگنا رہا تھا۔

حورے نے شکر ادا کیا تھا اور مسکراتے باہر کے نظارے دیکھنے لگی۔

چند گھنٹوں کی مسافت کے بعد وہ گھر کے باہر تھے۔

"چلیں" سالک کو کہتے وہ گاڑی سے اترنے لگی جب سالک نے اسکا بازو تھام اسے گاڑی سے باہر جانے سے روکا۔

حورے نے سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا۔

"کچھ کمی لگ رہی ہے حورے"

"کیا؟" دوپٹہ سر پر ٹکاتے اس نے حیرت بھری نظروں سے سالک کو دیکھا جو اسکے یوں دیکھنے پر دل کے ہاتھوں مجبور ہوتا اسکے ہونٹوں کو اپنی گرفت میں لے گیا۔۔

یوں گاڑی میں اس کی اس جسارت پر حورے کی آنکھیں مزید پھیلی وہیں اسکے نرم لبوں کو پوری شدت سے محسوس کرتا وہ پیچھے ہوتا اسکے بھیگے لبوں پر انگوٹھا پھیرتے مسکرایا۔

"اب لگ رہی ہیں نا میرے رنگ میں رنگیں" اسکے سرخ پڑتے ہونٹوں اور چہرے کو دیکھ معنی خیزی سے کہتاوہ گاڑی سے اترتے اسکی جانب آیا جو خفگی سے منہ پھلائے بیٹھی تھی۔

"کیا آپ چاہتی ہیں کہ آپ کو یہاں یہاں گاڑی میں مناؤ؟" قدرے جھک کر شرارت سے کہتاوہ حورے کو بوکھلا گیا۔۔

پھرتی سے گاڑی سے نکلتے وہ سالک کو قہقہ لگانے پر مجبور کر گئی۔۔

اسکاہاتھ مضبوطی سے تھامے وہ اندر بڑھالاونج میں قدم رکھا تو سب کو لاونج میں ہی موجود پایا۔

"اسلام و علیکم"

سب کو سلام کرتا وہ حورے کا ہاتھ تھامے آگے آیا تو سب سے پہلے زہرہ بیگم نے سلام کا جواب دیتے اسکے پہلو سے لگی حورے کو دیکھا جس سے آتی سالک حیدر کی خوشبو نے انہیں اندر تک مطمئن کیا تھا۔

ان کا بیٹا آگے بڑھ گیا تھا اس سے بڑی ان کے لیے کوئی خوشی نہیں تھیں وہیں دوسری جانب حورے کے چہرے پر سالک حیدر کی قربت کے رنگ دیکھ عائشہ کے سینے پر سانپ لوٹے تھے۔۔

"آجاؤ بچوں بیٹھو"

روبینہ بیگم کے کہنے پر وہ صوفے پر بیٹھتا دوسرے صوفے پر جاتی حورے کا ہاتھ تھام اسے اپنے اپنے ساتھ ہی بیٹھا گیا۔

جبکہ سب کے سامنے اسکی اس حرکت پر شرم سے حورے نے سر جھکایا۔۔

"عائشہ کو سالک اور حورے کے لئے چائے لے آؤ"

"نہیں تائی امی اس کی ضرورت نہیں ہے میں اور حورے کھاپی کے ہی آئے ہیں"

"ہمیں تو لگا تھا آپ ایک ہفتے سے پہلے واپس نہیں آنے والے سالک بھائی"

"ارادہ تو کچھ ایسا ہی تھا مگر کیا کہہ سکتے نیکسٹ ٹائم حورے کی پسند کی جگہ پر جائیں گے ہیں نا حورے "اسکے گرد مضبوط حصار باندھتا وہ اسے شرم سے لال کر گیا وہیں حورے کے لال چہرے کو دیکھ اور سالک حیدر کو دیکھ علشبہ حیران ہوئی تھی۔

"اوو گاڈ بھابھی آپ دو دن میں کیا جادو کر دیا ہے سالک بھائی پر دیکھیں کیسے اچھے سے نرمی سے بات کر رہے آپ سے"

"ماشاءاللہ نظر نا لگے میرے بچوں کو" آگے بڑھ کر حورے اور سالک کا ماتھا چومتے انہوں نے دل سے انہیں دعا دی۔

جبکہ زہرہ بیگم کے اتنے پیار بھرے انداز پر اسے اپنی ماں یاد آئی جن کے پیار کے کئے وہ ترستی ہی آئی تھی۔

"چلو جاؤ تم لوگ آرام کرو اب میں کھانے کے ٹائم بلوالونگی"

"اوکے چلیں حورے"

اپنی جگہ سے اٹھتے سالک نے اپنا ہاتھ حورے کی جانب بڑھایا جس دیکھ اس نے ایک بار باقی سب کو دیکھا شرم سے لال چہرہ لئے اس نے سالک کا ہاتھ تھاما جسے پکڑ وہ اسے اپنے ساتھ لئے اوپر کمرے کی طرف بڑھا تھا اور سالک حیدر کا حورے کے ساتھ یہ روپ دیکھ عائشہ کا دل کیا سب کچھ تہس نہس کر دے۔۔۔

اس اندھیرے کمرے میں وہ بلیک ہڈی پہنے بیٹھا جبکہ اسکے سامنے موجود شخص کی آنکھوں میں وحشت سی تھی وہ دونوں زمین پر پڑے اس انسان کو دیکھ رہے تھے جس کا وجود کہیں سے بھی زخموں سے خالی نہیں تھا وہ بیچارہ معافیاں مانگ مانگ کر تھک گیا تھا۔۔

مگر ان دونوں کو اس پر رحم نہیں آیا تھا۔۔

ایک تیز ٹھوکر اسے پیٹ میں مارتا وہ اس کمرے سے نکلتا روشنی میں آیا تو دوسرا وجود بھی اٹھ کر اسکے پیچھے آتے اپنی ہڈی اتار کر دور پھینک چکا تھا۔

"اس کو اسکے کئے کی سزا مل گئی اب تو بھابھی کو سزا دینا بند کر مہمند"

"سزا ضروری ہے جب تک لڑکیاں خاموش رہتی ہیں ان جیسے درندوں میں اتنی ہمت آتی ہے کہ وہ انہیں اپنی مرضی کے مطابق استعمال کر سکیں اور میں نہیں چاہتا کہ اوزے خود کو دوسرا مہرہ بننے دیں ان میں اتنی ہمت ہونی چاہیے کہ وہ مجھے بناڈرے بتائیں اور سامنے والے کو اسکی اوقات یاد دلا دیں۔۔"

"یار بھابھی ایسا کر چکی ہیں"

"کیا مطلب ؟"

مہمند نے چونک کر التمش کو دیکھا۔

اسکے دیکھنے پر التمش نے موبائل کی ریکارڈنگ اسکے سامنے کھول کر رکھ دی جس میں اسکی اور سہیل کی کال ریکارڈنگ تھی۔

جیسے جیسے وہ ریکارڈنگ سنتا جارہا تھا اس کے چہرے پر مسکراہٹ آرہی تھی.

"فائنلی تھوڑی بہاری دیکھائی"

اوزے کی باتیں سن دل پر جیسے ٹھنڈے پانی کے چھینٹے پڑے تھے۔۔

"تیری والی میں بہادری ہی نہیں اور میری والی میں کوٹ کوٹ کر بہادری بھری پڑی"

اسکی صبح والی جسارت یاد کرا التمش کے کب تبسم میں ڈھلے۔۔

"بہنوئی صاحب کہاں ہیں ہمارے ؟ء"

"آج تو وہ گھر واپس آیا ہو گا میری بات نہیں ہوئی اس سے اسکا موبائل بند تھا۔۔

"چلو پھر ہم یہاں کیوں بیٹھے خوار ہو رہے ہیں اپنی اپنی بیویوں کو اپنا بوتھا دیکھاتے ہیں ویسے بھی اس بہادری پر انعام تو بنتا ہے اوزے کا"

نظروں میں اسکا نازک سراپا لئے وہ التمش کے ساتھ باہر کی جانب بڑھا تھا۔۔

مسلسل بجتے موبائل نے اسکی نیند میں خلل ڈالا۔۔

اس نے ایک نظر اپنے سینے سے لگی بکھری بکھری سے گہری نیند سوئے حورے کو دیکھا اور پھر موبائل کو۔۔

ہاتھ بڑھا کر موبائل اٹھا کر نمبر دیکھ اس نے فوراً سے کال ریسیو کی تھی۔۔

"ہیلو؟"

اسکے ہیلو کے جواب میں جو کچھ سننے کو ملا اسے سن سالک نے سختی سے اپنے لب بھینچے تھے۔

"اوکے میں دیکھ لوں گا"

اسے جواب دیتے وہ کال بند کرتے موبایل سائیڈ پر رکھ گیا۔

چہرے پر چٹانوں کی سی سختی در آئی تھی۔

حورے کو تکیے پر منتقل کرتے اسکے ماتھے پر بوسہ دیتے اس نے حورے پر کمفرٹر درست کیا اور زمین پر پڑی اپنی شرٹ اٹھا کر پہنتا وہ بیڈ سے اٹھ کر بالکونی میں آگیا۔۔

اسکے اندر ایک آگ لگی تھی۔

اس نے لان میں ٹہلتی عائشہ کو دیکھا جو شاید کسی کی منتظر تھی۔۔

"میں تم سے پیار کرتی ہوں سالک"

"تم مجھے دے ہی کیا سکتے ہو سالک حیدر؟"

ماضی میں کہے گئے الفاظ اسکے کانوں میں گونجنے لگے تھے نفرت سے سامنے کھڑی عائشہ کو دیکھ وہ کمرے سے نکلتا باہر کی جانب بڑھا تھا۔۔

فلحال وہ اس گھر سے دور جانا چاہتا تھا مگر اس سے پہلے وہ دروازے کی جانب بڑھتا عائشہ اسکے سامنے آئی تھی۔

"کہاں جا رہے ہو سالک؟"

"سامنے سے ہٹو میرے" سختی سے اپنے جبڑے بھینچے وہ بہت تحمل کا مظاہرہ کر رہا تھا۔

"نہیں ہٹوں گی مجھے بات کرنی ہے تم سے"

سالک کے ایک نظر اسے دیکھا اور پھر سر ہلاتے ایک طرف بڑھا اسکے ماننے پر وہ خوشی سے پاگل ہوتے اس کے پیچھے لان کے آخری حصے میں آئی تھی جہاں وہ کھڑا اسکا منتظر تھا۔

"سالک"

وہ اسکے قریب ہوئی مگر ہاتھ بڑھاتے وہ اسے روک گیا۔۔

"سالک کیوں کر رہے ہو ایسا میں بھی جانتی ہوں تم اس شادی سے خوش نہیں ہو"

"ویٹ تم سے کس نے کہا میں خوش نہیں ہوں؟"

اسکے ماتھے پر پڑے بل دیکھ عائشہ کا حلق خشک ہوا تھا۔۔

"سالک پلیز جو ہوا میں مانتی ہوں میری غلطی تھی مگر میں یہ غلطی سدھارنا چاہتی ہوں پلیز مجھے ایک موقع دے دو۔۔۔تم حورے کو طلاق"

"عائشہ"

وہ اتنی زور سے چیخا تھا کہ عائشہ خوفزدہ ہوئی تھی۔

"آج کے بعد اپنے منہ سے یہ بات مت نکالنا ورنہ مجھ سے برا کوئی نہیں ہو گا سالک حیدر حورے کا ہے اور اسی کا رہے گا سمجھ آئی تمھیں"

اسے کہتا وہ لمبے لمبے ڈاگ بھرتا گھر سے ہی باہر نکل گیا جبکہ مارے ہتک کے عائشہ کا چہرہ سرخ ہوا تھا۔۔

عیش ڈرائیو کرتے وہ ایک جگہ آ کر رکا۔۔

غصے سے اسکے دماغ کی رگیں تن سی گئی تھیں۔

عائشہ کی باتوں نے اسکا دماغ گھما کر رکھ دیا تھا اسے دھوکہ دینے کے بعد بھی وہ اتنی ہمت رکھتی تھی کہ اس کے سامنے یہ بکواس کر سکے۔۔

وہ دونوں ایک ایک ساتھ ایک ہی کالج اور یونیورسٹی میں پڑھتے آئے تھے سالک اپنے تایا کے سہارے پر تھا اور عائشہ اس کے لئے پیسہ سب کچھ تھا۔

وہ اسکے گھر آتی تھی مگر وہ یہ نہیں جانتا تھا کہ وہ اسکے گھر فراز کے لئے آتی ہے۔

فراز عائشہ کو پسند کرنے لگا اسکے تایا نے اس سے چھین کر فراز کو عائشہ دے دی مگر قصور یک طرفہ نہیں تھا۔

"تم کیسے یہ شادی ایسا مت کرو عائشہ" اسکے آگے گڑ گڑایا۔۔

"میں اپنے مستقبل کا سوچ رہی ہوں سالک تم مجھے کچھ نہیں دے سکتے محبت کے سوا بھی اور ضروریات ہوتی ہیں میں فراز سے منگنی کر رہی ہوں پلیز مجھے بھول جانا مجھے تم سے محبت نہیں ہے"

"عائشہ"

"پلیز سالک تمہارے پاس آخر ہے ہی کیا؟ ایک ناکام انسان ہو تم جو اپنے تایا کے ٹکڑوں پر پل رہا ہے میرے ماں باپ کبھی تمہارے لئے نہیں مانیں گے پلیز آئندہ مجھ سے رابطہ کرنے کی کوشش مت کرنا"

اپنی بات کہتے وہ اسکی زندگی سے چلے گئی اور سالک وہ خالی ہاتھ رہ گیا باپ کو کھو دینے کے بعد پہلی بار اسے اپنے یتیم ہونے پر درد ہوا تھا اسکے تایا نے اسے باہر بھیج دیا تا کہ وہ ان کے بیٹے کی زندگی سے دور ہو جائے وہ اپنے بچوں کی خوشیوں کے لئے کچھ بھی کر سکتے تھے۔۔

اور سالک حیدر اس نے اس دن کے بعد پیچھے مڑ کر نہیں دیکھا تھا وہ پہلے سے زیادہ مضبوط زمہ دار بن کر ابھرا تھا اور اب سے اسے بس اپنے حال اور مستقبل کے بارے میں سوچنا تھا۔۔

جاری ہے

#تصویر_من

#فروا_نور

#قسط_21

رات گئے وہ گھر میں داخل ہوا تو پورا گھر سناٹوں کی زد میں تھا سبھی لوگ گہری نیند میں گم تھے۔۔

اپنے بالوں میں ہاتھ پھیرتا وہ خود کو پر سکون کرتا سیڑھیاں چڑھتے اپنے کمرے میں آیا اور جیسے ہی اس نے کمرے میں قدم رکھا مگر بیڈ کے وسط میں بیٹھی حورے کو دیکھ ساری کڑواہٹ لمحوں میں ختم ہوئی تھی۔

"حورے آپ جاگ رہی ہیں؟"

اپنی گھڑی اتار کر ڈریسنگ پر رکھتے وہ اسکے پاس آیا جو منہ بسورے اسے دیکھ رہی تھی۔

"کیاہوا جانم"

اسکے چہرے پر بکھرے بالوں کو سمیٹتے سالک نے اسے دیکھا جو اسکے شرٹ اور ٹراؤزر میں چھوٹی سی گڑیا لگ رہی تھی۔

"میرے کپڑے کیوں پہنے ہیں؟"

"مجھے میرے کپڑے چبھ رہے تھے اس لئے پہن لئے"اس کے انداز پر بے اختیار مسکراتا اسکا ماتھا چوم گیا۔۔

"حیدر"اسکے بازو میں ہاتھ ڈالے اسکے کندھے پر سر رکھ اس نے منہ بسور کر اسے پکارا۔۔

"جی جانم"

اسکے ماتھے پر لب رکھتے سالک نے اسکا ہاتھ تھاما۔

"مجھے بھوک لگ رہی ہے"

کندھے پر سے سر ہٹاتے اس نے سالک کو دیکھا۔

"کیا کھانا ہے بتائیں؟"

"آپ خود بنائیں گے؟"

اس کے حیرت سے پوچھنے پر وہ سر ہلا گیا۔

"کچھ بھی کھلا دیں بہت بھوک لگ رہی"

نچلا ہونٹ باہر نکالتے وہ اسکے سامنے چھوٹی سی بچی بن گئی تھی سالک کو بے اختیار اسکے انداز پر ہنسی آئی جھک کر اسکا نچلا ہونٹ لبوں سے چھوتا وہ اسے بوکھلا گیا۔

"حیدر آپ"

"کیا ہوا چھوٹی حورے کہاں گئی؟"

"بھئی"

"اچھا چلیں بنا کر کھلاتا ہوں کچھ آپ کو" اسکو بانہوں میں بھرے وہ بیڈ سے اٹھا تو حورے بری طرح سٹپٹائی۔۔

"حیدر پلیز مجھے نیچے اتار دیں"

اسے بانہوں میں بھرے وہ بنا اسکی باتوں پر دھیان دیئے سیدھا کچن میں آیا اور شیلف پر بیٹھاتے اسکے ماتھے کو لبوں سے چھوا۔

"آپ بیٹھیں یہاں میں بناتا ہوں کچھ آپ کے لئے"

اسکی ٹھوڑی پکڑ کر کہتے وہ فریج سے سامان نکالنے لگا۔۔

جبکہ وہ شیلف پر بیٹھی پیر ہلاتے اسے کام کرتے دیکھ رہی تھی۔

اس شخص کے آنے سے کتنا بدل گئی تھی وہ۔۔

اسے اپنے اندر آیا یہ اعتماد بہت اچھا لگ رہا تھا۔

"یہ لیں" اسٹوبیری اسکے منہ میں ڈالتے اب وہ خود سبزیاں فرائے کر رہا تھا۔

"کیا بنا رہے ہیں" اسکے کندھے پر چہرہ ٹکائے وہ اس نے باؤل سے اسٹوبیری اٹھا کر سالک کو کھلائی۔۔

"آپ کے لئے پاستہ"

"حیدر آپ پاستہ ہی بنائیں گے نا؟"

دانتوں تلے لب دبا کر کہتی وہ شرارت سے بولی تو اسکی شرارت سمجھتے سالک نے اسٹوبیری اسکے ہونٹوں پر رکھ جھک کر آدھی خود کھالی.

اسکے اس بے باکی کے مظاہرے پر حورے نے خفت سے سرخ پڑتے اسکے کندھے پر ہاتھ مارا جس پر وہ قہقہ لگا کر ہنس پڑا۔۔

جبکہ دروازے کے باہر کھڑی عائشہ نے ہاتھ میں پکڑے جگ پر اپنی گرفت مضبوط کر حورے کو دیکھا جو سالک کے کپڑوں میں اسی کے رنگ میں رنگی ہوئی تھی۔

"سالک مجھے لگتا ہے تمہیں مجھ سے زیادہ اپنے کپڑوں سے محبت ہے"

"مجھے اپنے کپڑوں کی شئیرنگ نہیں پسند میں کیا کروں؟"

کندھے آچکا کر کہتے وہ واپس اپنے کام میں مصروفِ ہوا تھا۔

وہ اب کتنا بدل گیا تھا۔

عائشہ نے ایک بار پھر ان دونوں کو دیکھا۔

حورے سبزیاں فرائے کررہی تھی جبکہ سالک اسے پیچھے سے اپنے حصار میں لئے اسکے ساتھ کوکنگ کررہا تھا گاہے بس گاہے وہ اسکے گال پر لب رکھتا تو کبھی گردن پر۔۔

کتنا مکمل منظر تھا عائشہ کے وجود میں بھابھڑ سے جلنے لگے تھے۔

بنا پانی لئے وہاں سے ہٹ گئی۔۔

جبکہ اسکے لئے ٹرے سیٹ کرتا وہ اسے اسکا ہاتھ تھام اوپر واپس سے کمرے میں آیا تھا جہاں اب ان دونوں کی کھلکھلاہٹیں تھیں۔

وہ اپارٹمنٹ میں داخل ہوا تو حیرت انگیز طور پر مہر لاونج میں موجود ٹی وی دیکھنے میں مصروف تھی۔

"آ گئے آپ؟"

چہرے پر مسکراہٹ سجائے وہ ریموٹ سائیڈ کر رکھتی اٹھ کر اس کے لئے پانی نکالنے لگی۔

التمش نے آئی برو آچکا کر اسکا یہ نیا روپ دیکھا۔

ء کیا کھچڑی پک رہی ہے میڈم آپ کے دماغ میں؟"

اسکے پیچھے سے آ کر ٹیبل پر دونوں طرف ہاتھ رکھتے وہ اسکے فرار کی راہیں مفقود کر گیا۔۔

"کون سی کھچڑی آج کھانے میں پلاؤ بنایا ہے کھچڑی نہیں"

اسکی طرف رخ کر گلاس اسکے سامنے کرتی وہ قدم قدم پر اسے حیران کر رہی تھی مگر سامنے بھی التمش خانزادہ تھا جو اڑتی چڑیا کے پر گن لیتا تھا۔

"اچھا واقعی مگر میں تو آج کھانا کھا کر آیا ہوں"

التمش کی بات پر مہر کے چہرے کا رنگ بدلہ تھا

"کھا کر بھی آئے ہیں تو کیا ہوا کیا میرے ہاتھ کا بنا نہیں کھائیں گے کھانا؟"

مصنوعی لگاوٹ سے کہتے وہ اتنی پیاری لگ رہی تھی کہ التمش کا دل کر رہا تھا ابھی ہامی بھر لے

"میں کھالیتا مہر مگر میری روایت مجھے روک رہی"

"کیسی روایت ؟"

"شوہر بیوی کا کھانا تبھی کھاتا ہے جب اسکی بیوی اسے شوہر تسلیم کر لیتی ہے"

اس نے اپنا پتا پھینکا جس پر دانے کچکچاتے مہر نے اسے دیکھا

"کیا آپ مجھے اپنا شوہر تسلیم کر رہی ہیں بیوی ؟"

اسکے جانب جھکتا وہ اس انداز سے پوچھ رہا تھا کہ مارے شرم کے مہر کا چہرہ سرخ ہوا تھا۔

"آپ کے خاندان کی رسومات آپ کی طرح فضول ہیں ہٹیں پیچھے"

"ارے ایسے کیسے ابھی تو کھانا کھایا ہی نہیں"

"ہاں کیونکہ اسکے بدلے آپ نے میر دماغ کھالیا ہے اور اتنا کچھ کر کے معصوم بننے کی بھی ضرورت نہیں آپ کو التمش"

التمش نے مسکراتی نظروں سے اسکے اس خفا خفا روپ کو دیکھا اور پھر جھک کر اسکے سرخ گالوں کو اپنے لمس سے دہکایا۔۔۔

"یہ کیا بدتمیزی؟"

اس سے پہلے وہ کچھ کہتی وہ اسکے لبوں پر قفل لگا گیا۔۔

مہر کی حیرت سے آنکھیں پھٹی تھی مگر وہ مدہوش سا اس پر جھکا اگلے پچھلے سارے حساب بے باک کر رہا تھا۔

اپنی من مانی کرتے وہ پیچھے ہوا وہیں بے ترتیب سانسوں کو سنبھالتے اس نے کئی مکے التمش کے سینے پر پر برسائے۔۔

آنسو تواتر سے اسکے گال بھگونے لگے اسے روتا دیکھ التمش گھبر ایا تھا

"مہر کیا ہوا ہے کیوں رو رہی ہیں؟"

بنا اسکی بات کا جواب دیئے وہ بس روئے جا رہی تھی اور اسکا ایک ایک قانون التمش کو تکلیف میں مبتلا کر رہا تھا۔

"کب چھوڑیں گے آپ مجھے ہو گیا نا آپ کا بدلہ پورا میرے بابا سے"

اسکی بات پر التمش کا دل دھک سے رہ گیا۔۔

وہ کیا سوچ بیٹھی تھی۔

"مہر"

"پلیز مجھ سے دور رہیں"

"مہر" اسکا بازو تھام التمش نے اسے اپنی جانب کھینچا

"ادھر دیکھیں آپ کو میرے کس عمل سے لگا کہ میں کو اپنے بدلے کے لئے استعمال کر رہا ہوں"

اسکے لفظوں نے التمش کا دل چیر کر رکھ دیا تھا۔

"آپ کا کون کون سا عمل گنواؤں التمش۔۔۔؟ یہ زبردستی کا نکاح زبردستی کی رخصتی".

وہ رو رہی تھی بے تحاشہ

"اففف اگر دشمنی کے لئے نکاح کیا ہوتا تو بخدا آپ کو پلٹ کر بھی نا دیکھتا۔۔۔ آپ سے نکاح کا فیصلہ سراسر محبت میں لیا گیا تھا جو کچھ حورے کے ساتھ ہوا اسکے بعد ہم آپ کے لئے رسک نہیں لے سکتے تھے آپ کو برا لگے گا مگر شجاع احمد اپنے مفاد کے لئے کسی بھی حد تک جا سکتے تھے وہ آپ کو مجھ سے دور کر دیتے اس لیے قمروز احمد کے کہنے پر ہی یہ نکاح اس طرح ہوا تھا"

"حورے سے کیا تعلق کیا واقعی حورے؟"

رونا بھولے وہ اسکی شکل دیکھنے لگی جس کے چہرے پر قرب ابھرا تھا۔

"بہن ہے وہ میری وہ بہن جسے پیدا ہوتے ہی تمہارے بابا"

وہ بولتے بولتے رک گیا۔۔

"کیا حورے یہ بات جانتی ہے؟"

"تمہیں میری بات پر یقین ہے؟"

التمش کے لئے اس کے الفاظ جھٹکا ہی تو تھے۔

"میں اپنے بابا کو آپ سے اچھا جانتی ہوں التمش۔۔۔"

"حورے اس بارے میں کچھ نہیں جانتی"

"یااللہ التمش اگر حورے کو یہ بات پتا چلی تو وہ بری طرح سے ٹوٹ کر بکھر جائے گی یہ جھٹکا اسے توڑ کر رکھ دے گا۔۔۔"

"جانتا ہوں لیکن اب وہ اکیلی نہین ہے اسکے ساتھ سالک ہے وہ اسے سنبھال سکتا ہے"

"میرے بابا کیوں ایسے نکلے التمش؟"

"پلیز مہر ڈونٹ کرائے" اسے اپنے ساتھ لگائے وہ اتنا ہی کہہ سکا اسکا درد بڑا تھا۔۔

وہ بالکونی میں بیٹھی ڈوبتے سورج کا یہ حسین منظر دیکھ رہی تھی خوبصورت چہرے کر اداسی کا راج تھا۔۔

مہمند کی ناراضگی نے اسے کملا کر رکھ دیا تھا اوپر سے اکیلا پن وہ ہر طرف سے ماری گئی تھی۔

اپنے گھر والوں سے وہ چاہ کر بھی بات نہیں کر سکی اور ثوبیہ بیگم سے بات مہمند کی موجودگی میں ہی ہوتی تھی۔۔

دل برا ہوا تو وہ اٹھ کر ریلنگ کے پاس آکر کھڑی ہو گئی اور باہر کا منظر دیکھنے لگی۔

جو بے حد خوبصورت اور مکمل تھا۔۔

"کیا دیکھ رہی ہیں"

مہمند کی سرگوشی اور اپنے گرد اسکا حصار محسوس کر وہ چونکی۔

وہ کب آیا تھا اسے بالکل بھی احساس نہیں ہوا۔۔

"آپ کب آئے مہمند"

"جب آپ خیالوں میں گم تھیں"

اسکی گردن کو چھوتے وہ اسے ساکت کر گیا۔۔

اسکے انداز بدلے بدلے تھے اوزے دل دل تیزی سے دھڑکا۔۔۔۔

"مہمند "ایک جھٹکے سے اسکی جانب رکھ کر اس نے حیرت میں ڈوبی آواز میں اسے پکارا اور اسکی حیرانگی سمجھتے مہمند نے دانتوں تلے لب دبایا۔۔

"آپ نے مجھے معاف؟"

آنکھیں آنسوؤں سے لبریز ہوئی۔

"اوزے رونا نہیں ہے ورنہ میں ناراض "اوزے ایک جھٹکے سے اسکے گلے لگی کہ مہمند کی اگلی بات منہ میں ہی رہ گئی۔۔

"تھینک یو سوچ مجھے معاف کرنے کے لئے" اسکے سینے سے لگی وہ بے آواز آنسو بہائے جا رہی تھی جب بنا اسکے رونے کی پرواہ کئے مہمند نے اسے بازوؤں میں بھرا اور روم میں لاتے بیڈ پر لٹایا جو اسکی گردن کے گرد گرفت مضبوط کئے اس سے دور ہٹنے سے انکاری تھی۔

"ارے بابا"

"نہیں مجھے یہ سب خواب لگ رہا میں آنکھیں کھولوں گی سب ختم ہو جائے گا"

"جاناں کچھ ختم نہیں ہو گا کیونکہ اب سب ٹھیک ہو گیا ہے"

اسکے بالوں پر لب رکھتے وہ محبت سے کہتا اسکا سر تکیے پر منتقل کر اسکے پاس ہی بیٹھ گیا جبکہ اوزے نے اسکے گرد اپنا حصار باندھ اسے دور ہونے سے روکا۔۔

"ناراضگی کے بعد اتنی محبت ملتی ہے تو روز ناراض کونسا ہونا پڑے گا"

"نہیں پلیز"

اسکی جانب چہرہ کرتے وہ فوراً سے گھبر اا ٹھی۔۔

"مجھے اچھالگا جس طرح آپ نے سہیل خان کو جواب دیا مجھے بہادر لڑکیاں اچھی لگتی ہیں اور دیکھئے گا میری بیٹی کتنی بہادر ہو گی۔۔۔"

"بیٹی؟اس نے حیرت سے مہمند کو دیکھا جو آنکھوں میں شرارت لئے اسے دیکھتا اسکے چہرے پر جھکا اپنے استحقاق کے رنگ اسکے چہرے پر بکھر تا چلا گیا۔۔

اوزے نے سختی سے آنکھیں بند کرے اسے جیسے اجازت دی تھی اور اجازت ملتے ہی اس پر کسی ابر کی طرح چھاتے آگے بڑھ کر لائٹس آف کر گیا۔

اپنے چہرے اور گردن پر مہمند کا لمس محسوس کرتے وہ اسکے بانہوں میں پگھلتی جا رہی تھی۔۔

"آئی لو یو" اسکی کنپٹی پر اپنے سلگتے لب رکھتے وہ اسے خود میں قید کر رہا تھا اسکی گرفت پر اوزے مزید اس میں سمٹی تھی۔۔

اسکے ایک ایک نقش کو اپنے دہکتے لبوں سے سیراب کرتا وہ اسکی مخروطی انگلیوں میں اپنی انگلیاں الجھاتے تکیے سے لگاتا اس پر حاوی ہوتا اسے دنیا بھلا گیا تھا اور اسکے بانہوں کے حصار میں قید لمحہ لمحہ پگھلتی وہ خود کو اس کے حوالے کر گئی

بڑا سرور سا تھا اس رفاقت کے لمحات میں کہ وہ خود کو بھول گئی تھی۔۔۔۔

زندگی روٹین پر آگئی تھی سالک کی ہمراہی میں گزرے کے یہ دن اسے کسی خواب کی مانند لگتے تھے دل اس شخص کو دیکھ کر ہی دھڑک اٹھتا تھا۔

اب بھی وہ بیڈ پر بیٹھی اس کی پرانی تصاویر دیکھ رہی تھی زہرہ بیگم اسکے ساتھ تھیں مگر کچھ ہی دیر پہلے وہ کسی کام سے باہر گئی تھیں اب وہ بہت انہماک سے ان تصاویر کو دیکھتی اور پھر سالک کے دلائے گئے موبائل پر تصویر کھینچتی اسے سینڈ کرتی جاتی۔۔

ساتھ کوئی نا کوئی فنی ایموجی ساتھ ہوتا۔

جسے دیکھ سالک کے چہرے پر مسکراہٹ آجاتی۔

"کتنے گندے بچے ہیں آپ"

سالک کی ایک بچپن کی تصویر اسے سینڈ کی جس میں وہ مٹی میں کھیل رہا تھا اور ساتھ میسج ٹائپ کر کے سینڈ کر وہ دوسری تصاویر دیکھنے لگی جب موبائل کی آواز پر اس نے۔موبائل اٹھا کر میسج دیکھا

جسے پڑھ وہ کانوں تک سرخ پڑی تھی۔

"آپ ہمارے بیٹے کو ایسے نہیں کھیلنے دینا"

سالک کے ایک میسج پر اس کی بولتی بند ہوئی وہیں دل تیزی سے دھڑکا تھا۔۔

"کیا کر رہی ہو حورے؟"

عائشہ کمرے میں داخل ہوئی تو وہ سنبھل کر بیٹھ گئی۔

"کچھ نہیں بھابی بس ان کی پکس دیکھ رہی تھی"

"ہم کیوٹ تھا نا سالک بچپن میں"

حسرت سے ان تصویروں کو دیکھ اس نے حورے سے پوچھا کو اثبات میں سر ہلا گئی۔

"بہت پیار کرتا ہے نا تم سے سالک؟"

"جی" اسکے ذکر پر ہی چہرے پر رونق سی آئی تھی۔

"ویسے حورے جب سے تم آئی ہو اپنے گھر ملنے نہیں گئیں کیا کوئی ناراضگی ہے؟"

اسکی بات پر حورے کے چہرے پر بکھری مسکراہٹ سمٹی تھی۔

"نہیں ایسا تو کچھ نہیں ہے"

"اوا چھا دراصل تمہاری امی کی کال آئی تھی تمہیں بہت مس کر رہی ہیں تم ایسا کیوں نہیں کر تیں کہ ان سے ملنے چلی جاؤ"

"لیکن میں ابھی تو یہ بھی نہیں ان کی میٹنگ کا ٹائم ہے کال بھی ریسو نہیں کرینگے".

"ارے تو چچی سے پوچھ کر چلی جاؤ میں ڈرائیور سے بول دیتی ہوں"

عائشہ کے اصرار پر وہ تیار ہوتے زہرہ بیگم سے اجازت لیتی۔اپنے گھر کے لئے نکلی تھی۔

دل میں ایک ڈر بھی تھا کہ وہ لوگ قبول کریں گے بھی یا نہیں جو اس نے کیا تھا وہ ان سے معافی مانگنا چاہتی تھی۔

ڈرائیور کو بھیج وہ گھر میں داخل ہی ہوئی تھی گھر میں سناٹا چھایا ہوا تھا۔

نیچے کا پورشن خالی تھا کچھ سوچتے اس نے اوپر قدم بڑھائے اوپر اسٹڈی کے سامنے رکی تبھی اسکا موبائل رنگ ہوا تھا نمبر دیکھ اس نے فون اٹھا کر کان سے لگایا تھا مگر اندر سے آتی آواز پر وہ ٹھہری تھی۔۔

#تصویر_من

#فروا_نور

#قسط_22

سیکنڈ لاسٹ

"کیا ہو گیا ہے آپ کو کیوں اس طرح کر رہے ہیں"

"پاگل ہو گیا ہوں میں سب برباد ہو گیا ہے ثمرہ سب برباد ہو گیا ہے میرے ہاتھ خالی ہیں"

"آخر شجاع بھائی نے کہا کیا ہے؟"

"بھائی؟ بھائی نہیں ہے وہ ناگ ہے وہ ایسا ناگ جس کے ڈسے کا کوئی علاج نہیں ہوتا پہلے اس نے سراج کو اپنے قابو میں کیا اسے نشے کا عادی بنایا تا کہ ہمارا وہ سوتیلا بھائی جائید اد میں حصہ دار نا بنے التمش کو اور عذرہ کو راستے سے ہٹایا۔"

"اس سب میں تو آپ بھی شامل تھے نا تو مسئلہ کیا ہے؟"

"مسئلہ حورے ہے"

"کیا مطلب حورے کا کیا مسئلہ ہو گیا اب"

"حورے کو سچائی بتانے والا ہے وہ اگر حورے کو سچائی بتا چلی تو جو جائداد ہم نے اسکے نام پر حاصل کی ہے وہ چھن جائے گی ثمرہ"

شجاع احمد اور قمروز احمد نے اپنے سارے کالے دھندوں میں حورے کا نام شامل رکھا تھا ساری الیگل پراپرٹی کی خرید و فروخت وہ حورے کے نام سے کرتے تھے اسی لئے ایک بڑا حصہ حورے کے نام پر تھا جس سے وہ خود بھی انجان تھی۔

"اگر حورے کو سچ پتا چل گیا تو اسکے بھائی اسے بچا لینگے ثمرہ مگر اسکے باپ ہونے کی حیثیت سے میں پکڑا جاؤں گا"

"کیوں پکڑے جائیں گے آپ بتا دینا سب کو سچ کے وہ آپ کی بیٹی نہیں ہے بلکہ بھائی صاحب نے عذرہ سے بدلہ لینے کے لئے اسے اغوا کر ہماری جھولی میں ڈالا تھا۔۔

کمرے کے باہر کھڑی حورے پر ایک ایک کر ساتوں آسمان گرے تھے۔۔

"بول دیجیئے گا وہ ہمارا خون نہیں ہے وہ تو علی یار خانزادہ کا خون ہے مہمند خانزادہ اور التمش خانزادہ کی بہن ہے وہ اسکا ہم سے کوئی تعلق نہیں اور آپ اسکے اغوا کا بھی تو بتا سکتے ہیں"

"تم پاگل ہو گئی ہو ثمرہ ہم پر کیس ہو سکتا ہے اتنے سال سے کیوں نہیں بتایا بہت برا پھسایا ہے ہمیں بھائی صاحب نے"

"میں تو شروع سے کہتی تھی جو اپنے باپ کا نا ہو سکا وہ بھائی کا کیا ہو گا سوچیں کچھ قمروز کوئی تدبیر کریں ورنہ ہم تو سڑک پر آجائیں گے"

"کیا سوچوں سوچ کر ہی تو التمش اور مہر کا نکاح کروایا تھا مجھے نہیں پتا تھا وہ کم بخت حورے کے بارے میں سچ جانتا ہے وہ دونوں بھائی حورے سے ملے بغیر اتنی محبت کرتے ہیں اگر حورے انہیں مل گئی تو نا جانے کیا کرینگے"

"کیوں نا حورے کو اغوا کروالیں۔۔۔سانپ بھی مر جائے گا لاٹھی بھی نہیں ٹوٹے گی"

ثمرہ بیگم نے سفاکیت سے ایسا مشورہ دیا جسے سن وہ پوری پتھرا گئی تھی۔

یہ وہ عورت تھی جس سے حورے نے بے لوث محبت کی تھی بنا کسی غرض کے اور۔۔

آنسوؤں کا ایک گولا گلے میں اٹکا وہیں پورا وجود سرد ہوا تھا۔

بنا کوئی آہٹ پیدا کئے وہ شکستہ قدموں سے پیچھے ہوتی جا رہی تھی اسکے عارضوں پر آنسوؤں کی بارش ہو رہی تھی۔۔

بنا وہاں مزید رکے وہ روتے سے وہاں سے نکلتی چلے گئی۔۔۔

مہر کو اپنی بانہوں کے حصار میں لئے وہ اسکے ماتھے پر لب رکھتے پیچھے ہوا تھا۔

اسکا سر تکیے پر رکھ وہ بیڈ سے اٹھا مگر تبھی اسکا ہاتھ مہر کے ہاتھوں کی نازک گرفت میں آیا۔

"مجھے چھوڑ کر مت جائیں التمش" اسکا ہاتھ تھامے وہ اس سے التجا کرتی التمش خانزادہ کو بے بس کر گئی تھی۔

اسکا ہاتھ اپنے ہاتھ سے ہٹاتے وہ اپنی شرٹ اتارتا اسکے پہلو میں دراز ہوتا جھک کر اسکے لبوں پر جھک گیا۔۔

وہ اس پر جھکا مکمل اسے سرخ کر گیا تھا۔

"میرا یہ مطلب"

"لیکن میرا یہی مطلب تھا اب آپ سے مزید دوری مجھے برداشت نہیں ہے" اسکے چہرے پر بکھرے بالوں کو سمیٹتے وہ جھک کر اس کے ماتھے پر بل رکھتے اسکی آنکھوں چومتا اسکے ایک ایک نقش کو اپنے شدت بھرے لمس سے مہکاتے اسکی انگلیوں میں اپنی انگلیاں الجھا کر تکیے سے لگاتے اسکی گردن پر جھکا اور اپنی چاہت کے رنگ اس پر بکھیرتے چلا گیا تھا۔

مہر کے لئے سانس لینا مشکل ہو رہا تھا مگر وہ اسکے ہونٹوں پر مہر لگاتے اسکی سانسوں پر حکمرانی کرنے لگا تھا۔

اسکے بکھرے بالوں میں نرمی سے انگلیاں چلاتے وہ رفتہ رفتہ اسکی سانسوں کا جام پیتے اسکی سانسیں بکھرنے کا باعث بنا تھا۔

شرم سے گلال چہرہ لئے اس نے چہرہ موڑا تو اسکی گردن پر جھکتے وہ اسکے اوسان خطا کر گیا۔۔

اسکی چاہتوں کے رنگ میں رنگی مہر اس کی قربت میں مچلتی دنیا بھول گئی تھی۔۔

"امی حورے کہاں ہے؟"

وہ رش ڈرائیو کرتا یہاں پہنچا تھا لاونج میں بیٹھی زہرہ بیگم نے حیرت سے اسے دیکھا۔

"بیٹا وہ اپنے میکے گئی ہے کافی دیر ہو گئی اب تو آتی ہی ہو گی"

"وہ ابھی تک واپس نہیں آئیں؟"

"نہیں مگر ہوا کیا ہے؟"

"کچھ نہیں اگر وہ یہاں آئیں تو مجھے کال کر کے بتا دیجئے گا" انہیں عجلت میں جواب دیتا وہ گھر سے باہر نکلا۔

گاڑی میں بیٹھتے ہی اس نے کسی کو کال کی تھی جبکہ اسکی گاڑی کا رخ شجاع احمد کے گھر کی طرف تھا۔۔

رش ڈرائیو کرتا وہ وہاں پہنچتے ہی آتش فشاں بنا اندر داخل ہوا تھا۔۔

"سالک"لاونج میں بیٹھی ثمرہ بیگم اور زمرد بیگم اسے دیکھ چونک اٹھیں۔

"حورے کہاں ہے؟"

"حورے؟"

ان دونوں نے کنفیوز سا اسے دیکھا۔

"حورے کہاں ہے ثمرہ بیگم"

"یہ کس انداز میں بات کر رہے ہو سالک؟"

قمروز احمد کی آواز پر اس نے خونخوار نظروں سے انہیں دیکھا۔

"اس سے بھی برے طریقے سے بات کروں گا اگر حورے کو کچھ ہوا تو"

ان کے روبرو آتے وہ غرایا تھا۔

یہ وہ سالک حیدر نہیں تھا جسے سب جانتے تھے یہ تو کوئی اور تھا۔۔

"حورے یہاں نہیں ہے سالک" اس کے بپھرے انداز پر وہ سنبھلے۔

"یاد رکھیئے گا اگر میری حورے کو کچھ بھی ہوا نا میں اس گھر کی اینٹ سے اینٹ بجادوں گا اور اس خاندان کا شیرازہ بکھرنے میں لمحہ نہیں لگے گا"

انہیں دھمکاتے وہ واپس پلٹا تھا۔۔

"حورے کہاں ہیں آپ حورے" اسٹیرنگ پر ہاتھ مارتے وہ پاگل ہو رہا تھا صبح تو وہ اسے چھوڑ کر گیا تھا اور اب وہ کہاں تھی۔۔وہ نہیں جانتا تھا۔

اس نے حورے کو کال کی اس نے کال ریسیو تو کی مگر اسکا جواب نہیں دیا اور پھر کو کچھ اس نے سنا وہ جانتا تھا یہ سب سن کر حورے کا سوچ سوچ اسکا دماغ خراب ہو رہا تھا۔۔

اسکا موبایل بند تھا کو لیشن ٹریس نہیں ہو رہی تھی اوپر سے اندھیرا اپھیلتا جارہا تھا۔۔

"حورے کہاں ہیں یار"

ایک بار اسکا نمبر ڈائل کرتے وہ اس نے کان سے لگایا اور اس بار بیل جا رہی تھی اور پھر کال ریسیو ہوئی تھی۔۔

"حورے۔۔۔ حورے کہاں ہیں آپ حورے بتائیں مجھے "

"حیدر"

ٹوٹا بکھرا شکستہ لہجہ۔۔۔

"حورے میں آرہاہوں آپ جہاں بھی ہیں آپ کہیں نے جایئے گا میں بس آرہاہوں" اسکی لوکیشن ٹریس کرتے اس نے گاڑی کی فل اسپیڈ کی تھی۔۔۔

وہ گہری نیند میں تھا جب مسلسل بجتے موبائل نے اسکی نیند میں خلل ڈالا تھا ہاتھ بڑھا کر موبائل اٹھایا تو سالک کا نمبر دیکھ اسنے فون کان سے لگایا

"ہیلو سالک کیا ہوا ہے؟"

اسکے پوچھنے پر جو کچھ اس نے سنا اسے سن التمش کی نیند بھک سے اڑی تھی۔۔

ایک جھٹکے سے بیڈ سے اٹھتے وہ کھڑا ہوا تو نیند سے بوجھل آنکھیں کھولے مہر نے اسے دیکھا جو

اب اپنی شرٹ پہن رہا تھا۔

"التمش کیا ہوا ہے؟"

"حورے کو سب سچ پتا چل گیا ہے مہر وہ نا جانے کہاں ہے"

اس سے بولا نہیں جا رہا تھا مہر کو دھچکا لگا تھا۔۔

"میں اسے ڈھونڈنے جا رہا ہوں دعا کرنا وہ مل جائے"

مہمند کا نمبر ڈائل کرتے اس نے اپنا سامان جیب میں رکھا۔

جبکہ دل تھا کہ رکنے کو تیار بیٹھا تھا ابھی تو وہ ملی تھی۔۔۔

مہمند سے بات وہ باہر بڑھا۔

"میں بھی آپ کے ساتھ چلوں گی التمش پلیز"

"نہیں مہر تم یہی رہو پلیز اپنا خیال رکھنا"

اسے کہتے وہ تیزی سے وہاں سے نکلا تھا۔

وہ جتنا تیز ڈرائیونگ کر سکتا تھا کر رہا تھا مگر آج شاید گھڑی کی سوئیاں اپنی رفتار کم کر چکی تھیں۔۔

لوکیشن پر پہنچ وہ تیزی سے گاڑی سے نکلا تھا سنسان سڑک پر اندھیرا چھایا ہوا تھا۔۔

"حورے۔۔۔ حورے"

وہ پاگل ہو رہا تھا اسکا بس چلتا تو وہ اس دنیا کو تہس نہس کر دیتا۔۔

"حورے۔۔۔پلیز آواز دو مجھے حورے۔۔۔۔"

ایک ایک جگہ دیکھتے وہ اپنا آپ کھوتا جا رہا تھا۔۔

"حورے پلیز آواز دیں"

"حیدر" روتی آواز سالک حیدر کا دل رکا تھا۔

"حیدر۔۔۔۔" آواز کے تعاقب میں حیدر نے اسے دیکھا۔

وہ سامنے ہی کھڑی تھی الجھی بکھری سی روئی روئی متورم آنکھیں سرخ چہرہ۔۔

"حیدر" حیدر کو سامنے دیکھ وہ بلک بلک کر رو دی۔۔۔۔

بنا لمحے کی دیری کیئے وہ اس تم پہنچتا اسے سختی سے خود میں بھینچ گیا۔۔

"حیدر" اسکے گرفت کئے وہ سسکی تھی اور سالک حیدر کا دل چیر کر رکھ گئی تھی اسکی بانہوں میں نڈھال سے وہ بس روئے جارہی تھی اور سالک حیدر کے لئے اسے سنبھالنا مشکل ہو گیا تھا۔۔

"وہ مجھے مار دینگے میرے اپنے بابا"

"شش میری جان کوئی کچھ نہیں کہہ سکتا آپ کو آئی سمجھ" اسکے آنسو صاف کرتے وہ اسے اپنے حصار میں لئے گاڑی تک آیا تبھی سامنے سے دو گاڑیاں ان کے پاس رکی تھیں اور ان سے نکلتے التمش اور مہمند کو دیکھ خوفزدہ ہوتی حورے سالک کے پیچھے چھپی تھی جس پر ان دونوں کے چہرے پر تکلیف دہ آثار آئے تھے۔۔

"حورے ڈونٹ ڈودس۔۔۔ آپ کے بھائی ہیں یہ"

اسے اپنے ساتھ لگائے وہ نرمی سے بولا مگر وہ کچھ کہنے کے بجائے مزید اسکے سینے میں چہرہ چھپا گئی۔

"گھر لے کر جاؤ حورے کو سالک"

"تم دونوں بھی ساتھ چلو میں آج امی کو تم دونوں سے ملوانے کا ارادہ رکھتا ہوں"

"سالک"

"پلیز مہمند" مہمند کے کچھ کہنے سے پہلے ہی وہ اسے ٹوک گیا۔

حیدر اسے لے کر پیچھے بیٹھا جبکہ مہمند نے ڈرائیونگ سیٹ سنبھالی تھی۔

حیدر کے حصار میں قید وہ ہولے ہولے لرز رہی تھی۔

مہمند نے سالک کی سرخ آنکھیں دیکھ اسے اشارے سے پر سکون رہنے کا کیا جس پر گہرا سانس بھرتے وہ آنکھیں موند کر سیٹ کی بیک سے لگا گیا۔۔

وہ بے چینی سے لان میں ٹہل رہی تھی سالک جس طرح یہاں سے نکالا تھا اس نے عائشہ کے حواس معطل کر دیئے تھے۔

اتنی مشکلوں سے تو اس نے حورے کے ماضی کے بارے میں کھنگالا تھا اور پھر اسکی ملاقات ارمغان سے ہوئی تھی ارمغان کے کہنے پر ہی تو اس نے حورے گھر بھیجا تھا اور اگر یہ بات کسی کو پتا چلی تو وہ جانتی تھی ایک طوفان آجاتا وہ انہیں سوچوں میں گم تھی جب میں گیٹ کھلا اور سالک کی گاڑی اندر داخل ہوئی اسکے ساتھ حورے کو دیکھ اسکا دل برا ہوا تھا۔۔

حورے کو اپنے حصار میں لئے وہ اندر بڑھا تو عائشہ بھی اسکے پیچھے لپکی تھی۔۔۔۔

"کیا ہوا ہے حورے کو؟"

لاونج میں ان دونوں کی منتظر زہرہ بیگم پریشانی سے آگے بڑھی۔

"امی حورے کو آپ روم میں لے کر جائیں میں آتا ہوں"

انہیں کہتے اس نے ایک کاٹ دار نظر عائشہ پر ڈالی اور آہستہ سے چلتا اسکے مقابل آیا تھا۔۔

"کس کے ساتھ بھاگی تھی تمہاری بیوی؟"

"اپنی بکواس بند کرو عائشہ "

"کیوں بند کروں میں نے اپنی مرضی سے شادی کی تو تمہیں مجھ سے نفرت ہو گئی اور اب تمہاری بیوی بد کردار نکلی تو"

اس سے پہلے وہ اپنی بات مکمل کرتی سالک کا ہاتھ اٹھا تھا اور اسکا گال لال کر گیا۔۔

وہ ہمیشہ جس بات کے خلاف رہا تھا سامنے کھڑی لڑکی نے اسے وہی سب کرنے کر مجبور کر دیا تھا

"کہا نا بکواس بند کرو آئندہ اگر حورے کے بارے میں بکواس کی تو میں بھول جاؤ گا کہ تم میرے کزن کی بیوی ہو"

"بھول جاؤ جو بھولنا ہے مگر تمہاری بیوی کو نہیں بھولنے دوں گی بتاؤ گی اسے کہ جس شوہر کو وہ سچا اور اچھا مانتی ہے اسکا شادی سے پہلے مجھ سے تعلق تھا اور اسی لئے اس نے شادی نہیں کی کیونکہ اسے میرے جانے کا غم تھا"

اس کی بات پر سالک حیدر کے چہرے استہزایہ ہنسی نمودار ہوئی تھی۔

"جو کرنا ہے کرلو مجھے کوئی فرق نہیں پڑتا" اسے کہتے وہ وہاں سے اوپر اپنے کمرے کی جانب بڑھ گیا جبکہ عائشہ نے نفرت سے اسے اوپر جاتے دیکھا تھا۔۔

وہ کمرے میں داخل ہوا تو زہرہ بیگم کمرے سے باہر نکل رہی تھیں۔

"امی"

"اسکے پاس جاؤ سالک اسے ابھی تمہاری ضرورت ہے"

اسے کہہ کر وہ باہر چلے گئیں اور وہ بہت کچھ سوچتے کمرے میں داخل ہوا جہاں وہ اب آرام دہ سے لباس میں بیڈ پر آنکھیں موندے لیٹی تھی سالک کی موجودگی محسوس کر اس نے اپنی سوجی آنکھیں کھول کر اسے دیکھا۔

اسے سامنے دیکھ اسکی آنکھیں نم ہوئی تھیں جبھی اپنے دونوں بازو وا کر اس نے سالک کو دیکھا جو فوراً سے اس تک پہنچتا اسے اپنے سینے سے لگا گیا اور اسکے سینے سے لگتے ہی رو کے آنسو بھر سے بہنا شروع ہو گئے تھے۔۔۔

"حورے میری جان"

"میں ٹھیک ہوں حیدر آپ کو دیکھ کر میں بالکل ٹھیک ہو گئی"

اسکی شرٹ سے آنسو صاف کرتے وہ اس ٹینشن بھرے ماحول میں بھی اسکے چہرے پر مسکراہٹ بکھیر گئی۔۔

"مجھے آپ کو کچھ بتانا ہے حورے"

اسکا موڈ تھوڑا بہتر دیکھ وہ اپنی بات کر گیا جتنا وہ دیر کر تا اتنا ہی عائشہ اسکے سر پر سوار ہونے کی کوشش کرتی۔۔

"کون سی بات حیدر؟"

"میرا ایک ماضی رہ چکا ہے حورے اور"

"شش۔۔"اسکے کچھ بھی کہنے سے پہلے ہی وہ حیدر کے ہونٹوں پر ہاتھ رکھ اسے خاموش کروا گئی..

"آپ نے کہا تھا ناماضی معنی نہیں رکھتا ماضی گزر گیا اور آپ کا ماضی میرے ماضی جتنا برا نہیں ہے"

"لیکن حورے"

"میں اس عورت کو اتنا اہم نہیں گردانتی کے اسکے کچھ کہنے پر میں اپنے حیدر سے خفا ہو جاؤں"

اسکے ہاتھ کو عقیدت سے چومتے وہ سالک کو خود سے محبت کرنے پر مجبور کر رہی تھیں۔

اپنی تکلیفیں بھولے وہ سالک کے لئے مسکرا رہی تھی بے اختیار جھکتے سالک نے اسکے ماتھے پر لب رکھتے اسے خود میں قید کیا تھا۔۔

وہ اپارٹمنٹ میں داخل ہوا تو پورا اپارٹمنٹ اندھیرے میں ڈوبا ہوا تھا۔

آج وہ چاہ کر بھی زہرہ بیگم سے نہیں مل سکے تھے حورے کی طرف سے تسلی کرنے کے بعد وہ اپنے اپارٹمنٹ آیا تھا مگر خالی اپارٹمنٹ دیکھ اسکا دماغ خراب ہوا۔

ایک ایک کر پورا اپارٹمنٹ چھان مارا تھا اس نے مگر مہر کہیں نہیں تھی اس سے پہلے وہ اسے دیکھنے باہر کی جانب بڑھتا مہمند کا فون دیکھ وہ ٹھہرا۔۔فون کان سے لگایا

"التمش اوزے اغوا"

مہمند کی بات نے اس کے سر پر دھماکہ کیا تھا۔

#تصویر_من

#فروا_نور

#آخری_قسط

حویلی میں یہ خبر ملتے ہی سارے بڑے شہر کے لئے نکلے تھے اوزے اور مہر کا اغوا کوئی معمولی بات ہر گز نہیں تھی۔

جبران خانزادہ نے اپنے اثرورسوخ استعمال کئے تھے وہ آغا جان کے ساتھ پہلی فرصت میں شہر آئے تھے۔

مہمند کے انہیں سالک کا ایڈریس دیا تھا کیونکہ اسکا اور التمش کا گھر دونوں فلحال سیل تھے وہاں سبھی انویسٹیگیشن جاری ہے۔۔

گھر میں داخل ہوتے ہی ان کی نیت سامنے سے آتی زہرہ بیگم پر پڑی تو سامنے زہرہ بیگم جو دیکھ جہاں وہ ساکت ہوئے تھے وہیں اپنے باپ بھائیوں کو اتنے سالوں بعد اپنے سامنے دیکھ زہرہ بیگم پتھر کی ہوئی تھیں۔۔

باپ بھائی کا سامنا بھی بھی ہوا تو کن حالات میں۔۔۔

"بابا" ان کے لب سرسرائے تھے۔

آنسو تواتر سے گال بھگوتے جا رہے تھے۔۔

اس سے پہلے وہ آگے بڑھ کر ان کے سینے سے لگتیں جبران خانزادہ کے بجتے فون نے ان سب کو اس لمحے سے نکالا تھا۔۔

"ہیلو؟"

"لگتا ہے بہن سے مل لئے جبران خانزادہ"

"کون بات کر رہا ہے؟"

"کون بات کر رہا ہوں یہ بات چھوڑو میری بات سنو بہوؤں کے ساتھ تمہاری بھتیجی بھی میرے پاس ہے تمہیں برباد کرنے ان سارا انتظام کر رکھا ہے میں نے کہہ دینا اپنے ان تین نام کے شیروں کو"

فون کٹ چکا تھا۔۔

"کس کا فون تھا؟"

"پتا نہیں آغا جان وہ کہہ رہا تھا ہماری بھتیجی ان کے پاس"

"حورے نہیں حورے کیسے وہ تو اوپر"

آدھی ادھوری بات کہتے وہ اندر بھاگی تو آغا جان اور جبران خانزادہ نے بھی بھاگ کر ان کے پیچھے اندر قدم بڑھائے تھے۔۔

"زہرہ کیا ہوا ہے؟"

انہیں تیزی سے اوپر جاتے دیکھ کر روبینہ بیگم نے پوچھا مگر بنا کوئی جواب دیئے وہ تیزی سے سالک کے کمرے میں آئی تھیں جہاں خالی کمرہ ان کا منہ چڑا رہا تھا البتہ بالکونی کا دروازہ کھلا تھا۔

وہ حورے کو بھی لے گئے تھے۔

ان کے دل پر ہاتھ پڑا تھا۔

فوراً سے بھاگتے وہ نیچے آئیں تھیں۔

"لالہ بابا وہ حورے کو لے گئیے وہ علی لالہ کی حورے کو لے گئے"

روتے بلکتے کہتے انہوں نے اپنے باپ بھائی کے سروں پر دھماکہ کیا تھا۔

"علی یار"

"میری بہو علی لالہ کی بیٹی حورے وہ لوگ انہیں لے گئے میر احیدر میں اسے کیا جواب دونگی؟"

سسک کر کہتے وہ بری طرح رودیں۔۔

روبینہ بیگم نے آگے بڑھ کر انہیں اپنے ساتھ لگایا جبکہ جبران خانزادہ مہمند کو کال کرنے لگے۔۔

لمحے میں ایک اور قیامت ان سب پر ٹوٹ پڑی تھی زہرہ بیگم رو رو کر نڈھال ہو چکی تھیں انہیں سب سے زیادہ سالک کا خوف تھا اگر اسے یہ پتا چلتا تو کیا ہوتا یہ سوچ سوچ کر ہی انہیں ہول اٹھ رہے تھے مگر اب کچھ نہیں ہو سکتا تھا ان کے ہاتھ اب کچھ بھی نہیں تھا۔۔

وہ تینوں ہر طرح سے مہر اور اوزے کو ڈھونڈ رہے تھے جب مہمند کے کال ہر جبران خانزادہ کی کال آئی اور جو کچھ انہوں نے اسے کہا اس نے مہمند کے پیروں سے زمین کھسکا دی تھی۔۔

"مہمند کیا ہوا ہے؟"

اسکی آڑی رنگت دیکھ التمش کو کچھ بہت برا ہونے کا احساس ہوا تھا۔

"حورے کو کوئی لے گیا۔۔ تایا ابو کی کال تھی حورے کو کوئی لے گیا التمش "

"کون کیا بکواس کر رہا ہے وہ تو گھر پر ٹھیک تھی نا؟"

"سالک کو کیا بولیں گے التمش وہ تو پاگل ہو جائے گا"

"مہمند میں یہاں اسے روکتا تو حورے کو ڈھونڈنے نکل فوراً"

التمش کو سنبھالنے کا کہتا وہ فوراً سے حورے کو ڈھونڈنے نکلا تھا جس نے بھی یہ سب کیا تھا اس نے بڑا کاری وار کیا تھا۔۔

اندھیرے کمرے میں رسیوں میں جکڑی وہ نیم بے ہوشی میں تھیں سر درد سے بھاری ہو رہا تھا۔

اٹھنے کی کوشش کی تو خود کو رسیوں سے بندھے دیکھ اس کے حواس معطل ہوئے تھے۔

ہوش میں آتے ہی وہ پینک کرنے لگی تھی۔۔

خود کو کھولنے کی کوشش میں وہ اپنے ہاتھ پیر زخمی کرنے کے در پر تھی۔

منہ پر باندھا کپڑا باہر نہیں نکل رہا تھا تکلیف سے اسکی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔۔

وہ مسلسل آزاد ہونے کی کوشش کر رہی تھی جب دروازہ کھلا تھا اور اندر آنے انسان دیکھ حورے کا دل رکا تھا۔۔

"کیسالگ رہاہے واپس سے میرے پاس آکر حورے" اسکے پاس رکھی چئیر پر بیٹھتے ارمغان خباثت سے کہتا قہقہ لگا اٹھا اور اس وقت حورے کو اس سے خوف آیا تھا۔

"تجھے کیا لگتا ہے مجھے ریجکٹ کر کے شادی کرلے گی اور میں چپ رہوں گا؟ نا حورے بی نا جس چیز پر میری نظر پڑ جائے وہ پھر میری ہو جاتی ہے اب میں چاہے اسے استعمال کروں یا اپنے پیروں میں مسل کر روند دوں یہ میری مرضی"

اسکا ایک ایک لفظ حورے کو خوفزدہ کر رہا تھا۔۔

ارمغان کی آنکھوں میں چھلکتی درندگی اسکی جان نکال رہی تھی مگر اسے سمجھ نہیں آرہا تھا کہ آخر کرے تو کیا کرے"

"کیا خیال ہے کچھ مزہ ہو جائے؟"

اسکے قریب آتے اس نے حورے کو چھونا چاہا مگر وہ سرعت سے پیچھے کھسکی تھی جس پر طیش میں آتے ارمغان نے اسکے بالوں کو مٹھی میں جکڑا۔۔

"سالی میرے ساتھ ہوشیاری مت کرو ورنہ تیرا وہ حشر کروں گا کہ تو اپنا چہرہ نہیں پہچان پائے گی" نفرت سے اسکا سر چھٹکتا وہ کمرے سے نکلتا چلا گیا۔

اور اسکے جاتے ہی وہ پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔۔۔

وہ دونوں اس ایک کمرے میں موجود تھیں اوزے نے رو رو کر خود کو ہلکان کر لیا تھا جبکہ مہر اس نے ایک نظر روتی اوزے کو دیکھا اور اسکے پاس آکر بیٹھی۔

"اوزے خدا کے لئے رونا تو بند کرو اگر ایسے ہی روتے رہو گی تو کبھی یہاں سے نہیں نکل سکیں گے"

اسکا ہاتھ تھامے مہر نے اسے سمجھایا جس پر وہ سر ہلاتی آنسو کرنے لگی۔۔

وہ اچھے سے سمجھ گئی تھی یہ کام کس کا ہے لیکن اپنے دل کو سمجھاتے اسے مضبوط رہنا تھا اسے اوزے کو سنبھالنا تھا جو چیز التمش اور مہمند ٹھیک کر رہے تھے وہ اسے اتنی جلدی خراب نہیں ہونے دے سکتی تھی۔۔

"اوزے میری بات غور سے سنو پلیز" ارد گرد دیکھتے وہ اچانک ہی اوزے کے گلے لگی تھی اور پھر اس نے اوزے کو جو سمجھایا اسے سن اوزے نے حیرت سے اسے دیکھا۔

"ہمیں یہ کرنا ہو گا اوزے ٹھیک ہے نا؟"

"جی" اسکی باتیں سمجھ اوزے نے سر ہلایا۔

کچھ ہی دیر بعد دروازہ کھلا تھا اور آنے والے شخص کو دیکھ وہ مہر حیران نہیں ہوئی تھی۔

"بابا ایسے اغوا کرنے کی کیوں ضرورت پیش آگئی آپ حکم کرتے میں ایک پکار پر چلی آتی"

شجاع احمد کو کمرے میں داخل ہوتے دیکھ وہ سکون سے کہتی انہیں حیران کر گئی۔

انہیں تو لگا تھا کہ وہ روئے گی چیخے گی طوفان لے آئے گی مگر یہاں ایسا کچھ نہیں تھا۔

"تم نہیں آتیں مہر میرے بلانے پر بھی نہیں آتیں کیونکہ تمھارا شوہر "

"کون سا شوہر میں اس انسان کو اپنا شوہر نہیں مانتی بابا"

ان کی بات کاٹتے وہ تڑخ انداز میں۔ کہتی شجاع احمد کو حیرت میں مبتلا کر گئی۔۔

"نفرت کرتی ہوں میں اس انسان سے آپ کو لگتا ہے جس انسان نے بنا میری مرضی کے میرے ساتھ زبردستی نکاح کیا میں اس کا ساتھ دوں گی؟ میں آپ کی بیٹی ہوں بابا مہر شجاع احمد"

مہر کی باتیں انہیں خوشگوار حیرت میں مبتلا کر رہے تھے۔۔

"اور اغوا کرنا ہی تھا تو الگ روم میں رکھتے اس روتو لڑکی نے دماغ خراب کر دیا ہے" نخوت سے کہتے وہ بیڈ پر جا بیٹھی۔

اسے ایسے دیکھ اوزے کے رونے میں مزید روانی آئی تھی۔۔

"مجھے پتا تھا میری بیٹی آخر میری ہی ہے وہ کسی کی باتوں میں نہیں آ سکتی"

"بالکل بابا آپ نے اس انسان کے ساتھ جو کرنا ہے کریں میں آپ کے ساتھ ہوں" آگے بڑھ کر ان کے سینے سے لگتے وہ انہیں مسکرانے پر مجبور کر گئی۔۔

جو بھی تھا مگر اسکا ساتھ التمش خانزادہ کو بری طرح سے شکست سے دوچار کر سکتا تھا اور اب التمش خانزادہ کی کمزوری ان کے ہاتھ میں تھی۔۔

"یہ شجاع فون کیوں نہیں اٹھا رہا اس نے کہا تھا حورے کو اغوا کروانے کے بعد وہ مجھے زمین کے کاغذات دے گا"

وہ غصے سے پاگل ہو رہا تھا کیونکہ شجاع احمد سے کسی بھی طرح سے رابطہ نہیں ہو پا رہا تھا اوپر سے حورے نے رو رو کر اسکا دماغ خراب کر دیا تھا۔

وہ ایک تیر سے دو شکار کرنے کا سوچے بیٹھا تھا ایک طرف زمین حاصل ہو جاتی اور دوسری طرف حورے اسکے پاس بھی اسکی دسترس میں۔۔

مگر یہاں اسے اپنا سارا کھیل بگڑ تا نظر آرہا تھا۔۔

"ٹھیک ہے پھر اب میرے کھیل کی باری" سدا کا جلد باز ارمغان ایک بار پھر جلد بازی کرنے جا رہا تھا۔

تیزی سے اوپر کمرے میں آتے اس نے حورے کو بالوں سے پکڑ کر کھڑا کیا لڑ کھڑاتے وہ بیڈ کا سہارا لیتے اس پر بیٹھی جبکہ خوف سے اسکی آنکھیں پھیلی تھیں۔

آنے والے وقت کا سوچ اسکی جان نکلے جارہی تھی۔۔

"بہت ہو گیا صبر اب میں بتاؤں گا درندہ ہوتا کون ہے"

اسکے قریب آتے غرا کر کہتا وہ اسکی رہی سہی جان بھی نکال رہا تھا۔

اسکے ہاتھ پیر کھول وہ اسے اپنے طریقے سے قابو کرنا چاہتا تھا۔۔

اپنا غلیظ ہاتھ اس نے حورے کی جانب بڑھایا جس پر خوف سے اس نے اپنی آنکھیں بند کی تھیں۔۔جب تڑخ کی آواز کے ساتھ خاموش کمرے میں۔ارمغان کی چیخ گونجی۔۔

حورے نے جھٹ سے آنکھیں کھولیں تو سامنے کا منظر دیکھ وہ وحشت زدہ سی ہوئی تھی۔۔

کیونکہ مہمند کے ہاتھ میں ارمغان کا ہاتھ بالکل لٹک چکا تھا۔

"میری بہن کی طرف ہاتھ اٹھانے کی غلطی دوبارہ نہیں کرنے دوں گا میں ذلیل انسان "غصے سے دھاڑتے وہ پاگلوں کی طرف ارمغان پر پل پڑا تھا۔۔

حورے نے خوفزدہ ہو کر اس جنونی انسان کو دیکھا جو ارمغان کو آج مارنے کے در پر تھا۔۔

"پلیز چھوڑ دیں وہ مر جائے گا"

آگے آکر اس نے مہمند کو روکنا چاہا مگر وہ سن ہی کب رہا تھا۔

"بھائی رک جائیں پلیز بھائی مہمند بھائی پلیز"

وہ جو سب بھول گیا تھا اسکے لبوں سے بھائی سن ارمغان کو مارتے اسکے ہاتھ رکے تھے اس نے جھٹکے سے گردن گھما کر حورے کو بے یقینی سے دیکھا۔

"بھیامت ماریں پلیز "سسک کر روتے وہ آگے بڑھ کر مہمند کے سینے میں سمائی تھی۔۔

اور اپنی بہن کو اپنے پاس دیکھ مہمند خانزادہ ساکت ہوا تھا۔ اور یہی وہ غلطی کر گیا تھا زرا سی چوک اور ارمغان پاس پڑا اواس اٹھاتے مہمند کے قریب آیا تھا

"بھائی"

اسے دیکھ حورے چیخی تبھی ایک طرف سے چلی گولی سیدھا ارمغان کے پاؤں پر لگی تھی اسکی ٹانگ سے لگتا وہ سرخ سیال دیکھ حورے مہمند کے بازوؤں میں جھول گئی تھی۔۔

شجاع احمد کے ساتھ وہ پوری شان سے اس کمرے سے باہر آئی تھی جبکہ اوزے اندر کمرے میں بند تھی۔۔

"بابا اس کا کیا کرنا ہے؟"

"کچھ نہیں اسکا کیا کرنا ہو گا بس ایک بار ارمغان خان کی کال آجائے پھر اسے آزاد کر دیں گے "

"تو اغوا کیوں کیا تھا بابا؟"

اس نے مصنوعی حیرت کا مظاہرہ کیا جبکہ اس کے ہاتھ میں اسکا موبائل تھا کچھ لمحے پہلے ہی شجاع احمد نے اسکے حوالے کیا تھا۔

"مہمند سے ہماری کوئی دشمنی نہیں اصل دشمنی تو التمش کے ساتھ ہے اور اسکی سب سے بڑی سزا یہی ہے کہ اسکی بیوی اسکے خلاف ہے"

ان کی بات پر قہقہ لگا کر ہنس پڑی..

"بابا ارمغان سے کیا کام بولا ہے آپ نے؟"

سامنے رکھی چیئر پر بیٹھتے اس نے موبائل بیچ میں رکھی ٹیبل پر رکھا تھا۔۔

"اس کے پاس حورے ہے اس نے حورے جو اغوا کیا ہے بس اب میں یہ کاغذات لے کر حورے کے پاس جاؤں گا تا کہ وہ سائن کر سکے"

"یہ کیسے کاغذات ہیں بابا؟"

اس نے حیرانگی سے پوچھا جس پر وہ خاموش ہوئے مگر پھر نا میں سر ہلایا۔

"کچھ خاص نہیں بچے اب تم ایک کام کرو آرام کر لو کیونکہ اب میں تمہیں کہیں جانے نہیں دوں گا"

"ایسے کیسے سسر جی؟ میری ہی بیوی کو مجھ سے دور رکھنے کی کوشش بڑی مہنگی پڑے گی آپ کو؟"

التمش کی آواز پر شجاع احمد نے ایک جھٹکے سے گردن موڑ کر التمش کو دیکھا اور پھر مہر کو جو بھاگ کر التمش کے سینے سے لگی تھی۔

"پراوڈ آف یو وائفی"

اسکے ماتھے پر لب رکھتے وہ مسکرایا اور شجاع احمد کا وجود ہلا تھا۔

"تم نے مجھے دھوکہ؟"

"آپ کو کیا لگا تھا آپ کوئی بہت نیک کام کر رہے ہیں بابا جو میں آپ کا ساتھ دوں گی ہر گز نہیں"

"تو تو" اس سے پہلے وہ اپنی جیب سے پسٹل نکالتے اس جگہ داخل ہوتی پولیس نے ان کی یہ کوشش ناکام بنائی تھی

"آپ سسر ہیں آپ کے ساتھ میں تو کچھ بھی نہیں کر سکتا معذرت مہراوزے کو لے کر آئیں"

التمش کے کہتے وہ بھاگ کر اوزے کو اپنے ساتھ لے کر آئی اور ان دونوں کے ساتھ وہ باہر آیا جہاں سالک ان کا منتظر تھا مگر التمش کا موبائل اسی وقت رنگ ہوا تھا مہمند کا کال تھا اس نے فوراً سے کال ریسیو کی اور جو مہمند نے اسے کہا اسے سن وہ ساکت ہوا تھا۔۔

اسپتال کے کاریڈور میں وہ پانچوں مضطرب سے کھڑے تھے جبکہ حورے اندر تھی ڈاکٹر اسے دیکھ رہے تھے جبکہ باہر سالک کو ایک لمحہ سکون کا میسر نہیں آیا تھا۔۔

"سالک"

"تم لوگوں کیوں نہیں بتایا مجھے ہاں اگر انہیں کچھ ہو جاتا تو؟"

اسکا سانس رکنے لگا تھا اسکو بے ہوش دیکھ۔۔

"ہماری بھی تو بہن ہے نا وہ سالک اسے کچھ نہیں ہوا وہ بالکل ٹھیک ہے"

"جی یہ بالکل ٹھیک کہہ رہے ہیں حورے بالکل ٹھیک ہیں" ڈاکٹر کی بات پر سالک تیزی سے ان کے پاس آیا۔

"ڈاکٹر حورے کیسی ہیں؟"

"وہ بالکل ٹھیک ہیں پریشانی کی کوئی بات نہیں ہے بس انہیں ویکنیس ہے جو کہ ایسی حالت میں نارمل ہے"

"ایسی حالت"

سالک نے نا سمجھی سے انہیں دیکھا۔

"حورے ماں بننے والی ہیں"

ڈاکٹر کی بات پر وہ خوشگوار حیرت کا شکار ہوا تھا بے یقینی سے اس نے ڈاکٹر کو دیکھا اور یہی حال باقی سب کا بھی تھا۔۔

"کیا میں مل سکتا ہوں حورے سے پلیز"

اسکی بے چینی و بے تابی دیکھ ڈاکٹر مسکراتے اسے اجازت دے گئیں اور اجازت ملتے ہی پہلی فرصت میں اندر روم میں آیا تھا جہاں بیڈ پر نیم دراز تھی سالک کو اپنے سامنے دیکھ اسکے زرد چہرے پر رونق آئی تھی.

اسکے پاس بیٹھتے وہ اسے خود میں بھینچ گیا۔

"آپ ٹھیک ہیں نا حورے؟"

"میں ٹھیک ہوں اور اب آپ کو دیکھ کر اور ٹھیک ہو گئی ہوں"

"میری جان" اسکے شرم سے سرخ ہوئے چہرے کو دیکھ وہ جھک کر اسکے ماتھے پر عقیدت و چاہت سے اپنے لب رکھ گیا۔۔

"مجھے میری زندگی کی سب سے بڑی دینے کا بہت بہت شکریہ "

اسکے ماتھے سے ماتھا ٹکائے وہ فرط جذبات سے کہتا اسکے چہرے پر مسکراہٹ لے آیا۔

"آپ پاس ہوتے ہیں تو کوئی تکلیف محسوس نہیں ہوتی"

"کیا ہم اپنی بہن سے مل سکتے ہیں ؟"

مہر کی شرارتی آواز پر سالک جھینپ کر اس سے دور ہوا وہیں اسکا چہرہ شرم سے لال ہوا تھا۔۔

"مہر"

"حورے میری جان" نم لہجے میں کہتے مہر نے اسے اپنے ساتھ لگایا تھا کمرے میں داخل ہوتے التمش اور مہمند ایک ساتھ ہی کمرے میں داخل ہوئے تھے اوزے کے ہاتھ پر مہمند کی گرفت مضبوط تھی۔۔

"بھائی" مہر سے الگ ہوتے حورے نے اپنا ہاتھ مہمند اور التمش کی طرف بڑھایا تو ایک خوشگوار حیرت کے تحت ان دونوں نے اسکے بڑھے ہاتھوں کو تھاما تھا۔۔

بیڈ سے اترتے وہ ان دونوں کے سینے سے لگی تھی یہ اسکے اپنے تھے اسکے خونی رشتے۔۔

اس خوبصورت ملاپ پر وہاں سب کے چہرے پر مسکراہٹ تھی مگر سالک کا دماغ ایک جگہ اٹکا ہوا تھا ابھی کسی اور کا دماغ ٹھکانے لگانا باقی تھا۔۔

"کیا ہوا بات ہوئی سالک سے؟"

"جی وہ لوگ بس آتے ہی ہونگے بھائی صاحب"

اصرار صاحب کے پوچھنے پر زہرہ بیگم انہیں جواب دیتیں صوفے پر بیٹھے اپنے باپ بھائیوں کی جانب بڑھیں جو خاموشی سے وہاں بیٹھے مگر دونوں کے دلوں میں ایک جنگ چھڑی ہوئی تھی۔۔

"لالہ باباجان"

ان کے پاس بیٹھتے وہ بس اتنا ہی کہہ سکی جس پر آغا جان نے ہاتھ بڑھا کر ان کے سر پر اپنا ہاتھ رکھا تو زہرہ بیگم کی آنکھیں نم ہوئی تھیں۔

"مجھے معاف"

"وقت گزر گیا زہرہ ہمیں تم سے کوئی شکایت نہیں"

ان کے سر پر ہاتھ رکھتے جبران خانزادہ اپنے لفظوں سے ان کے دل کا بوجھ ہٹا گئے تھے اس سے پہلے وہ کچھ بھی کہتیں گاڑی کے ہارن کی آواز آئی اور پھر سالک کے حصار میں حورے اندر داخل ہوئے جب کہ ان کے پیچھے التمش اور مہمند مہر اور اوزے کے ساتھ اندر آئے تھے۔

"بابا آغا جان"

"اللہ کا شکر ہے تم سب ٹھیک ہو"

باری باری ان دونوں کے گلے لگتے انہوں نے اوزے اور مہر کے سر ہاتھ رکھا اور حورے کو دیکھا ان کی ہوتی ان کے علی یار کی بیٹی".

"حورے دادا ہیں یہ آپ کے"

سالک کے کہنے پر وہ آہستہ سے ان کے قریب ہوئی تو وہ اس کے سر ہاتھ رکھتے اسے اپنے ساتھ لگا گئے۔۔

آغا جان نے ہاتھ بڑھا کر زہرہ بیگم کو بھی اپنے ساتھ لگایا تھا۔۔

سب مکمل تھا مگر ایک چیز ابھی باقی تھی۔۔

"حورے کو کس نے غائب کیا تھا سالک کچھ پتا چلا اسکا؟" اصرار صاحب کے پوچھنے پر اس نے نفرت بھری نگاہوں سے عائشہ کو دیکھا تھا جو اسے خود کو تکتے پا کر بوکھلائی

"حورے آپ کو لاسٹ ٹائم کیا کھلایا یا پینے کے لئے دیا تھا؟"

"عائشہ بھابھی نے جوس دیا تھا۔

"اس جوس میں نشہ آور دوا تھی کیونکہ عائشہ ارمغان کے ساتھ ملی ہوئی تھی حورے کے اغوا کے پیچھے عائشہ تھیں تایا ابو۔۔"

اسکی بات پر وہاں موجود سبھی نفوس کو سانپ سونگھ گیا تھا۔

"کیا بکواس ہے یہ تم مجھ پر جھوٹا الزام کیسے لگا سکتے ہو جبکہ میں نے کچھ نہیں کیا "

"کیا میں ثبوت دوں عائشہ ؟"

اس باہر کی ریکارڈنگ میں سب کے سامنے لاؤں جہاں تم ارمغان خان سے"

"فراز میں نے سچ میں کچھ نہیں کیا یہ جھوٹ بول رہا ہے"

"سالک"

"مجھے نہیں پتا آپ لوگوں یہ بات سچ لگتی ہے یا جھوٹ مگر میں اس گھر میں نہیں رہ سکتا کیونکہ میری بیوی یہاں محفوظ نہیں اور میں نے چاہتا میرا آنے والا بچہ کسی مصیبت کا شکار ہو"

"بچہ؟"

عائشہ کا منہ کھلا تھا وہیں زہرہ بیگم نے خوشی سے حورے کو دیکھا۔۔

"یہ کیسے ہو سکتا ہے سالک یہ کیسے۔۔۔میں مار دونگی اسے؟"

وہ ایک دم سے بپھر کر اسکے سامنے آئی تھی مگر فراز اسے روکتا اسکے منہ پر ایک زور دار تھپڑ مار گیا۔۔

عائشہ نے بے یقینی سے فراز کو دیکھا جس نے ہمیشہ اس پر پھولوں کی برسات کی تھی۔

"بہت ہو گیا ہے عائشہ بس"

"تمہاری وجہ سے سب ہوا ہے تمہاری ہمت کیسے ہوئی مجھ پر ہاتھ اٹھانے کی تمہاری وجہ سے میں نے سالک کو چھوڑا صرف تمہاری وجہ سے"

"بکواس بند کرو تم نے اپنے لالچ میں سب چھوڑا"

"میں عائشہ کا فیصلہ آپ لوگوں پر چھوڑ تا ہوں مگر میں اب یہاں نہین رہ سکتا تایا ابو مجھے اجازت دی دیجئے امی پیکنگ کر لیں"

"سالک"

"تایا ابو ساری زندگی آپ کے فیصلے مانے ہیں مگر اب میں اپنی ماں بیوی اور بچے کے لئے خود فیصلہ کرنا چاہتا ہوں"

دوٹوک انداز میں کہتے وہ انہیں خاموش کروا گیا اور پھر کچھ دیر بعد وہ سب اس گھر سے ایک ساتھ نکلے تھے۔

پیچھے روتی بلکتی عائشہ خالی ہاتھ رہ گئی تھی کیونکہ اب اسکے پاس نا سالک رہا تھا نا فراز وہ ساری زندگی ایک ان چاہی زندگی گزارے گی اور یہی اسکی تھی۔۔

چند ماہ بعد

حویلی میں اس وقت رونق کا ساسماں تھا۔

بڑے پیمانے پر دعوت کا اہتمام کیا گیا تھا اور ہوتا بھی کیوں نا آج حورے اور سالک حیدر کے بیٹے کا عقیقہ جو تھا۔۔

حورے نے ایک بہت ہی پیارے بیٹے کو جنم دیا تھا وہیں اوزے اور مہر بھی تخلیقی مراحل سے گزر رہی تھیں۔۔

اپنے کمرے میں آج کے لئے تیار ہوتے حورے نے آئینے میں خود کو دیکھا مسٹرڈ کلر کے ہلکے کام والے ڈریس میں ہلکا سا میک کئے وہ نظر لگ جانے کی حد تک پیاری لگ رہی تھی۔

"ماشاءاللہ" اسکے پیچھے سے اپنے حصار میں قید کئے سالک نے اسکے ماتھے کو اپنے لبوں سے چھوا تو شرمگیں مسکراہٹ نے اسکے چہرے کا احاطہ کیا تھا اور اسکے اس روپ پر سالک حیدر مرمٹنے کو تیار رہتا تھا۔۔

اسکے چہرے پر جھکتے وہ اپنی محبت نچھاور کرنے کے لئے جھکا مگر تبھی ان کے شہزادے کے رونے پر سالک نے منہ بسور کر اسے دیکھا تو وہ قہقہہ لگا کر ہنس پڑی۔

"چلیں اب سب نیچے انتظار کر رہے ہونگے"

اسکا ہاتھ تھامے وہ بیڈ پر آئی اور اپنے شہزادے بیٹے کو اٹھاتے وہ سالک کا ہاتھ تھام نیچے کی جانب بڑھی تھیں۔

وہیں دوسری طرف وہ بیزار سی بیڈ پر بیٹھی تھی اور التمش اسکے سامنے بیٹھا بے بسی اسے دیکھ رہا تھا۔

"یار مہر"

"کوئی ڈریس مجھ پر اچھا نہیں لگ رہا التمش میں اتنی سی بھی اچھی نہیں لگوں گی میرے بھانجے کا عقیقہ ہے"

"میری جان آپ پر سب جچتا ہے میرا یقین کریں"

آگے بڑھ کر اسکے لبوں کو چھوتے وہ پیچھے ہوا تو لال چہرے لئے مہر نے ایک مکا اسکے کندھے پر رسید کیا تھا۔

"انسان بنیں آپ"

"اگر آپ تیار نہیں ہوئیں پانچ منٹ میں تو میں باہر جانے کا پروگرام کینسل"

وہ جو ابھی مزید نخرے دیکھانے کے موڈ میں تھی التمش کا بدلتا موڈ دیکھ فوراً سے ایک ڈریس اٹھاتے ڈریسنگ روم میں بند ہوئی جس پر مسکراتے التمش خود بھی تیار ہونے لگا تھا۔

"اوزے بس کریں یار کیا ہو گیا ہے"

"مہمند آپ مجھے تنگ مت کریں"

انہیں نیچے جانے کے لئے دیر ہو رہی تھی اور اوزے محترمہ مزے سے بیڈ پر بیٹھی گول گپوں سے انصاف کر رہی تھیں۔

"بہت ضدی ہوتی جا رہی ہیں آپ"

"کیا بھی تو آپ نے ہے نا" مہمند کا گال سہلاتے اس نے ایک اور گول گپا منہ میں رکھ کر چٹخارا لیا اور اسکے انداز پر مسکراتے مہمند نے زبردستی پلیٹ ایک طرف کر اسے اپنے حصار میں قید کیا تھا۔

"بس باقی آکر کھانا" اسکی ضد نامانتے وہ اسکے ماتھے پر لب رکھتے اسے اپنے ساتھ نیچے کی طرف بڑھا تھا جہاں باقی سب ان کے منتظر تھے۔۔

خوشیاں ایک بار پھر اس حویلی پر مہربان ہوئی تھیں نئ نسل کے آنے سے سب پہلے سے بہت اچھا ہو گیا تھا۔

آغا جان نے جبران خانزادہ کو کہہ کر اپنے گھر کا صدقہ دیا تھا مہر اتروائی تھی اور اپنے خاندان کی خوشیوں کو دائمی رہنے کی دعا دیے کر سامنے دیکھا جہاں ان کے بچے اپنے اپنے ہمسفر کے ساتھ خوشیاں سمیٹ رہے تھے۔۔

ختم شد